اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مصنف:

کمال السید

مترجم:

حجۃ الاسلام نثار احمد زین پوری

اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مصنف:

کمال السید

سبیلِ سکینہ

حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر 8-C9

مترجم:

حجۃ الاسلام نثار احمد زین پوری

مرتبہ

معصومہ بتول

ناشر ادارہ منہاج الصالحین لاہور

جناح ٹاؤن ٹھوکر نیاز بیگ، ملتان روڈ، لاہور، فون: 042-5425372

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب	......	اصحابِ رسولؐ
تالیف	......	کمال السید
ترجمہ		سید نثار زین پوری
ترتیب	......	معصومہ بتول
پیشکش	......	ریاض حسین جعفری فاضلِ قم
پروف ریڈنگ	......	غلام حبیب
اشاعت	......	فروری 2009
ہدیہ	......	=/165 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

الحمد مارکیٹ۔ فرسٹ فلور۔ دکان نمبر ۲۰

اُردو بازار ○ لاہور—042-7225252

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1-	حضرت ابوطالب ناصر رسولؐ	5
2-	حضرت جعفر طیارؓ	27
3-	حضرت حمزہؓ سید الشہداء	49
4-	حضرت مصعب خیرؓ	69
5-	حضرت ابوذر غفاریؓ	95
6-	حضرت مقداد بن عمروؓ	123
7-	حضرت سلمان بن اسلامؓ	139
8-	حضرت عمار بن یاسرؓ	159
9-	حضرت مالک اشترؒ	183
10-	حضرت حبیب ابن مظاہرؒ	209
11-	حضرت میثم تمارؒ	227
12-	حضرت مختار ثقفیؒ	243
13-	حضرت سعید ابن جبیرؒ	265
14-	حضرت کمیل ابن زیادؒ	279

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
5	حضرت ابوطالب ناصر رسولؑ	-1
27	حضرت جعفر طیارؓ	-2
49	حضرت حمزہؓ سید الشہداء	-3
69	حضرت مصعب خیرؓ	-4
95	حضرت ابوذر غفاریؓ	-5
123	حضرت مقداد بن عمروؓ	-6
139	حضرت سلمان بن اسلامؓ	-7
159	حضرت عمار بن یاسرؓ	-8
183	حضرت مالک اشترؓ	-9
209	حضرت حبیب ابن مظاہرؓ	-10
227	حضرت میثم تمارؓ	-11
243	حضرت مختار ثقفیؓ	-12
265	حضرت سعید ابن جبیرؓ	-13
279	حضرت کمیل ابن زیادؓ	-14

عرضِ ناشر

ادارہ منہاج الصالحین نامور مصنف جناب کمال السید کی بکھری ہوئی چہاردہ اصحاب باوفا کی زندگانیوں پر مشتمل کتب کو یکجا کرکے آپ کی خدمتِ عالیہ میں "اصحاب رسولؐ" کے نام سے پیش کر رہا ہے۔ اس کتاب کو پہلے کتابچوں کی صورت میں ایران میں شائع کیا گیا تھا۔ قارئین نے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا' یہی وجہ ہے کہ اس کو دختر نیک اختر معصومہ بتول نے یکجا کر دیا، تاکہ عوام الناس آسانی سے ان ہستیوں کی سیرت کا مطالعہ کر سکیں۔

ہمیں اس کتاب کو زیورِ طباعت سے آراستہ کرنے کی ضرورت اس لیے بھی محسوس ہوئی کہ یہ موضوع بڑی اہمیت کا حامل ہے اور اپنے اندر بہت سارے مفاہیم سموئے ہوئے ہے۔ ایک عرصہ ہو گیا ہے، بلکہ صدیاں بیت چکی ہیں اتحاد بین المسلمین کے دشمنوں نے اس حساس موضوع کو عنوان بنا کر "کہ جی شیعیانِ حیدرِ کرّار اصحابِ رسولؐ کے دشمن ھیں" مسلمانانِ عالم کو باہم دست و گریبان کیا ہے، لاکھوں ہزاروں مسلمان اس حساس موضوع کی بنا پر تہہ تیغ کیے گئے، باہمی کشت و خون کا بازار گرم ہوا' کتنے بچے یتیم ہوئے' کتنی بیبیاں بیوہ ہوئیں' کتنے گھر اجڑے' کتنے خاندان تباہ ہوئے' کتنی خون کی ندیاں بہہ گئیں اور ھنوز یہ مغالطہ اور غلط فہمی پر مبنی یہ جنگ جاری و ساری ہے۔ ہم نے زیرِ نظر کتاب کو

اس لیے شائع کیا تا کہ قارئین پر آشکار ہو سکے کہ شیعیانِ حیدر کرّار اور دوسرے فرقہائے اسلامی کے درمیان صحابیت کا اختلاف نہیں بلکہ وجہ اختلاف مسئلہ امامت وخلافت ہے۔ شیعہ حضرات اصحابِ رسولؐ کا اسی طرح احترام بجالاتے ہیں جس طرح دوسرے مسلمان البتہ کچھ لوگ جان بوجھ کر اس مسئلہ کو اُلجھاتے ہیں تا کہ مسلمان کبھی بھی پُر بقائے باہمی کی زندگی بسر نہ کر سکیں، بلکہ آپس میں تیر وتفنگ ہوتے رہیں۔

اور پھر اغیار نے اس حساس مسئلہ کو خوب اُچھال کر اس سے سوء استفادہ کیا، مسلمانوں میں اپنے ایجنٹ بنائے' جو مادیت کے اسیر ہو کر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتے رہے اور اپنے وظائف حاصل کرتے رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک سادہ لوح مسلمان اُن کے پروپیگنڈے کا اسیر ہو کر اپنے ہی بھائی کا گلا کاٹتا رہا، اُسے یہ احساس تک نہ ہوا کہ میں یہ فعلِ حرام جو کر رہا ہوں اس سے رسولِ اعظمؐ کی روحِ پاک خوشنود ہو گی؟ اصحابِ باصفا اس عملِ مکروہ سے راضی ہونگے؟...... ہرگز نہیں...... بلکہ ان عاقبت نا اندیشوں اور جاہل لوگوں کو اس خونِ ناحق کا حساب چکانا ہو گا اور اپنے انجام کو پہنچنا ہو گا، لہٰذا یہاں پر ایک قاری اس کتاب سے بھرپور استفادہ کرے گا وہاں پر اس کتاب کی اشاعت سے اس بڑے پروپیگنڈے کا جواب ملے گا کہ شیعہ اصحابِ رسولؐ کے دشمن نہیں' بلکہ ان کا احترام واکرام لازم ہے۔ دُعا ہے کہ پروردگارِ عالم بحق اصحابِ باوفا ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے......!!!(آمین)

طالبِ دُعا!

ریاض حسین جعفری

چیئرمین ادارہ منہاج الصالحین لاہور

١

ابوطالبؑ
ناصرِ رسولؐ

عام الفیل

۵۷۰ء میں حبشیوں نے ابرہہ کی قیادت میں خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کی غرض سے شہر مکہ پر حملہ کیا۔ اس زمانہ میں ہمارے نبیؐ محمدؐ کے جدامجد حضرت عبدالمطلبؑ مکہ کے رئیس و سردار تھے۔ انہوں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور خدا سے دعا کی: ''اے پالنے والے! اس گھر کو جسے ابراھیمؑ خلیل اور ان کے بیٹے اسماعیلؑ نے ایک خدا کی عبادت کے لیے بنایا تھا''۔ لشکر کے حملوں سے بچا لے۔

بارگاہِ خداوندی میں عبدالمطلبؑ کی دعا مقبول ہوئی اور جب ہاتھی اور لشکر خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کی غرض سے چلا' تو آسمان پر ابابیل پرندے ظاہر ہوئے' جو اپنی منقاروں میں کنکریاں لئے ہوئے تھے۔ پرندوں نے لشکر پر کنکریاں گرانا شروع کر دیں اور خانہ کعبہ کے پاس سے لشکر کو متفرق کر دیا، جس سے خدا کی قدرت اور عبدالمطلبؑ کی عظمت ظاہر ہوئی۔ اس سال کو عام الفیل کہا جاتا ہے، اسی سال ہمارے نبی محمدؐ کے بارے میں سورہ فیل میں ارشاد ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم:

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے''

الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل؟

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حال کیا ہے؟''

الم یجعل کیدھم فی تضلیل: '' کیا ان کی تدبیر کو بے کار نہیں بنایا؟''

وارسل علیھم طیراً ابابیل ''ان کے (سروں) پر ابابیل پرندے بھیجے''

ترمیھم بحجارۃ من سجیل ''جو ان پر کنکریاں گرا رہے تھے''

فجعلھم کعصف ماکول ''پھر انہیں چبائے ہوئے بھوسے کی مانند بنا دیا''

عبدالمطلبؑ

چاہِ زمزم کو کھودنے والے عبدالمطلبؑ کے دس بیٹے تھے۔ ان ہی میں سے ایک ہمارے نبیؐ کے والد حضرت عبداللہؑ بھی تھے۔ ان کے دوسرے بھائی ابوطالبؑ تھے جو نبیؐ کے چچا تھے۔

ہمارے نبیؐ یتیم تھے، ابھی آپؐ بطنِ مادر ہی میں تھے کہ والد ''عبداللہؑ'' کا انتقال ہو گیا۔ پانچ سال کے ہوئے تو والدہ کی شفقت سے بھی محروم ہو گئے۔ پھر آپؐ کے دادا عبدالمطلبؑ نے کفالت کی۔ عبدالمطلبؑ آپؐ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ آپؐ میں نبوت کے آثار دیکھتے تھے۔

جناب عبدالمطلبؑ حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے دین پر قائم تھے اور اپنے بیٹوں کو مکارمِ اخلاق کی وصیت کرتے تھے۔

مرتے وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: میری صلب سے ضرور ایک نبیؐ ہو گا تم میں سے جو بھی اس وقت موجود ہو اُسے اس نبیؐ پر ایمان لانا چاہیے۔

اس کے بعد اپنے بیٹے حضرت ابوطالبؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور آہستہ سے ان کے کان میں کہا: ''اے ابوطالبؑ! محمدؐ شان و شوکت والے ہیں، لہٰذا تم اپنی زبان اور ہاتھ سے

ان کی مدد کرتے رہنا"

کفیل

ہمارے نبی حضرت محمدؐ آٹھ سال کے تھے کہ جب آپؐ کے جد عبدالمطلبؑ کا انتقال ہوا اور آپ کی کفالت حضرت ابوطالبؑ کی طرف منتقل ہوئی۔

یہاں سے نئے دور کا آغاز ہوا۔

جناب ابوطالبؑ کا نام عبد مناف ہے، "جو شیخ بطحا" کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی والدہ قبیلہ مخزوم کے عمرو کی بیٹی، فاطمہ ہیں۔

ہمارے نبیؐ اپنے چچا کے زیرِ سایہ زندگی گزارتے رہے۔ آپؐ نے چچا کی آغوشِ تربیت میں بہت ہی محبت و شفقت پائی۔ آپؐ کی چچی "زوجہ ابوطالبؑ فاطمہ بنتؑ اسد" بھی اپنی محبت سے سرشار رکھتی تھیں، ہر چیز میں اپنے بیٹوں پر مقدم رکھتی تھیں۔ ایسے کریم گھرانے میں محمدؐ پروان چڑھے۔

ابوطالبؑ کے دل میں بھتیجے کی محبت بڑھتی ہی جاتی تھی؛ خصوصاً اس وقت محبت میں اور اضافہ ہو جاتا تھا جب آپؐ کے بلند اخلاق اور بہترین آداب کو دیکھتے تھے۔

کھانا کھاتے وقت یتیم بچہ ادب سے ہاتھ بڑھاتا، بسم اللہ پڑھتا اور فارغ ہونے کے بعد الحمد للہ کہتا تھا۔ ایک روز ابوطالبؑ نے اپنے بھتیجے کو دسترخوان پر موجود نا پایا تو خود بھی کھانا نہ کھایا اور کہا جب تک میرا بیٹا نہیں آئے گا میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ جب آپؐ "محمدؐ" آ گئے تو پینے کے لیے آپ کو دودھ کا پیالہ دیا، پھر اسی سے یکے بعد دیگرے سارے بچوں نے پیا، سب سیراب ہوئے۔ اس سے ابوطالبؑ کو بہت تعجب ہوا اور کہا: اے محمدؐ! بے شک تم بابرکت ہو۔

بشارت

ابو طالبؑ اہلِ کتاب سے بہت سی بشارتیں سنتے تھے، جن سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ نبیؐ کے ظہور کا زمانہ قریب ہے۔ اس وجہ سے حضرت ابو طالبؑ اپنے بھتیجے کا زیادہ خیال رکھتے تھے، پھر ان میں نبوت کے آثار بھی ملاحظہ کرتے تھے۔ انہیں تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔

جب ابو طالبؑ نے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام جانے کا قصد کیا تو ہمارے نبی ''محمدؐ'' بھی آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ اس وقت آنحضرتؐ کی عمر نو سال تھی۔ تجارتی قافلے شہر بصرہ سے گزرتے تھے۔ بصرہ میں ایک کلیسا تھا کہ جس میں ''بحیرا'' نامی نصرانی راہب رہتا تھا۔ یہ راہب بھی نئے نبی کی آمد کا منتظر تھا۔ جب اس کی نگاہ محمدؐ پر پڑی تو آپؐ میں وہ صفات پائے جو آنے والے نبی کی بشارت سے واضح تھے۔

راہب کمی بچے کے چہرے پر نظر جما دیتا ہے اور اپنے دل کی گہرائیوں میں حضرت عیسیٰؑ کی دی ہوئی بشارتوں کے بارے میں غور کرنے لگتا ہے۔

راہب نے بچے کا نام پوچھا: ابو طالبؑ نے فرمایا: ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''

اس مبارک نام کو سن کر راہب کی فروتنی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ ابو طالبؑ سے کہتا ہے: مکہ لوٹ جاؤ اور اپنے بچے کو یہودیوں سے بچاؤ، کیونکہ یہ بچہ بڑی شان والا ہے۔

ابو طالبؑ مکہ واپس لوٹ آتے ہیں اور اب محمدؐ سے زیادہ محبت ہو جاتی ہے اور ان کی حفاظت میں اور زیادہ کوشاں ہو جاتے ہیں۔

بابرکت بچہ

برسوں گزر جاتے ہیں، مکہ اور اس کے مضافات میں قحط پڑتا ہے۔ لوگ شیخ البطحا کے

پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا سے بارش کی دعا کر دیجئے۔

اے ابوطالبؑ! وادی قحط میں مبتلا ہو گئی ہے اور بچے پیاسے ہیں، چلئے ہمارے لیے بارش کی دعا کیجئے۔ گھر سے نکلتے وقت اگرچہ ابوطالبؑ کو خدا سے بڑی امید ہے لیکن اس کے باوجود اپنے بھتیجے کو ساتھ لے جاتے ہیں۔

ابوطالبؑ محمدؐ کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے بچے کا دل لوگوں کے لیے بارش مانگ رہا تھا اور حضرت ابوطالبؑ نے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے خدا سے دعا مانگی کہ موسلا دھار بارش کو حکم کر دے۔

محمدؐ نے آسمان کی طرف دیکھا اور دیکھتے ہی آسمان پر بادل چھا گئے، بجلی چمکنے لگی اور کڑک ہونے لگی اور پھر ٹوٹ کر اتنا پانی برسا کہ جس سے ندی نالے بہہ نکلے۔

لوگ خوش خوش اپنے گھر لوٹ رہے تھے۔ بارش کی نعمت اور زمین کے سرسبز ہو جانے پر خدا کا شکر ادا کر رہے تھے۔ ابوطالبؑ بھی لوٹ آئے۔ اب ان کے دل میں بھتیجے کی محبت پہلے سے زیادہ ہو گئی تھی۔

سالہا سال گزر جاتے ہیں، محمدؐ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہیں، اخلاق انسانی کا عظیم نمونہ ہیں یہاں تک کہ لوگ صادق و امین کہتے ہیں۔

ابوطالبؑ کو کسی چیز سے اتنی نفرت نہیں تھی جتنی ظلم سے تھی۔ سب سے زیادہ مظلوموں کے ہمدرد تھے لہٰذا ہمارے نبیؐ ابوطالبؑ سے محبت رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ قبیلہ کنانہ اور قبیلہ قیس کے درمیان جنگ چھڑ گئی اس جنگ میں قبیلہ قیس کی غلطی تھی۔ کنانہ کے افراد ابوطالبؑ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی "اے پرندوں کو دانہ دینے والے اور حاجیوں کو سیراب کرنے والے کے فرزند! ہم سے چشم پوشی نہ کیجئے ہم

جانتے ہیں کہ فتح وظفر آپ کے ساتھ ہے"۔

ابو طالبؑ نے جواب دیا:

"جب تم ظلم وتعدی، تفرقہ اندازی اور بہتان سے دست بردار ہو جاؤ گے تو میں تم سے چشم پوشی نہیں کروں گا"، ان لوگوں نے اس بات پر ابو طالبؑ سے معاہدہ کرلیا کہ ہم انہیں انجام نہیں دیں گے۔

اس وقت محمدؐ نے بھی اپنے چچا کے ساتھ کنانہ کا ساتھ دیا تو وہ فتح یاب ہوئے۔

مکہ کے بعض لوگ حاجیوں پر ظلم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قبیلہ خثعم کا ایک آدمی اپنی بیٹی کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لیے آیا۔ مکہ کا ایک جوان اٹھا اور اس نے اس شخص کی بیٹی کو پکڑ لیا، خثعمی نے چلا کر کہا: "کون ہے جو میری مدد کرے"

بعض نے کہا "تمہارے لیے ضروری ہے کہ حلف الفضول سے رجوع کرو"

وہ شخص ابو طالبؑ کے پاس گیا۔

حلف الفضول کے بانی ابو طالبؑ ہی تھے، "حلف الفضول" مکہ والوں کے درمیان ایک عہد تھا اور وہ یہ کہ مظلوم کی مدد کریں گے اور ظالم سے انتقام لیں گے۔ جب خثعمی ان کے پاس مدد حاصل کرنے کے لیے گیا تو مسلح افراد اس جوان کے گھر پہنچے اور اسے دھمکی دی اور لڑکی اس کے باپ کے سپرد کردی۔ محمدؐ بھی اس انجمن کے رکن تھے۔

مبارک شادی

ابو طالبؑ کثیر العیال تھے اور محتاجوں کی اعانت سے چشم پوشی نہیں کرتے تھے۔ نتیجہ میں تنگ دست ہو گئے تھے۔ محمدؐ نے یہ محسوس کیا کہ اب مجھے کچھ کرنا چاہیے۔ مالدار عورت خدیجہؑ نے درخواست کی کہ میرا مال تجارت کیلئے شام لے جایئے۔ تجارتی قافلہ تیار تھا۔ محمدؐ

نے امانتوں کو اہل تک پہنچا دیا۔ خدیجہؑ اپنے بارے میں فکرمند تھیں۔ انہوں نے محمدؐ سے شادی کا پیغام دیا۔ اس رشتہ سے ابوطالبؑ بہت خوش ہوئے اور بنفس نفیس خدیجہؑ کا پیغام لے کر گئے اور ابوطالبؑ کیساتھ بنی ہاشم میں سے محمدؐ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلبؑ بھی تھے۔

ابوطالبؑ نے فرمایا "حمد اس خدا کی جس نے ہمیں ابراہیمؑ کی نسل اور اسماعیلؑ کی ذریت میں قرار دیا اور ہمارے لیے پردہ کا گھر اور امن کا حرم بنایا اور ہمارے شہر میں ہم پر برکت نازل کی"۔

بے شک میرے بھتیجے محمدؐ بن عبداللہؑ کا قریش کے جس شخص سے بھی موازنہ کیا جائے گا اسی پر فوقیت لے جائے گا۔ جس سے بھی مقابلہ کیا جائے گا اسی سے اعظم قرار پائے گا۔ اگرچہ مال ان کے پاس کم ہے، پھر مال تو آنے جانے والی چیز ہے۔ وہ خدیجہ سے رغبت رکھتے ہیں اور خدیجہ بھی انہیں چاہتی ہے۔ تم اس سے جو کچھ مہر مانگو گے وہ میں اپنے مال سے دوں گا۔ قسم خدا کی میرا بھتیجا نباء عظیم کا مالک ہے۔

شادی ہو گئی

برسوں گزر جانے کے بعد خدا نے حضرت ابوطالبؑ کو ایک اور بیٹا عطا کیا جس کا نام علی علیہ السلام رکھا۔

ہمارے نبیؐ حضرت محمدؐ نے اپنے چچا کے بار کو ہلکا کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک روز چچا کے گھر تشریف لے گئے اور علیؑ کو اپنے گھر لے آئے۔

جبریل علیہ السلام

اب ابوطالبؑ ستر (۷۰) سال کے ہو چکے ہیں اور ہمارے نبی محمد مصطفیٰؐ کی عمر چالیس

(۴۰) سال ہے وہ اپنی عادت کے مطابق ہر سال غارِ حرا میں تشریف لے جاتے ہیں۔ اسی سال آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے اور محمدؐ ہاتف کی آواز سنتے ہیں' ہاتف کہتا ہے "پڑھو! پڑھو! اپنے رب کے نام سے، جس نے پیدا کیا، جس سے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی ہے، جس نے انسان کو وہ سب کچھ سکھا دیا ہے جو وہ نہیں جانتا تھا"

پھر کہتا ہے: اے محمدؐ! آپ اللہ کے رسولؐ ہیں اور میں جبریلؑ ہوں۔

محمدؐ غارِ حرا سے بارِ رسالتؐ اٹھائے ہوئے گھر کی طرف لوٹتے ہیں۔

آپؐ کی زوجہ خدیجہ اور آپؐ کے چچا زاد بھائی علیؑ بن ابی طالبؑ آپ کی تصدیق کرتے ہیں۔

ایک روز ہمارے نبی محمدؐ اور آپؐ کے پیچھے علیؑ ابن ابی طالبؑ نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو طالبؑ تشریف لائے اور فرطِ محبت سے فرمایا:

"بھتیجے کیا کر رہے ہو؟"

نبیؐ نے فرمایا:

"ہم دینِ اسلام کے مطابق اللہ کی عبادت کر رہے ہیں"

ابو طالبؑ کی آنکھیں چمک اُٹھیں اور فرمایا:

"میں اس سے راضی ہوں"

جو کچھ تم انجام دے رہے ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے پھر اپنے بیٹے علیؑ سے فرمایا: اے علی علیہ السلام! اپنے ابن عم کی پیروی کیا کرو کیونکہ وہ تمہیں خیر ہی کی دعوت دیں گے۔

نبیؐ کے گھر میں

ایک مدت کے بعد جبریل امین خدا کا یہ حکم لے کر نازل ہوئے۔

وانذر عشیرتک الاقربین واخفض جنا

حک لمن اتبعک من المومنین

"اپنے قریبی خاندان والوں کو ڈرایئے اور مومنین میں سے جو آپ کا اتباع کرے اس کے لیے شانے جھکا دیجیے"

رسولؐ نے حضرت علیؑ کو "جن کی عمر اس وقت دس سال تھی" حکم دیا کہ بنی ہاشم کی دعوت کرآؤ۔ دعوت میں ابوطالبؑ' ابولہب اور دوسرے لوگوں نے شرکت کی۔

جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو ہمارے نبی محمدؐ نے فرمایا:

"میں کسی عرب جوان کو نہیں پہچانتا ہوں کہ جو مجھ سے بہتر اپنی قوم کے لیے کوئی چیز لایا ہو یقیناً میں تمہارے لیے دنیا و آخرت کی نیکیاں لے کر آیا ہوں"

اس کے بعد ان کے سامنے دین اسلام پیش کیا۔

ابولہب اُٹھا اور غصہ میں کہنے لگا...... "یقیناً محمدؐ نے تم پر جادو کر دیا ہے"

ابوطالبؑ نے غضبناک ہو کر کہا...... خاموش' اور پھر محمدؐ کی طرف ملتفت ہو کر فرمایا:

"اُٹھیے اور جو آپ کا دل چاہے کہیے اور اپنے رب کا پیغام پہنچایئے کہ آپؐ صادق و امین ہیں"۔ اس کے بعد نبیؐ اُٹھے اور فرمایا:

"مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اسی کی طرف بلاؤں' پس تم میں سے کون ہے جو اس سلسلہ میں میری مدد کرے' جو ایسا کرے گا وہ میرے بعد تم میں میرا بھائی' وصی اور خلیفہ ہوگا"۔ سب خاموش رہے۔ اس خاموشی کے سناٹے کو علیؑ نے اپنے شباب

کے ہمہمہ سے توڑ دیا اور فرمایا:

اے اللہ کے رسولؐ! "میں آپ کی مدد کروں گا"

یہ سن کر رسولؐ نے اپنے ابنِ عم کو گلے سے لگالیا۔

بنی ہاشم اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ابولہب نے قہقہہ لگا کر تمسخر کیا اور ابوطالبؑ سے کہا "محمدؐ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اپنے بیٹے کی باتیں سنو اور اطاعت کرو" لیکن ابوطالبؑ اس کی بات سے شرمندہ نہ ہوئے بلکہ اس کی طرف قہر آلود آنکھوں سے دیکھا اور اپنے بھتیجے سے شفقت کے ساتھ فرمایا:

"جس چیز کا آپ ﷺ کو حکم ہوا ہے اس کو انجام دیتے رہیے۔ خدا کی قسم، میں آپؐ کی ہمیشہ حفاظت کروں گا"۔

ہمارے نبی محمدؐ قدر شناس آنکھوں سے ابوطالبؑ کی طرف دیکھ رہے تھے اور محسوس کر رہے تھے جب تک سردار مکہ میرے ساتھ ہیں میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے۔

مددگار

بڑھاپے کی کمزوری کے باوجود ابوطالبؑ پوری طاقت سے پیغام محمدؐ سے دفاع کرتے تھے اور مشرکین مکہ سے جاری رہنے والی جنگ میں آپ پہلی صف میں رہتے تھے۔

مکہ والوں کی کثیر تعداد بت پرستی اور قریش کے جابروں کی دھمکیوں کو ٹھوکر مار کر دین خدا میں داخل ہو رہی تھی۔

ایک روز مشرکین کے سرغنہ ابوطالبؑ کے پاس آئے۔ ابوطالبؑ بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ مشرکین نے غصہ میں کہا: اے ابوطالبؑ! اپنے بھتیجے کو روک لیجیے، اس نے ہماری نیند حرام کر دی ہے، یہ ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے۔

ابو طالبؑ اپنے قوم کی طرف سے محزون ہوئے' کیونکہ وہ صدائے حق نہیں سننا چاہتے تھے۔ لہٰذا ابو طالبؑ نے ان سے کہا' مجھے ان سے گفتگو کرنے کی مہلت دو!

ابو طالبؑ نے محمدؐ سے وہ باتیں بتائیں جو سردار قریش نے کہی تھیں۔ رسولؐ نے نہایت ہی ادب کے ساتھ فرمایا" چچا جان میں اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرسکتا"۔

ابو جہل نے، جو کہ سب سے زیادہ کینہ توز تھا...... کہا" آپ کو جس قدر مال چاہیے ہم دیں گے' بلکہ اگر آپ ہم پر بادشاہی کرنا چاہیں گے تو ہم بادشاہ بنادیں گے"۔

رسولؐ نے فرمایا:

"مجھے سوائے کلمہ کے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے"

ابو جہل نے کہا" وہ کیا ہے؟ تا کہ وہ اور ایسی ہی دسیوں چیزیں آپ کو دے دیں"۔

رسولؐ نے فرمایا:

قولو الا اله ا لا الله " کہو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں"

ابو جہل غصہ میں آپے سے باہر ہو گیا اور کہنے لگا" اس کے علاوہ کسی اور چیز کا سوال کیجئے" رسولؐ نے فرمایا:

"اگر تم میرے ہاتھ پر سورج بھی رکھ دو گے تو بھی میں اس کے علاوہ تم سے کچھ نہیں طلب کروں"۔ مشرکین اُٹھ کھڑے ہوئے اور محمدؐ کو ڈرانے دھمکانے لگے۔ ابو طالبؑ نے محمدؐ سے کہا" اپنی جان کا خیال رکھو! اور مجھ پر اتنا بار نہ ڈالو! جس کی مجھ میں طاقت نہیں ہے"۔ رسولؐ نے روتے ہوئے جواب دیا...... "چچا جان! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں اور پھر کہیں کہ اس امر سے دست کش ہو جاؤں تو میں ایسا نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ خدا اسے غالب کردے اور اس کے غیر کو فنا کر

دے"۔ رسولؐ آنسو صاف کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ابوطالبؑ نے رقت آمیز لہجہ میں آواز دی اور کہا: "بیٹے! میرے قریب آؤ"

رسولؐ اُن کے قریب گئے چچا نے بھتیجے کو بوسہ دیا اور کہا "جاؤ بیٹے جو تمہارا دل چاہے کہو خدا کی قسم میں تمہیں کسی کے سپرد نہیں کروں گا"۔

پھر ابوطالبؑ نے قریش کے جابروں کو چیلنج کرتے ہوئے کہا "خدا کی قسم اے محمدؐ! وہ "قریش" اپنی کثرت کے باوجود تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتے، یہاں تک کہ میں زمین کے نیچے دفن کر دیا جاؤں"۔

نورِ اسلام

محمدؐ نئے دین کی بشارت دیتے تھے، تا کہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئیں۔ ایک مرتبہ پھر قریش ابوطالبؑ کے پاس آئے اور ابوطالبؑ کو نئے انداز سے مخاطب کیا، کہنے لگے: اے ابوطالبؑ! یہ عمار بن ولید (خالد بن ولید کا بھائی) ہے، قریش میں اس جیسا جوان نہیں، نہایت ہی حسین ہے اُسے آپ لے لیجئے اور محمدؐ کو ہمارے سپرد کر دیجئے، تا کہ ہم اسے قتل کر دیں۔

ابوطالبؑ کو اپنی قوم پر بہت افسوس ہوا کہ ان کے سوچنے کا انداز ہی نرالا ہے۔ ابوطالبؑ نے انکار کرتے ہوئے جواب دیا "کیا تم اپنا بیٹا اس لیے میرے سپرد کرنا چاہتے ہو کہ میں اس کی پرورش کروں اور اپنا بیٹا تمہیں اس لیے دے دوں تا کہ تم اسے قتل کر دو! خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہوگا۔ کیا تم نے اونٹنی کو غیر کے بچہ کو دودھ پلاتے دیکھا ہے؟"۔

اب مشرکین کی ایذا رسانی کا سلسلہ بڑھ گیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو اور زیادہ ستانا شروع کر دیا۔ ابوطالبؑ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں اس ایذا رسانی کا سلسلہ محمدؐ تک نہ پہنچ

جائے۔ لہٰذا انہوں نے بنی ہاشم کو طلب کیا اور انہیں محمدؐ کی حفاظت کی دعوت دی' چنانچہ ابولہب کے علاوہ سب نے آپ کی آواز پر لبیک کہا۔

ایک مرتبہ ابو طالبؑ کو یہ خبر ملی کہ ابوجہل اور بعض مشرکین محمدؐ کو قتل کرنے کے درپے ہیں لہٰذا وہ جعفرؓ کو ساتھ لے کر محمدؐ کی تلاش میں نکلے' مکہ کے ٹیلوں میں محمدؐ کو تلاش کیا، اِدھر اُدھر ڈھونڈا تو دیکھا کہ محمدؐ اور علیؑ نماز پڑھ رہے ہیں، محمدؐ تنہا نظر آئے، علیؑ کے سوا ان کے ساتھ کوئی نہ تھا' لہٰذا ابو طالبؑ کو قلق ہوا، انہوں نے بھتیجے کا بازو مضبوط کرنا چاہا اور اپنے بیٹے جعفرؓ سے کہا "اپنے ابن عم کی دوسری طرف تم کھڑے ہو جاؤ" یعنی بائیں طرف تم کھڑے ہو جاؤ" تا کہ محمدؐ کو زیادہ قوت وعزم محسوس ہو سکے۔

جعفرؓ نے رسولؐ اور اپنے بھائی علیؑ بن ابی طالبؑ کے ساتھ زمین وآسمان کے خالق اور رب العالمین کے لیے نماز ادا کی۔

ایک بار اور ابو طالبؑ نے محمدؐ کو نہ پایا۔ حسب عادت ان کا انتظار کیا' لیکن وہ نہ لوٹے۔ ابو طالبؑ نے تلاش کرنا شروع کیا، ان تمام جگہوں پر گئے جہاں محمدؐ آتے جاتے تھے لیکن کہیں نہ پایا۔ واپس لوٹ آئے اور بنی ہاشم کے جوانوں کو جمع کیا اور کہا "تم سب تلوار اُٹھالو اور میرے ساتھ چلو' جب میں مسجد میں داخل ہو جاؤں تو تم ان "قریش" کے سرداروں کے پس بیٹھ جانا' جب یہ معلوم ہو جائے کہ محمدؐ قتل کر دیئے ہیں تو تم ان کو قتل کر دینا"۔

بنی ہاشم کے جوانوں نے حکم کی تعمیل کی اور ان میں سے ہر ایک مشرکین کے سردار کے پاس بیٹھ گئے۔ ابو طالبؑ بھی بیٹھ کر انتظار کرنے لگے۔ اسی اثناء میں زید بن حارثہ آئے اور انہوں نے بتایا رسولؐ صحیح وسالم ہیں۔

اس وقت ابو طالبؑ نے اعلان کیا "اگر کوئی رسولؐ کی زندگی سے کھیلے گا تو اس کا انجام

براہو گا" اب مشرکین کو اپنی ذلت کا احساس ہوا، ابو جہل نے گردن جھکائی اور خوف سے اس کا چہرہ زرد ہو گیا۔ بعض مشرکین اپنے لڑکوں اور غلاموں کو ترغیب دیتے تھے کہ وہ رسول کو ستائیں۔ ایک روز رسولؐ نماز پڑھ رہے تھے کہ جب آپ سجدہ میں گئے تو ایک غلام نے آپؐ کے اوپر گندی چیز ڈال دی اور مشرکوں نے قہقہہ لگانا شروع کر دیا۔ محمد ﷺ کو بہت قلق ہوا، دل پکڑ کر رہ گئے، جا کے اپنے چچا سے شکایت کی، ابو طالبؑ کو غیظ آ گیا، تلوار کھینچ لی اور مشرکین کے پاس پہنچے اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ گندگی اٹھا کر یکے بعد دیگرے ان سب کے منہ پر مل دو۔

مشرکین نے کہا "اے ابو طالبؑ اتنا کہہ دینا ہی آپ کے لیے کافی ہے"۔

بائیکاٹ

جب مشرکین کو یہ یقین ہو گیا کہ ابو طالبؑ محمدؐ کی حمایت سے دست بردار نہیں ہوں گے اور ان کی حمایت و حفاظت میں جان بھی دینے کو تیار ہیں تو انہوں نے بنی ہاشم کا سماجی، اقتصادی بائیکاٹ اور ان سے ہر قسم کی قطع تعلقی کا اعلان کر دیا۔

مکہ کے چالیس سرداروں نے قطع تعلقی کے سلسلہ میں ایک دستاویز لکھی اور اسے خانہ کعبہ کے اندر لٹکا دیا۔ یہ واقع ماہ محرم میں بعثت کے ساتویں سال پیش آیا۔

قریش کو یہ توقع تھی کہ ابو طالبؑ ہتھیار ڈال دیں گے لیکن شیخ البطحا کا دوسرا ہی موقف تھا۔ ابو طالبؑ اپنے قبیلہ کو دو پہاڑوں کے درمیان کی وادی میں لے گئے۔ یہ اس لیے کیا تا کہ محمدؐ کو قتل سے بچا سکیں۔

ابو طالبؑ غار میں چلے گئے اور اس کے سوراخوں کو بند کر دیا' تا کہ ان سے داخل ہو کر محمدؐ کو قتل نہ کر دیں۔

اپنے بڑھاپے کے باوجود اپنے بھائی حمزہ اور بنی ہاشم کے دوسرے لوگوں کے ساتھ ابو طالبؑ بھی نبی کو بچانے کے لیے پہرہ دیتے تھے اور ان کو ایک بستر سے دوسرے پر منتقل کرتے رہتے تھے، تا کہ اگر کسی طرح دشمن دن میں رسول کی جگہ دیکھ بھی لے اور پھر ان کے قتل کے لیے رات کے وقت غار کے در آئے تو محمدؐ قتل نہ ہوں۔

اسی طرح بہت سے دن گزر گئے۔ اس گوشہ نشینی کی زندگی میں شعب میں رہنے والے رنج و محرومی اور بھوک کی تکلیف برداشت کرتے رہے۔

جب حج کا زمانہ آیا تو وہ لوگ کھانے پینے اور پہننے کی چیزیں خریدنے کے لیے باہر نکلے۔ قریش کے جابر لوگ ہی مکہ کے مال دار تھے وہ ساری کھانے کی چیزیں خرید لیتے تھے یہاں تک کہ بازار میں کوئی چیز باقی نہیں بچتی تھی کہ جس کو محاصرہ میں پھنسے ہوئے بنی ہاشم خرید لیتے۔

اس متزلزل کر دینے والے زمانہ میں ابو طالبؑ چٹان کی طرح ثابت رہے نہ نرمی اختیار کی نہ اپنے اس موقف سے ہٹے جو محمدؐ کے بارے میں تھا۔ اس مومن کی مثال چٹان کی سی ہے، جو ثابت رہتی ہے۔ اکثر لوگوں نے ابو طالبؑ کی زبان سے یہ اشعار بھی سنے ہیں:

نصرتُ الرسولَ رسولَ المليك ببيض تلألأ كلمع البروق

أذبُّ وأحمي رسول الاله حماية حامٍ عليه شفيق

ایک مرتبہ قریش کے موقف کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا:

ألم تعلموا أنا وجدنا محمّداً رسولاً كموسىٰ خطَّ في أوّل الكتب

وأنّ عليه في العباد محبّة ولا حيف فيمن خصّه الله في الحبّ

لوگوں کے دل میں ان کی محبت ہے اور یہ کوئی افسوس ناک بات نہیں ہے کہ اللہ نے محبت کو ان سے مختص کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت ابوطالبؑ محمدؐ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ چاہتے تھے۔ کبھی آپ کی طرف دیکھ کر رونے لگتے اور فرماتے تھے: "جب میں انہیں دیکھتا ہوں تو مجھے میرے بھائی عبداللہؑ یاد آجاتے ہیں"۔

ایک مرتبہ رات کو ابوطالبؑ آئے محمدؐ کو بیدار کیا اور علیؑ سے فرمایا:

"بیٹے! تم ان کے بستر پر سو جاؤ"۔

حضرت علیؑ نے اپنے والد کو یہ بات سمجھانے کیلئے کہ میں اپنے نفس کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوں، فرمایا:

"اس طرح میں عنقریب قتل ہو جاؤں گا"

ابوطالبؑ نے کہا "حبیب اور فرزند حبیب کی طرف سے فدیہ بننے پر صبر کرو"۔

حضرت علیؑ دلیری سے کہتے ہیں "میں موت سے نہیں ڈرتا ہوں میں تو صرف آپ پر اپنی فداکاری واضح کرنا چاہتا تھا"۔

ابوطالبؑ نے محبت سے اپنے بیٹے کا بازو تھپتھپایا اور محمدؐ کو دوسری جگہ لے گئے تاکہ وہاں آرام کریں اور جب رسولؐ بستر پر آرام فرماتے تھے تو ابوطالبؑ آرام نہیں فرماتے تھے تاکہ نیند غالب نہ آجائے اور ان کا قلب ایمان سے سرشار رہتا تھا۔

مہینوں گزرتے جا رہے تھے اور غار میں محبوس لوگوں کی بھوک اور صبر میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا یہاں تک درختوں کے پتے کھا کر بسر کرتے تھے۔ بھوکے بچوں کو دیکھ کر رسولؐ کو بہت قلق ہوتا تھا۔

خوشخبری

ایک روز محمدؐ اپنے چچا کے پاس آئے جبکہ فرحت ان کے درخشاں چہرے سے عیاں تھی

اور فرمایا: "چچا! خدا نے قریش کے عہد نامہ پر دیمک کو مسلط کر دیا ہے اور اس نے اللہ کے نام کے علاوہ سارا عہد نامہ چاٹ لیا ہے"۔

ابوطالبؑ نے خوشی سے کہا "کیا تمہارے رب نے تمہیں اس کی خبر دی ہے؟"

ہاں......

ابوطالبؑ فوراً اٹھے، ان کا قلب ایمان سے معمور تھا۔ خانہ کعبہ کے پاس گئے، وہاں دارالندوہ میں قریش کے سردار جمع تھے۔

ابوطالبؑ نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے گروہ قریش!"

وہ سب بارعب شیخ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور منتظر رہے کہ دیکھئے کیا کہتے ہیں شاید یہ اعلان کریں گے کہ میں محاصرہ سے عاجز آ گیا ہوں اور اپنا موقف بدل دیا ہے لیکن شیخ البطحا نے کہا: "اے گروہ قریش! میرے بھتیجے! محمدؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ تمہارے عہد نامہ پر خدا نے دیمک کو مسلط کر دیا ہے اور اس نے خدا کے نام کے سوا ساری عبارت کو چاٹ لیا ہے۔ اگر محمدؐ سچے ہیں تو ہمارے بائیکاٹ اور محاصرہ سے دست بردار ہو جاؤ۔"

ابوجہل نے کہا "اگر وہ جھوٹے ہیں؟" (معاذ اللہ)

ابوطالبؑ نے وثوق و ایمان کیساتھ کہا "میں اپنے بھتیجے کو تمہارے حوالے کر دوں گا"

قریش کے سرداروں نے کہا "اس بات پر ہم راضی ہیں، ہمارا تم سے عہد و میثاق ہے"

دیمک کو دیکھنے کے لیے خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا گیا۔ دیکھا کہ اس نے خدا کے نام کے سوا سارا عہد نامہ کھا لیا ہے۔

سارے محاصرین شعب ابوطالبؑ سے نکل آئے۔ محمدؐ اور ان کے ساتھ ان لوگوں نے

جو کہ ایمان لے آئے تھے حج بیت اللہ کی زیارت کے لیے آنے والے وفود کو نورِ اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی۔

کوچ

ابو طالبؑ اپنی عمر کے اسی ۸۰ سال پورے کر چکے ہیں۔ شدید ضعف کا احساس ہوتا ہے، بیمار پڑتے ہیں، صاحبِ فرش ہو جاتے ہیں۔ انہیں کسی چیز کی فکر نہیں ہے۔ صرف محمدؐ کے بارے میں سوچتے ہیں۔ یہ محسوس کرتے ہیں کہ میرے بعد قریش کو کسی کا خوف نہیں رہے گا اور وہ میرے بھتیجے کو قتل کر دیں گے۔

قریش کے سردار شیخ البطحاء ابو طالبؑ کی عیادت کے لیے آتے ہیں اور کہتے ہیں۔

اے ابو طالبؑ! آپ ہمارے سردار ہیں، مرنے کے قریب ہیں، ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان سے دشمنی کی جڑ کو ختم کر دیجئے۔ ان سے کہئے کہ وہ ہمیں کچھ نہ کہیں اور ہم بھی انہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ وہ ہمیں اور ہمارے دین کے بارے میں کچھ نہ کہیں، ہم ان کے اور ان کے دین کے بارے میں کچھ نہ کہیں گے۔

ابو طالبؑ نے ابو جہل، ابو سفیان اور قریش کے دیگر سرداروں کی طرف دیکھا اور خفیف آواز میں کہا ”اگر تم محمدؐ کی باتوں پر کان دھرو گے اور ان کے حکم کا اتباع کرو گے تو کبھی نقصان نہ اٹھاؤ گے اس کی اطاعت کرو کہ تمہاری دنیا و آخرت سنور جائے گی“۔

یہ بات سن کر مشرکین اٹھ گئے اور ابو جہل نے کہا ”کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم ایک خدا کو تسلیم کر لیں؟“

قریش کے اس موقف پر ابو طالبؑ کو بہت افسوس ہوا۔ محمدؐ کی طرف سے فکر مند تھے۔ بنی ہاشم کو بلایا اور انہیں محمدؐ کی نصرت کرنے کی تاکید کی اور کہا: ”اگر وہ جان دینے کا حکم بھی

دیں تو بھی تم دریغ نہ کرنا"۔

پھر ابو طالبؑ نے آنکھیں بند کیں اور اطمینان سے جان کو جاں آفریں کے سپرد کر دیا۔ سردارِ مکہ خاموش ہو گیا۔ بدن کی حرکت بند ہو گئی۔ ان کے بیٹے علیؑ نے دل خراش نالوں سے رونا شروع کیا۔ مکہ کی فضا میں آہ و بکا کی آواز گونجنے لگی۔ مشرکین کے چراغ روشن ہو گئے۔ ابو جہل نے کہا: "اب محمدؐ سے انتقام لینے کا وقت آ گیا ہے"۔

اپنے چچا کو آخری بار وداع کرنے کے لیے محمدؐ تشریف لائے۔

ان کی درخشاں پیشانی کو بوسہ دیا اور کہنے لگے۔

چچا! خدا آپ پر رحم کرے، جب میں چھوٹا تھا اس وقت میری تربیت کی، میں یتیم تھا تو میری کفالت کی، بڑا ہوا تو میری مدد کی، خداوند عالم میری اور اسلام کی طرف سے آپ کو جزاء خیر عطا کرے۔ یہ کہہ کر...... اتنا روئے کہ آنسو نکلے اور اس زمانہ کو یاد کرنے لگے جو کہ اپنے چچا کے سایہ میں گزرا تھا۔ وہ دن بھی یاد آ گیا جب بچے تھے اور چچا تجارت کے لیے شام جا رہے تھے اور آپؐ نے اونٹ کی مہار پکڑ کر روتے ہوئے کہا تھا: "مجھے کس کے اوپر چھوڑ کر جا رہے ہیں، ماں ہے، نہ باپ، میں کس سے دل بہلاؤں؟"

وہ وقت بھی یاد آ گیا جب چچا نے روتے ہوئے کہا تھا:

"خدا کی قسم میں تمہیں غیر پر نہیں چھوڑں گا"۔ پھر ہاتھ بڑھا کر گود میں اٹھا لیا اور بوسے دینے لگے تھے اور دونوں ناقہ پر سوار ہو کر صحرا طے کرنے لگے تھے۔

رسول اکرمؐ کو ہر روز اپنی شیرینی اور تلخی کے ساتھ یاد آ رہا تھا۔ اس کے بعد پھر آپؐ نے اپنے چچا کی منور پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے ابنِ عم علیؑ کو گلے لگا کر رونے لگے۔

عام الحزن

چند ہفتے گزرے تھے کہ رسولؐ کی زوجہ حضرت خدیجہؓ نے بھی وفات پائی، رسولؐ نے اس سال کا نام عام الحزن ''غم کا سال'' رکھا۔ پھر کیا تھا قریش نے آپؐ اور مسلمانوں کو ایذائیں پہنچانا شروع کر دیں۔

ایک روز محمدؐ اپنے گھر آ رہے تھے کہ بے ہودوں نے آپؐ کے سر پر خاک ڈال دی۔ فاطمہؑ باپ کا سر صاف کرتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ رسولؐ نے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا:

بیٹی! رو نہیں، خداوند عالم تمہارے باپ کو محفوظ رکھے گا اور اسے اپنے دین و پیغام کے دشمنوں پر فتح یاب کرے گا۔ جبریلؑ نازل ہوئے اور یہ کہتے ہوئے آسمانی پیغام پہنچایا:

''محمدؐ! مکہ سے ہجرت کر جایئے' آپؐ کے مددگار مر چکے ہیں'' اور جب قریش نے محمدؐ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو اس دفع بھی محمدؐ پر جان قربان کرنے کے لیے ابوطالبؑ کے شیر علیؑ ہی بستر پر لیٹنے کے لیے تیار ہوئے۔

علیؑ! شیخ البطحاء ابوطالبؑ ہی کے بیٹے ہیں۔

محمدؐ یثرب، مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے' تا کہ وہاں سے نورِ اسلام پھیلائیں اور دنیا کو روشن کریں۔

آج بھی جب مسلمان ہر سال خانہ خدا کی زیارت کے لیے جاتے ہیں تو انہیں شیخ البطحا کا مؤقف اور دینِ خدا اور اس کے پیغام سے اُن کا دِفاع کرنا یاد آ جاتا ہے۔

٢

حضرت جعفر طیارؓ

ابتدائیہ

شیخ البطحاء ابو طالبؑ نے اپنے بھتیجے محمد ﷺ کو (گھر پر) نہ پایا تو ان کی تلاش میں نکل پڑے۔ لیکن وہ تنہا نہیں، بلکہ اپنے بیٹے جعفرؑ کے ساتھ، اس وقت جعفرؑ کی عمر بیس (۲۰) سال تھی۔

ابو طالبؑ اپنے بیٹے کے ہمراہ مکہ کے ٹیلوں میں پہنچے تو وہاں محمدؐ کو با خضوع و خشوع نماز میں مشغول پایا۔ آپ کی دائیں طرف شیر اسلام علیؑ کھڑے تھے۔

ان دونوں کو دیکھنے سے خشوع کا پتہ چلتا تھا، دونوں زمین و آسمان اور کائنات کے خالق کی عبادت میں مشغول تھے، دونوں خدا کے علاوہ کسی سے نہ ڈرتے تھے۔

ابو طالبؑ اپنے بیٹے جعفرؑ کی طرف ملتفت ہوئے اور کہا:

"تم بھی اپنے ابن عم کے برابر میں کھڑے ہو جاؤ"

یعنی ان کے دائیں طرف علیؑ کھڑے ہیں تم بائیں طرف کھڑے ہو جاؤ۔

بے شک کوئی پرندہ دو پروں کے بغیر نہیں اڑ سکتا۔ رسولؐ کے چچا یہ نہیں چاہتے تھے کہ محمدؐ کا ایک ہی بازو رہے۔ اسی دن سے اسلام کی درخشاں تاریخ میں جعفرؑ کا نام ظاہر ہوتا ہے۔

جعفر بن ابی طالبؑ تقریباً عام الفیل کے پچیس (۲۵) سال بعد پیدا ہوئے۔ وہ اپنے بھائی "علیؑ" سے دس سال بڑے اور محمدؐ سے تقریباً دس سال چھوٹے تھے۔

جعفرؓ بن ابی طالبؑ رسولؐ سے مشابہہ تھے۔ اپنے چچا عباسؓ کے یہاں پرورش پائی کیونکہ ابوطالبؑ کثیر العیال تھے۔ لہٰذا محمدؐ نے آپ کا بار ہلکا کرنے کا اردہ کیا اور علیؑ کو اپنے گھر لے گئے تو جعفرؓ کو عباس اپنے گھر لے گئے۔

نور اسلام نے مکہ کے آسمان کو منور کر دیا تھا۔ محمدؐ حیران لوگوں کو اس نور کی طرف بلاتے تھے اور مظلوموں کو دین، آزادی وحریت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ اسی طرح جہالت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو نور اسلام کی طرف بلاتے تھے۔

لیکن قریش کے ظالم و جابر ندائے آسمانی اور صدا اسلام پر کان دھرنے والے نہیں تھے، لہٰذا انہوں نے محمدؐ اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ شروع کر دی، کمزور مسلمانوں کو ستانے لگے۔ بلال حبشیؓ، سمیہؓ اور یاسرؓ وغیرہ کو کوڑے برساتے تھے، جبکہ اس کے علاوہ ان کی کوئی خطا نہ تھی کہ وہ ربنا اللہ کہتے تھے۔

حبشہ کی طرف ہجرت

ایک رات کو مسلمان رسولؐ خدا کے پاس جمع ہوئے۔ آپ کو دی جانے والی ایذاؤں بخوبی محسوس کرتے تھے۔ لہٰذا فرمایا:

''سرزمین حبشہ کے بادشاہ کی بادشاہت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا تم لوگ اس کے ملک چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ خداوند عالم کشادگی اور مفر عطا کرے۔''

مومنوں کے دلوں میں ہجرت کی فکر اسی طرح چمکنے لگی جس طرح سورج چمکتا ہے اور زمین روشن ہو جاتی ہے۔

چنانچہ رات کے سناٹے میں خفیہ طور پر چھوٹا سا ایک قافلہ بحر احمر کو پار کر کے حبشہ ''اتھوپیا'' پہنچ گیا، مہاجرین کو آرام مل گیا لیکن مکہ میں مسلمانوں کو دی جانے والی تکلیفوں

میں اضافہ ہو گیا۔

مکہ میں باقی رہ جانے والے مسلمانوں کے بارے میں رسولؐ نے اپنے چچا زاد بھائی جعفرؓ کو حکم دیا کہ ایک بڑی کھیپ لے کر حبشہ چلے جاؤ۔

اس نئی کھیپ میں اسی (۸۰) سے زیادہ مسلمان مرد و عورت شریک تھے، جعفرؓ کی سرکردگی میں ساحل کی طرف روانہ ہوئے۔

سمندر کی موجیں رُکی ہوئی تھیں۔ دل لبھانے والی ہوا چل رہی تھی کہ قافلہ سمندر کے ساحل پر پہنچا۔ اللہ سبحانہ نے چاہا کہ کشتی انہیں جلدی سے حبشہ لے جائے۔

جعفرؓ نے ملاح سے گفتگو کی' ملاح انہیں حبشہ لے جانے پر تیار ہو گیا۔

کشتی سمندر کے سینہ کو روندتی ہوئی چلی، مسلمان خدا کا شکر ادا کرنے لگے کہ اس نے خوف کو امن سے بدل دیا۔ وہ اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے ہیں۔

جعفرؓ مہاجروں کی خصوصاً بچوں کی دل جوئی کرتے رہتے اور ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس عورتوں کی دل جوئی کرتی تھی۔

کئی شب و روز کے بعد کشتی حبشہ کے ساحل پر پہنچی اور مہاجرین اس سرزمین پر پہنچ گئے جس کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اب وہ آزادی کے ساتھ نماز پڑھنے لگے، کوئی ان سے چھیڑ خانی نہیں کرنے والا تھا وہ اپنی نمازوں میں یہ دعا کرتے تھے: پالنے والے! ہمارے سید و سردار محمدؐ اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو قریش کے ظالموں پر فتح یابی عطا فرما۔ لیکن ان تک جو خبریں پہنچتی تھیں اس سے انہیں رنج ہوتا تھا۔ مشرکین کی ایذاؤں کی تاب نہ لا کر یاسر و سمیہ شہادت پا چکے تھے۔ جب ان کے بھائیوں کو تکلیف دی جاتی تھی تو انہیں رنج ہوتا تھا' اگرچہ اس سے ان

کے ایمان وعزم میں مزید استحکام پیدا ہوتا تھا۔

مکہ میں

حضرت محمد مصطفیؐ کا سب سے بڑا دشمن ابو جہل تھا۔ وہ دین خدا کو مٹانے کے لیے منصوبے بناتا رہتا تھا۔ شمع اسلام کو گل کر دینا چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ لوگ تاریکی اور جہالت سے باہر آئیں۔ لیکن دین خدا پھول کی خوشبو کی طرح پھیلتا ہی جا رہا تھا اور بہار کی طرح دلوں میں فرحت بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

ایک روز قریش کے سردار ''دارالندوہ'' میں جمع ہوئے اور شمع اسلام کو بجھانے کے لیے غور کرنے لگے۔

اُمیہ نے کہا: میں بلالؓ کو ایسی سزا دوں گا جو غلاموں کے لیے عبرت ہوگی وہ پھر دین محمدی میں داخل ہونے کے بارے میں نہیں سوچیں گے۔

ابو جہل نے کہا: ہم بنی ہاشم کا بائیکاٹ پھر شروع کریں گے' یہاں تک کہ وہ بھوکے مر جائیں یا عاجز آ کر محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دیں گے تا ہم انہیں قتل کر دیں۔

ابو سفیان نے کہا: لیکن جو لوگ مکہ سے فرار کر کے حبشہ چلے جا رہے ہیں ان کا کیا علاج کیا جائے۔

ابو جہل نے کہا: ہم عنقریب انہیں واپس لوٹا لائیں گے۔

کیسے؟......

ہم نجاشی کے پاس بہت سے تحفے بھیجیں گے وہ ہمارا دوست ہے وہ ہماری درخواست رد نہیں کرے گا۔

وہاں کون جائے گا؟

ایسے آدمی کو روانہ کریں گے جو یہ جانتا ہو کہ نجاشی سے کیسے تفاہم کیا جائے۔

مشوروں کے بعد یہ طے پایا کہ فراریوں کے واپس لوٹانے کے لیے نجاشی کے پاس ایک وفد بھیجا جائے۔

نجاشی کے دربار میں

صبح کے وقت عمرو بن العاص اور عمارہ بن الولید سمندر کی طرف روانہ ہوئے دونوں کے پاس نجاشی کے لیے تحفے تھے۔

وفد کشتی کے ذریعہ حبشہ پہنچا، بادشاہ کے محل پاس پہنچا عمرو نے نگہبانوں سے کہا:

"یہ میرے ساتھ قریش کے لوگوں کا وفد ہے، بادشاہ کے لیے ہدیئے لائے ہیں"۔

نجاشی نے وفد کو خوش آمدید کہا اور قریش کے ہدیوں کو قبول کرلیا۔ اسی طرح جرنیلوں نے بھی ان کے ہدیئے قبول کر لیے۔ بادشاہ نے ملاقات کا سبب معلوم کیا تو......

وفد نے کہا:

آپ کے ملک میں کچھ بے وقوف لوگوں نے پناہ لے رکھا ہے، انہوں نے اپنے اباؤ اجداد کا دین چھوڑ دیا ہے اور بادشاہ کے دین میں بھی شامل نہیں ہوئے ہیں...... بلکہ انہوں نے نیا دین ایجاد کیا ہے۔ جسے ہم آپ نہیں جانتے۔ ہم کو قریش کے سربراہ لوگوں نے انہیں واپس لے جانے کے لیے بھیجا ہے تاکہ ان کی گوشمالی کی جائے۔

حبشہ کا بادشاہ عقل مند و عادل آدمی تھی۔ اس نے کہا: میں ان لوگوں کو کیسے تمہارے حوالے کردوں، جنہوں نے میرے ملک میں پناہ لی ہے اور میرے ہم سایہ بنے ہیں؟ البتہ میں ان سے گفتگو کروں گے۔ اگر ان کا عقیدہ غلط ثابت ہوگیا تو میں انہیں تمہارے سپرد کردوں گا ورنہ اپنے ملک میں آرام سے زندگی گزارنے دوں گے۔

نجاشی نے حکم دیا کہ مہاجرین کو حاضر کیا جائے، مہاجرین آئے، جعفرؑ بن ابی طالبؑ ان میں آگے آگے تھے۔ مجلس شاہی میں پہنچے وہاں کا یہ رواج تھا کہ جو بھی نجاشی کے سامنے جاتا تھا وہ اس کے سامنے سجدہ کرتا تھا چنانچہ حبشیوں اور وفد والوں نے نجاشی کے سامنے سجدہ کیا لیکن مسلمانوں نے سجدہ نہیں کیا ان کے سر بلند ہی رہے۔

نجاشی نے پوچھا:

تم سجدہ نہیں کرو گے؟

جعفرؑ نے جواب دیا:

ہم خدا کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا:

تمہاری مراد کیا ہے؟

جواب دیا:

اے بادشاہ! خدا نے ہمارے پاس رسولؐ بھیجا ہے پھر ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ سوائے خدا کے کسی کو سجدہ نہ کریں۔ اسی طرح نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔

عمرو بن العاص نے کہا:

یہ بادشاہ کے دین کی مخالفت کر رہے ہیں۔

بادشاہ نے اشارہ سے کہا: خاموش! جعفرؑ سے کہا آپ اپنی بات جاری رکھیئے۔

جعفرؑ نے ادب سے کہا:

اے بادشاہ! ہم جاہل تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، فحش انجام دیتے تھے، قطع رحم کرتے تھے، ہمسایوں کا حق ادا نہیں کرتے تھے، طاقتور، کمزور کو کھا جاتا تھا،

یہاں تک کہ خدا نے ہماری طرف ہم ہی میں سے ایک رسولؐ مبعوث کیا کہ جس کی امانت داری، صداقت اور نسب سے ہم واقف ہیں انہوں نے ہمیں خدا کی طرف بلایا تا کہ ہم خدا کو ایک جانیں اور اسی کی عبادت کریں اور پتھروں کے بتوں کی پرستش چھوڑ دیں، سچ بولیں۔

امانت ادا کریں۔

صلہ رحم کریں۔

ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھیں۔

جرم اور قتل سے بچیں۔

ہم کو گالی بکنے اور فحش کلامی، یتیموں کا مال کھانے اور الزام لگانے سے منع کیا ہے۔

ایک خدا کی عبادت کا حکم دیا ہے۔

اس کا شریک ٹھہرانے سے روکا ہے۔

روزہ، نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔

اے بادشاہ! ان باتوں کی بنا پر ہم نے ان کی تصدیق کی ہے اور ان چیزوں کا اتباع کیا جو وہ خدا کی طرف سے لائے ہیں لہٰذا ہم صرف خدا کی عبادت کرتے ہیں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے ہیں۔

ہماری قوم نے ہم سے دشمنی کی، ایذائیں پہنچائیں، ہمارے دین سے پلٹا کر بتوں کی پوجا کرانے کی کوشش کی۔ جب انہوں نے ہم پر بہت ظلم و ستم کیا اور عرصۂ حیات تنگ کر دیا، تو ہم نے آپ کے ملک کی طرف ہجرت کی۔ دوسروں کو چھوڑ کر آپ کو اختیار کیا، آپ کی ہمسائیگی کو پسند کیا۔ امید ہے کہ آپ ہم پر ظلم نہیں کریں گے۔

نجاشی نے احترام سے کہا:

کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ ہے جو تمہارا نبی لایا ہے؟

جعفرؓ نے مودبانہ انداز میں کہا:

ہاں:

نجاشی نے کہا:

میرے سامنے کچھ پڑھو!

جعفرؓ نے سورہ مریم کی چند آیتیں تہ دل سے پڑھیں جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

اور کتاب ''قرآن'' میں مریم کا بھی ذکر کیجیے جب وہ اپنے خاندان والوں سے مشرقی سمت چلی گئیں اور ان کی طرف پردہ ڈال دیا اور ہم نے ان کے پاس اپنی روح کو بھیجا جو ان کے سامنے خاصا انسان بنے گا۔

مریم نے کہا: میں تجھ سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں اگر چہ تم متقی ہی کیوں نہ ہو۔

اس نے کہا: میں تمہارے رب کا فرستادہ ہوں، تمہیں پاکیزہ بیٹا عطا کرنے آیا ہوں۔

مریم نے کہا: میرے یہاں کیسے بیٹا پیدا ہوگا جبکہ مجھے کسی بشر نے مس بھی نہیں کیا اور میں بدکردار بھی نہیں ہوں۔

اس نے کہا: ایسے ہی آپ کے رب کا ارشاد ہے کہ یہ امر میرے لیے آسان ہے اور ہم اسے لوگوں کے لیے اپنی نشانی اور رحمت بنائیں گے اور یہ طے شدہ منصوبہ ہے۔

پھر وضع حمل کے وقت انہیں ایک کھجور کے پاس پہنچا دیا۔ کہا: اے کاش! میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور کسی کے یاد بھی نہ رہتی۔

تو اس نے اس کے نیچے سے آواز دی، پریشان نہ ہوں، خدا نے آپ کے قدموں میں چشمہ جاری کر دیا ہے۔ اور اپنی طرف کھجور کی شاخ کو ہلائیے اس سے تروتازہ کھجوریں

گریں گی۔

کھائیے، پیجئے، اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیجئے پھر اگر کسی انسان کو دیکھیے تو اس سے کہہ دیجئے: میں نے رحمان کے لیے آج خاموشی کا روزہ رکھ لیا ہے، لہٰذا کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔ اس کے بعد مریمؑ بچہ لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں۔

تو انہوں نے کہا: اے مریمؑ! تم نے بہت برا کام کیا۔

اے ہارون کی بہن! نہ تو تمہارا باپ برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں بدکردار تھی۔

نجاشی رونے لگا اور آنسوؤں سے اس کی داڑھی تر ہو گئی، اسی طرح پادری اور راہب بھی گریہ کر رہے تھے۔ جعفرؓ کی دل نشیں آواز نے بھی ان کے خشوع میں اضافہ کر دیا تھا۔

مریمؑ نے بچہ کی طرف اشارہ کیا:

انہوں نے کہا: ہم اس بچہ سے کیسے بات کر سکتے ہیں جو گہوارہ میں ہے۔

بچہ نے کہا: میں خدا کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور نبی بنایا ہے۔

اور جہاں بھی رہوں بابرکت قرار دیا ہے اور جب تک زندہ ہوں اس وقت تک نماز و زکوٰۃ کی وصیت کی ہے۔

اور اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا ہے اور مجھے جبار و شقی نہیں بنایا ہے۔ سلام ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا جس دن مروں گا اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

کلمات کی تعظیم کے لیے نجاشی کھڑا ہو گیا اور احترام سے کہا:

بے شک یہ اور جو عیسیٰؑ لائے تھے ایک ہی چراغ کی روشنی ہے۔

اس کے بعد وفد کی طرف متوجہ ہوا اور غضبناک ہو کر کہا:

میں ہرگز ان کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا بلکہ ان کی حفاظت کروں گا۔

اس کے بعد وفد کو بھگانے اور ان کے ہدیئے لوٹانے کا حکم دیا اور کہا:

تم اور اس نے کشادگی پائی جس کے پاس سے تم آئے ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہ رسولؐ ہے جس کی عیسٰیؑ بن مریمؑ نے بشارت دی تھی..... جیسے چاہو میرے ملک میں رہو۔

نجاشی نے اسلام کے آداب جاننے کا ارادہ ظاہر کیا۔ کیونکہ اس نے دیکھا تھا کہ مسلمانوں نے بادشاہ کی سلامی میں سجدہ نہیں کیا ہے۔ اس سلسلہ میں جعفرؓ طیار سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا:

اے بادشاہ ہمارا اسلام، السلام علیکم ہے

اور یہ بابرکت سلام خدا کی طرف سے ہے۔

دوسری سازش

دوسرے روز عمرو بن العاص پھر محل میں گیا اور اپنے ساتھی سے کہا: اس بار میں جعفرؓ سے انتقام لوں گا۔ میں بادشاہ سے یہ کہوں گا کہ حضرت عیسٰیؑ کے بارے میں مسلمانوں کا دوسرا نظریہ ہے۔

ایک بار پھر وفد نجاشی کی خدمت میں پہنچا اور کہا:

اے بادشاہ! یہ لوگ کہتے ہیں عیسٰیؑ "خدا کے" بندہ ہیں۔

نجاشی تھوڑی دیر خاموش رہا اور پھر نگہبان سے کہا:

جعفرؓ کو بلا کر لاؤ' تاکہ ان سے ان کا نظریہ معلوم کیا جائے۔

جعفرؓ طیار آئے اور اسلام کے طریقہ سے بادشاہ کو سلام کیا۔

السلام علی الملک (سلام ہو بادشاہ پر)

بادشاہ نے پوچھا: عیسٰیؑ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟

جعفرؑ طیار نے جواب دیا کہ "ہم وہی کہتے ہیں جو خدا نے ان کے بارے میں فرمایا ہے اور جس کی ہمیں رسولؐ نے خبر دی ہے"۔

نجاشی نے کہا: تمہارا رسول کیا کہتا ہے؟

جعفرؑ طیار نے کہا: "وہ اللہ کے بندے، اس کے رسولؐ، اس کی روح اور اس کا کلمہ ہے جس کو مریمؑ عذرا کی طرف القاء کیا گیا ہے"۔

نجاشی تھوڑی دیر خاموش رہا۔ اس کے بعد اپنے عصا سے زمین پر خط کھینچتے ہوئے کہا: عیسیٰ بن مریمؑ کے بارے میں تم نے وہی کہا جو حق ہے۔

پھر کہا: "اپنے ساتھیوں کے پاس جاؤ یہاں تم محفوظ ہو"۔

ایک بار پھر وفد کی سازش ناکام ہوگئی اور مایوس مکہ کی طرف لوٹ گئے۔ اس ملاقات کی وجہ سے مسلمانوں کو اس سرزمین میں مزید اقامت گزینی کا موقعہ ملا جہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا تھا۔

جعفرؑ طیار کی کامیابی اور ان کے حبشہ میں باقی رہنے پر محمدؐ اور دوسرے مسلمانوں کو بہت مسرت ہوئی۔

قیام

دن، ماہ اور سال گزرتے رہے۔ جعفرؑ طیار اور ان کے ساتھی دوسرے مسلمان اچھی خبریں سنتے تو خوش ہوتے اور ناخوشگوار خبر سے مغموم ہوتے تھے۔

اس بائیکاٹ اور محاصرہ کے ختم ہونے سے مسرور ہوئے جو کہ قریش نے تحمیل کیا تھا۔ اور جب حامی رسولؐ ابو طالبؑ اور زوجۂ رسولؐ حضرت خدیجہؓ "کہ جس نے اپنی تمام ثروت راہ اسلام میں لٹادی" کی وفات کی خبر سنی تو محزون ہوئے۔

پھر انہیں بڑی مسرت ہوئی جبکہ یہ سنا کہ محمدؐ مدینہ ہجرت کر گئے ہیں۔ وہاں پہلی اسلامی حکومت تشکیل پا گئی ہے جس پر پرچم توحید لہرا رہا ہے۔

کچھ دنوں بعد انہیں معرکہ بدر اور اس میں شرک وصنم کے مقابلہ میں اسلام کی فتح یابی کی اطلاع ملی۔ وہیں معرکہ احد کی روداد سنی تو وہ غمگین ہوئے کہ محمدؐ زخمی ہو گئے ہیں۔ پھر مشرکین اور ان کے حلیف یہودیوں کے مقابلہ میں اسلام کی مسلسل کامیابی کی خبریں سنتے رہے۔

مسلمانوں کی اس وقت کی مسرت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ محمدؐ دنیا کے بادشاہوں کے پاس خط ارسال کر رہے ہیں۔

ایک خط روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس روانہ کیا اور ایک ایران کے بادشاہ کسریٰ کے پاس بھیجا اور ایک مصر کے مقوقس کے پاس ارسال کیا۔

ایک خط نجاشی کے نام

رسولؐ کا قاصد عمر بن امیہ ضمری رسولؐ اسلام کا خط لے کر حبشہ پہنچا، خط کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے رسولؐ کا خط! حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام

بخیر ہوں گے......

میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ بادشاہ بے عیب ہے، پاک، امان میں رکھنے والا، ہیبت والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم روح خدا اور اس کا کلمہ ہے جو کہ اس نے طیبہ و طاہرہ مریمؑ کی طرف القاء کیا۔ حضرت عیسیٰؑ کی تخلیق ایسے ہی ہوئی جیسے آدمؑ کو خدا نے پیدا کیا تھا۔

میں تمہیں اس خدا کی طرف آنے اور اس کی اطاعت پر گامزن ہونے کی دعوت دیتا ہوں جو اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہ کہ تم میرا اتباع کرو اور جو کچھ میں لایا ہوں، اس پر ایمان لاؤ کیونکہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔ میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ میں نے پیغام پہنچا دیا ہے اور نصیحت کر دی ہے۔ میری نصیحت کو مان لو۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

جعفرؓ رسولؐ کے قاصد کو لیکر نجاشی کے محل میں گئے' دونوں نے حبشہ کے بادشاہ کو سلام کیا' اس نے بڑے ہی احترام سے رسولؐ کا خط وصول کیا۔ جب بادشاہ نے خط کا مضمون پڑھا تو رسولؐ کی تعظیم کی خاطر تخت سے اُتر پڑا اور زمین پر بیٹھ گیا۔

عقیدت و احترام سے خط کو آنکھوں سے لگایا۔ پھر اپنے کارندوں کو ہاتھی دانت کا صندوق لانے کا حکم دیا اور اس صندوق میں رسولؐ کا خط رکھا...... اور کہا:

"جب تک اہلِ حبشہ کے پاس یہ خط محفوظ ہے حبشہ والے محفوظ ہیں"۔

اس کے بعد رسولؐ نے نجاشی کے پاس دوسرا خط روانہ کیا۔ قاصد نے خط دیا۔ مرقوم تھا کہ مہاجرین خصوصاً جعفرؓ بن ابی طالبؑ کو باحترام واپس روانہ کر دو اب ان کے لیے وطن بن گیا ہے۔

مسلمان اس خبر سے بہت مسرور ہوئے کہ اب وطن اور دوستوں کی طرف واپسی کا وقت قریب ہے۔ لہٰذا انہوں نے اچھے میزبان کی حیثیت سے نجاشی کا شکریہ ادا کیا۔

نجاشی نے ایسی کشتیاں تیار کرنے کا حکم دیا جو کہ انہیں حبشہ سے حجاز پہنچائیں۔ انہیں کے ہمراہ نجاشی نے ہدیہ وسلام کے ساتھ اپنا نمائندہ رسولؐ کی خدمت میں روانہ کیا۔

سفر کی تیاری کے لیے کشتیوں پر بادبان بلند کر دیے گئے۔ قافلہ واپس روانہ ہوا،

مسلمان خدا کی نصرت پر بہت خوش تھے۔

فتح خیبر

مدینہ منورہ میں لشکرا سلام خیبر کے یہودیوں کے قلعوں کی طرف روانہ ہونے کیلئے تیار تھا۔ خیبر کے یہودی، شمع اسلام کو گل کرنے کی خاطر نت نئے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ مدینہ پر چڑھائی کرنے اور اسلامی حکومت کو گرانے کیلئے عرب کو بھڑکاتے رہتے تھے۔

ان ہی باتوں کے پیش نظر رسولؐ نے ان سے نمٹنے کا عزم کیا تاکہ لوگ ایمان واسلام کے ساتھ عافیت کی زندگی بسر کرسکیں۔

لشکرِ اسلام اس راستہ پر پہنچا جو غطفان کے قبائل اور خیبر کے قلعوں کے درمیان رابطہ کا کام دیتا تھا، اس پر قبضہ کرنے کا مقصد دشمن تک پہنچنے والی امداد روکنا اور اچانک فوجی حملہ کرنا تھا۔

اسلامی لشکر میں چودہ سو ۱۴۰۰ فوجی تھے، جن میں دو سو سوار تھے۔ اس معرکہ میں مسلمان عورتیں بھی شریک تھیں۔

رسولؐ کے فرقِ اقدس پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا اور لشکرِ اسلام قلعوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ صبح ہوتے ہوتے مسلمانوں نے یہودیوں کا محاصرہ کرلیا۔

بعض صحابی نے بڑے حملے کئے لیکن فتح نہ ہوسکی، یہودی مسلمانوں پر تیر بارانی کر رہے تھے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر بعض یہودیوں نے محمدؐ اور آپ کے لشکر کا مذاق اڑایا۔ تو آپؐ نے فرمایا:

”کل میں مرد کو علم دوں گا، جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اللہ اور اس کا رسولؐ اسے دوست رکھتے ہیں“۔

صبح ہوئی تو بعض صحابہ کے دل کی تمنا تھی کہ علم انہیں نصیب ہو جائے' مگر رسولؐ نے جعفؓر کے بھائی علیؑ کے بارے میں پوچھا کہ کہاں ہیں۔

حضرت علیؑ نے پرچم کو لہرایا اور یہودیوں کے قلعوں کی طرف روانہ ہوئے، جب حضرت علیؑ نے یہودیوں کے شیر مرحب کو قتل کر دیا تو ان میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ ایک دوسرے کے بعد قلعے فتح ہونے لگے۔

محمدؐ اور مسلمانوں کے دل خوشی سے بھر گئے، خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ان کے دشمنوں پر فتح عطا کی۔

اسی وقت حبشہ کے مہاجرین واپس آئے' ان میں سب سے آگے آگے جعفؓر ابن ابی طالبؑ تھے۔ رسولؐ کی مسرت دوبالا ہو گئی، مسرت سے چہرہ چمک اٹھا اور فرمایا:

''میں نہیں جانتا کہ مجھے جعفؓر کی آمد کی زیادہ مسرت ہے کہ فتح خیبر کی''۔

محمدؐ نے اپنے ابنِ عم جعفؓر کو گلے سے لگایا، پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا:

''جعفؓر اور ان کے ساتھیوں نے دو ہجرت کی ہیں' ایک حبشہ کی طرف دوسری مدینہ کی طرف''۔

جنگِ موتہ

شام کے شہروں میں سے بصریٰ کے حاکم کی طرف رسولؐ نے ایک سفیر روانہ کیا۔ جب یہ سفیر سرزمین موتہ پر پہنچا تو اسے گرفتار کر لیا گیا اور قتل کر دیا گیا' یہ فعل اخلاقِ انسانی کے منافی تھا۔

رسولؐ کو اس کا بہت قلق ہوا' چنانچہ اس کی گوش مالی کرنے کی خاطر مسلمانوں کو حکم دیا کہ حملہ کے لیے تیار ہو جائیں، آٹھ ہجری ماہ جمادی الاول میں تین ہزار سپاہیوں پر مشتمل

ایک لشکر روانہ ہوا، رسولؐ کی وصیتیں ان کی رہنما تھیں۔

میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں...... اللہ کا نام لیکر آگے بڑھو اپنے اور خدا کے دشمنوں سے جنگ وقتال کرو...... کلیسا میں تمہیں کچھ گوشہ نشین لوگ ملیں گے انہیں کچھ نہ کہنا، عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرنا...... درختوں کو نہ کاٹنا اور عمارتوں کو مسمار نہ کرنا۔

رسولؐ نے زید بن حارثہ کو لشکر اسلام کا سپہ سالار مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالبؓ سپہ سالار ہوں گے اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہؓ بن رواحہ سپہ سالار ہوں گے۔

لشکر اسلام کے جانبازوں کے روم کے بارے میں اطلاع ملی کہ رومیوں نے رومانیوں اور اپنے عرب قبائل دوستوں سے ایک بڑا لشکر تیار کیا ہے جس میں دو لاکھ سپاہی شامل ہیں اور سب بلقاء نامی مقام پر جمع ہو گئے ہیں۔

پہلا مقابلہ "مشارب" نامی گاؤں کے پاس ہوا تو اس میں روم کی فوقیت ثابت ہوئی۔

روم کے بادشاہ نے قیادت عامہ اپنے بھائی "تیودور" کے سپرد کر دی تھی۔

اسلام کے چھوٹے سے لشکر نے سرزمین "موتہ" کو اختیار کیا کیونکہ یہ جگہ جنگی حملوں اور ہرقل کے بڑے لشکر سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے مناسب تھی۔

زید بن حارثہ حملہ کرنے کے لیے تیار ہوئے، پرچم اسلام کو لہرایا اور دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ ان کی دلیرانہ جنگ نے فوج اسلام میں جوش پیدا کیا۔

گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی کہ زید کو تیر لگا اور شہید ہو کر زمین پر گر پڑے، زمین مثل شفق لال ہو گئی۔

پرچم اسلام کے زمین پر گرنے سے پہلے ہی جعفر بن ابی طالبؓ نے علم سنبھال لیا،

فوجوں کو روک لیا، شجاعانہ جنگ کرنا شروع کی، معرکوں کے شور وغل میں با آواز بلند کہا:
کامیابی یا شہادت دونوں ہی مومنین کی امید و آرزو ہیں۔

یا حبذ الجنة و اقترابها　　　طیبة و بارد شرابها

والروم روم قددنا نذابها　　　کافرة بعیدة انسابها

علی ان لا قیتها ضرابها

لیکن وہ خون کے آخری قطرہ تک جنگ کا عزم رکھتے تھے' آپ کے گھوڑے کے اوپر کا حصہ خون سے رنگین ہو گیا۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا کارنامہ تھا۔

جعفرؓ پہاڑ کی طرح ثابت قدمی کے ساتھ جنگ کر رہے تھے اور دشمن پر غالب ہوتے چلے جا رہے تھے۔

رومیوں کے ایک بڑے لشکر نے آپؓ پر حملہ کیا اور دائیں ہاتھ کو تلوار سے جدا کر دیا۔

جعفرؓ نے بائیں ہاتھ میں علم سنبھالا اور مقابلہ کیا لیکن دوسرا ہاتھ بھی قلم ہو گیا۔ اب جعفرؓ نے علم کو سینہ سے لگا لیا' تاکہ مقاومت جاری رکھ سکیں۔

اس خوفناک وقت میں جعفرؓ پر ایک ضرب اور لگی کہ جس سے آپؓ شہید ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اب تیسرے قائد عبداللہؓ بن رواحہ نے علم سنبھالا' تاکہ معرکہ میں ایک مرتبہ پھر علم لہرائیں۔

نئے سپہ سالار نے رومیوں کے حملوں کو روکنے کے لیے' جو کہ سیلاب کی طرح بڑھتے چلے آ رہے تھے' بہادری سے جنگ شروع کی۔

مگر عبداللہؓ بھی شہید ہو گئے۔ اب ثابت بن ارقم نے علم سنبھالا اور مسلمانوں سے کہا کہ نئے سپہ سالار کا انتخاب کر لو۔ خالد بن ولید کو سپہ سالار منتخب کیا گیا۔

نئے سپہ سالار نے جلد ہی فیصلہ کر لیا! مقابلہ سے بہتر ہے کہ ہم پسپائی اختیار کر لیں اور

دشمن سے تدبیر کے ساتھ جنگ کریں۔

جب رات نے ہر چیز کو تاریکی میں چھپا لیا تو لشکرِ اسلام پیچھے ہٹ گیا اور دور صحرا میں چلا گیا۔

صبح کے وقت رومیوں نے دیکھا کہ صحرا سے مسلمان ہمہمہ کے ساتھ چلے آرہے ہیں چنانچہ مسلمانوں نے قلیل ہونے کے باوجود رومیوں کو خوف زدہ کردیا اور انہوں نے لوٹنے ہی میں بہتری سمجھی۔

مدینہ میں

جبرئیلؑ نے رسولؐ کو جنگ کی روداد سے آگاہ کیا۔ رسولؐ منبر پر تشریف لے گئے اور مسلمانوں کو اس طرح خطبہ دیا۔

زید نے علم لیا اور جنگ کی اور شہید ہو گئے۔ پھر جعفرؓ نے علم لیا جنگ کی اور پھر شہادت پائی' اس کے بعد عبداللہؓ نے علم لیا جنگ کی اور شہید ہوئے۔

پھر رسولؐ اس عظیم شہید کی زوجہ کے پاس تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔

جب رسول ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ بچے بیٹھے ہیں۔ ہاں ان کے بال سنور چکی ہے۔

رسولؐ نے جعفرؓ کے بچوں کو بوسہ دیا اور پیار سے پہلوں میں بیٹھایا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اسماء سمجھ گئیں کہ ان کے شوہر کے ساتھ کچھ ہوا ہے۔ لہٰذا کہنے لگیں:

''یارسولؐ اللہ! کیا آپ کو جعفرؓ اور ان کے اصحاب کے بارے میں کوئی خبر ملی ہے؟''

رسولؐ نے افسوس کے ساتھ فرمایا:

''ہاں وہ قتل کر دیئے گئے ہیں''

اس کے بعد آنحضرتؐ وہاں سے گھر پہنچے اپنی لختِ جگر فاطمہؑ سے فرمایا:

''ان غمزدہ بچوں کے لیے کھانا تیار کرو''۔

دو پَر والے

اسلامی فوجیوں نے موتہ سے لوٹنے کے بعد اپنے اہل وعیال سے جعفرؓ بن ابی طالبؓ اوران کے ساتھ شہید ہونے والوں کی بہادری ودلیری کی داستان سنائی۔

ایک نے کہا: ''میں نے ان کے بدن پر نوے (۹۰) زخم دیکھے ہیں''۔

دوسرے نے کہا: ''میں نے انہیں اس وقت دیکھا جب ان کا بایاں ہاتھ قلم ہوا تھا۔ پھر وہ زمین پر گر پڑے درآنحالیکہ خون ان کے زخموں سے بہہ رہا تھا''۔

محمدؐ نے فرمایا: ''مجھے جبریلؑ نے خبر دی ہے کہ خداوند عالم نے جعفرؓ کو دو پَر عطا کیے ہیں جن سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں''۔

اسی شب جعفرؓ کے بچوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان ستاروں سے بھر گیا ہے اور ان کے والد ملائکہ کی طرح دو پَروں سے پرواز کررہے ہیں۔

۳

حضرت حمزہؓ
سید الشہداء

حمزہ مکہ کے ٹیلوں کی طرف نکل گئے، ان کا گھوڑا طاقتور تھا' جو ریت کے ٹیلوں پر چڑھ جاتا تھا۔ گھوڑا آرام سے نیچے اُترا' اور حمزہؓ اپنے آس پاس کے حسین مناظر کے بارے میں غور کرنے لگے۔

نیلے رنگ کا آسمان صاف تھا' سورج کی دھوپ ٹیلوں پر پڑ رہی تھی، جس سے ریت کے ذرّات چمک اٹھے تھے۔

جناب حمزہ محمدؐ کی دعوت سے متعلق کچھ سوچ رہے تھے، دلی طور پر رسولؐ کے ساتھ تھے یہ تو حق ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تو پھر یہ لات، عزا اور منات کیا ہیں؟ کچھ نہیں پتھر ہیں، جنہیں انسان ہی نے تراش لیا ہے، تو پھر ان کی عبادت کیوں کی جاتی ہے؟

گھوڑا صحرا میں دوڑنے لگا، خرگوش بھاگے، انہوں نے دور، ایک آدمی کو دیکھا جو کمان اٹھائے ہوئے شیر تلاش کر رہا ہے۔

حضرت محمدؐ

حضرت محمدؐ صفا و مروہ کے درمیان جہاں سعی کی جاتی ہے وہاں ایک پتھر پر تشریف فرما ہیں۔ حسب عادت گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

اپنی قوم کے بارے میں سوچ رہے ہیں جس نے آپؐ کا اور پیغام خدا کا انکار کر دیا ہے۔

ایک گھر میں "جو کہ" سعی کی جگہ، کے راستہ پر واقع ہے، دو لڑکیاں بیٹھی ہیں، گھر کی

بالکونی راستہ پر واقع ہے، دونوں لڑکیوں نے محمدؐ کو فکر میں مستغرق دیکھا، جو کبھی آسمان اور کبھی پہاڑ کی طرف دیکھتے ہیں۔

اسی وقت ابو جہل اور اس کے ساتھ کچھ مکہ کے بے ہودہ لوگ دکھائی دیتے ہیں جو کہ قہقہہ لگا کر ہنس رہے تھے۔

ابو جہل نے محمدؐ کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا، آپؐ کا مذاق اڑانے کی غرض سے کہا:

اس جادوگر..... اس دیوانے کو دیکھو یہ ہماری طرح نہیں ہنستا..... خاموش رہتا ہے..... بے ہودے ہنسے ان کے شیطانی قہقہوں سے فضا گونج اٹھی:

ہاہاہاؐ ہاہاہاؐ.......

لڑکیاں افسوس کے ساتھ یہ ماجرہ دیکھ رہی ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ابو جہل محمدؐ کے چاروں طرف گھوم رہا ہے اور قہقہہ لگا رہا ہے، مضحکہ خیز حرکتیں کر رہا ہے۔

ابو جہل نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر رسولؐ کے سرِ اقدس پر ڈال دی۔

آپ کا چہرہ اور لباس خاک سے اٹ گیا......

ابو جہل اور بے ہودوں نے قہقہہ لگایا، محمدؐ خاموش ہیں، محزون ہیں......

لڑکیاں رسول کی بے چارگی پر ترس کھا رہی ہیں افسوس کر رہی ہیں۔

ابو جہل اور اس کے ساتھی چلے گئے، محمدؐ اٹھے اور اپنے سر، چہرہ اور کپڑوں سے گرد جھاڑی اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔

ایک گھنٹہ گزر گیا، دونوں لڑکیوں نے طے کیا کہ اس واقعہ سے جناب حمزہ کو مطلع کریں گے، ان کا انتظار کرتی ہیں۔

دور سے جناب حمزہ نظر آئے جو اپنے گھوڑے پر سوار ٹیلے سے نیچے اُتر رہے ہیں۔

لڑکی نے آواز دی۔

جناب حمزہ لوٹ آئے۔ آؤ انہیں ماجرہ سنائیں۔

لڑکیوں نے کہا:

اے ابوعمارہ......

حمزہ ٹھہر گئے اور لڑکیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

لڑکیوں نے غمگین لہجہ میں کہا:

اے ابوعمارہ! اگر آپ اپنے بھتیجے محمدؐ کے ساتھ ابوجہل کی بدسلوکی دیکھ لیتے......

حمزہ نے پوچھا: کیا، کیا اس نے؟

ان کا راستہ روکا، برا بھلا کہا اور ان کے سر پر خاک ڈالی ہے۔

حمزہؓ کا خون کھول اُٹھا، گھوڑے کو کمان ماری، گھوڑا ہواؤں سے بات کرنے لگا، شہ سوار کعبہ کے قریب پہنچ گیا۔

حمزہ کی عادت تھی کہ جب وہ شکار سے واپس آتے اور لوگوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کرتے، لیکن آج محمدؐ کے ساتھ کی جانے والی بدسلوکی، کی بنا پر غضبناک ہیں۔ لہٰذا کسی کو سلام نہیں کیا اور ابوجہل کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

حمزہؓ اپنے گھوڑے سے شیر کی طرح کود پڑے اور کمان ابوجہل کے سر پر دے ماری۔

ابوجہل نے حمزہؓ کو غضبناک دیکھا تو عاجزی سے کہنے لگا:

اے ابوعمارہ! انہوں نے ہمارے خداؤں کو برا کہا اور ہمیں بے وقوف قرار دیا ہے۔

حمزہ نے کہا: ''تم سے زیادہ بے وقوف اور کون ہوگا، پتھروں کو پوجنے والو!''

حمزہ غیظ میں چیخے: "اگر طاقت ہو تو میرا جواب دو"

کعبہ کے صحن میں حق کی آواز گونجی۔ حمزہ نے کہا:

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله

حمزہ نے قہر آلود آنکھوں سے ابو جہل کو دیکھا اور کہا:

"تم انہیں "محمدؐ کو" برا کہتے ہو اور میں ان کے دین پر ہوں"۔

ابو جہل نے ذلت سے سر جھکا لیا اور خاموش ہو گیا، بے ہودے اس کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

حمزہ محمدؐ کے پاس گئے اور روتے ہوئے گلے لگایا۔

محمدؐ اپنے چچا حمزہ کے مسلمان ہو جانے سے بہت خوش ہوئے۔ لہٰذا ان کا نام شیر خدا اور شیر رسولؐ خدا رکھ دیا۔

ولادت

جناب حمزہؓ ۵۷۰ء کو عام الفیل والے سال میں پیدا ہوئے۔

وہ ہمارے نبی محمدؐ کے رضاعی بھائی تھے، کیونکہ ثوبیہ نام کی عورت نے دونوں کو دودھ پلایا تھا۔

حمزہ طاقتور، شجاع اور بے باک تھے، بعثت رسولؐ کے دوسرے سال اسلام لائے۔

لوگوں کو حمزہ کے مسلمان ہونے کی خبر ہوئی تو مسلمانوں نے خوشیاں منائیں اور مشرکوں کے دل مرجھا گئے۔

بعض مسلمان اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے لیکن ان کے مسلمان ہو جانے پر اعلانیہ کلمہ پڑھا۔

اس زمانے میں حمزہؓ کے مسلمان ہو جانے سے، محمدؐ کے اتباع کرنے والوں کی طاقت بڑھ گئی۔ان سے قریش ڈرتے تھے کیونکہ ہزار کے برابر سمجھتے تھے۔

بعثت کا نواں سال

محمدؐ کو مبعوث بہ رسالت ہوئے نو سال ہو چکے ہیں، مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔عمر بن خطاب مغلوب الغضب ہیں، ایک روز تلوار اٹھائی اور محمدؐ کے قتل کا ارادہ کر لیا۔محمدؐ کے بارے میں پوچھا: جواب ملا وہ اپنے اصحاب کے ساتھ صفا پہاڑ کے نزدیک گھر میں تشریف فرما ہیں۔عمر اس گھر کی طرف چل دیئے۔

راستہ میں نعیم سے ملاقات ہو گئی۔یہ عمر ہی کے خاندان سے تھا، اس نے عمر سے پوچھا: ”کہاں کا ارادہ ہے.....عمر؟“

عمر نے کرخت لہجہ میں کہا: ”آج محمدؐ کا قصہ تمام کرنا چاہتا ہوں، وہ ہمارے دین کو برا کہتا ہے۔“

نعیم خفیہ طریقہ سے مسلمان ہو چکا تھا لہٰذا اس نے کہا: ”اگر تم نے انہیں اذیت دی تو بنی ہاشم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے......اور پھر تمہاری بہن و بہنوئی بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔“

عمر نے چیخ کر کہا: ”کیا......؟ میری بہن فاطمہ......؟؟؟“

عمر اپنی بہن کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔جب نزدیک پہنچے تو کسی مرد کو قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔

آسمانی کلمات متاثر کرنے والے تھے......!

بسم اللہ الرحمن الرحیم ..طٰہٰ .. ماانزلنا علیک القرآن لتشقیٰ..

عمر نے دروازے کو دھکا دیا، گھر میں گھس گئے۔

بہن نے صحیفہ قران کو چھپایا، عمر اسے پارہ پارہ کرنا چاہتے تھے بہن کو اتنا مارا کہ لہولہان ہوگئی۔

عمر اپنی اس حرکت پر پشیمان ہوئے...... گھر سے نکل گئے۔

صفا پہاڑ کے نزدیک محمدؐ اپنے بعض اصحاب کے ساتھ ایک گھر میں موجود تھے۔

انہیں قرآن و حکمت کی تعلیم دے رہے تھے، ان کے سامنے آسمانی آیات کی تلاوت کر رہے تھے۔

اسی اثناء میں شدید طریقہ سے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنی گئی۔

ایک مسلمان اٹھا اور یہ دیکھنے کہ کون آیا ہے، دروازہ پر پہنچا۔

حمزہ نے پوچھا: ''کون آیا ہے؟''

عمر...... اس کے ہاتھ میں تلوار ہے۔

حمزہ نے کہا: ''ڈرو انہیں دروازہ کھول دو''

اگر اس نے نیکی کا اظہار کیا تو ہم بھی خوش اخلاقی سے پیش آئیں گے اور اگر برا چاہا تو اسی کی تلوار سے قتل کر دیں گے۔

حمزہ نئے آنے والے کے استقبال کے لیے اٹھے، دروازہ کھولا اور پوچھا:

خطاب کے بیٹے! کیا چاہتے ہو؟

جواب دیا:

اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله کہنے کے لیے آیا ہوں

محمدؐ نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

اللہ اکبر......

(بظاہر) عمر کے اسلام لانے سے مسلمان خوش ہوئے۔

ہجرت

یثرب والے دو قبیلوں، ''اوس و خزرج'' میں منقسم تھے۔ انہوں نے رسولؐ سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ وہ اپنی جان و مال سے دین خدا کا دفاع کریں گے۔

جب قریش نے مسلمانوں کو زیادہ اذیتیں دینا شروع کر دیں، تو محمدؐ نے انہیں یثرب کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا۔ مسلمان انفرادی اور اجتماعی طریقہ سے چھپ کر مکہ سے جانے لگے۔

حمزہ بن عبدالمطلبؑ بھی مسلمان مہاجرین کے ساتھ ہجرت کر گئے۔

یثرب میں مہاجرین و انصار محمدؐ کی ہجرت کا شدت سے انتظار کر رہے تھے، ان کی آمد کے منتظر تھے۔

ایثار

مشرکین نے محمدؐ کے قتل کا منصوبہ بنا لیا، جبریلؑ نے نازل ہو کر رسول کو مشرکین کی سازش سے خبردار کر دیا۔ رسولؐ نے اپنے ابن عم علی بن ابی طالبؑ کو بلایا، انہیں صورت حال بتائی اور فرمایا: تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ تاکہ میں جان بچا کر یثرب چلا جاؤں۔

حضرت علیؑ نے محمدؐ سے دریافت کیا: ''کیا آپ بچ جائیں گے؟''

محمدؐ نے جواب دیا: ''ہاں......''

نبیؐ کے بچ جانے سے علیؑ مسرور ہوئے اور اپنے بارے میں یہ نا سوچا کہ جب

مشرکین رسولؐ کے گھر کا محاصرہ کریں گے تو اس وقت کیا ہوگا۔

جبریل یہ آیت لیکر نازل ہوئے: ''ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ''

یعنی اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو اپنے نفس کو مرضی خدا کے عوض بیچ دیتا ہے۔

اس آیت میں حضرت علیؑ کے ایثار و فداکاری کی تعریف موجود ہے۔

رسولؐ مدینہ پہنچ گئے، آپؐ کے آتے ہی اس کا نام مدینہ منورہ ہوگیا۔

مکہ میں

مکہ میں مشرکین نے مہاجر مسلمانوں کے گھروں کو تہس نہس کر دیا تھا۔

مسلمانوں کو اس کا بڑا قلق تھا اسی بنا پر رسولؐ نے قریش کو گوش مالی کے لیے ان کے تجارتی قافلوں پر حملے کے لیے چند دستے روانہ کیے۔

رسولؐ نے شیرِ خدا حمزہ کو بلایا اور تاریخ اسلام کا سب سے پہلا علم انہیں عطا کیا' یہ واقع ماہ رمضان یکم ہجری کا ہے۔

رسولؐ نے حمزہ کو حکم دیا کہ اپنا دستہ لیکر روانہ ہو جائیں' یہ دستہ تیس مہاجروں پر مشتمل ہے جو قریش کے قافلہ کی طرف روانہ ہیں۔

مقام ''عیص'' پر جناب حمزہ کا ابو جہل سے مقابلہ ہو گیا۔

ابو جہل کے ساتھ مسلمانوں سے دس گناہ زیادہ تین سو جنگجو ہیں۔ لیکن حمزہ اور ان کے دوسرے ساتھی مہاجرین بالکل نہیں ڈرے اور مشرکین سے ٹکر لینے کے لیے تیار ہو گئے۔

معرکہ آرائی سے قبل ''مجدی بن عمرو الجہنی نے'' کہ جس کے قریش اور مسلمانوں کے ساتھ اچھے تعلقات تھے، مداخلت کی اور دونوں کے درمیان حائل ہو گیا۔

حمزہ کو اس بات پر فخر تھا کہ وہ پہلے مسلمان ہیں جنہیں رسولؐ نے پرچم اسلام عطا کیا

ہے، اس سلسلہ میں ان کے یہ اشعار ہیں:

بامر رسول اللّٰہ او خافق
علیہ لواء لم یکن لاح من قبیلی
لواء لدیہ النصر من ذی کرامۃ
الہ عزیز فعلہ أفضل الفعل

پھر اپنے مدمقابل ابوجہل کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

عشیۃ ساروا حاشدین و کلنا
مراجلہ فی غیظ اصحابہ تغلی
فلما تراء ینا اناخوا فعقلوا
مطایا وعقلنا مدیٰ غرض النبل
وقلنا لھم حبل الا لہ نصیرنا
وما لکم الا الضلالۃ من حبل
فثار ابو جھل ھنالک باغیاً
فخاب وردّ اللّٰہ کید أبی جھل
وما نحن الا ثلاثین راکباً
وھم مائتان بعد واحدۃ فضل

محمدؐ کے ہمراہ

غزوہ عشیرہ کی قیادت رسول کررہے تھے اور پرچم حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے پاس تھا۔ اس کے بعد بہت سے سرئے اور اسلامی معرکے وقوع پذیر ہوئے کہ جن کا مقصد

قریش کی گوشمالی تھا۔

قریش نے مسلمانوں کے خلاف اقتصادی جنگ کا اعلان کر دیا تھا، مکہ میں مسلم مہاجرین کے گھروں پر حملہ کر دیا تھا، جزیرۃ العرب میں ہر جگہ قریش کی مسلمانوں کے خلاف جنگ کی چنگاری پہنچ چکی تھی، وہ عرب یثرب کو تباہ کر دیتے۔ عرب قبائل کو اکسا رہے تھے۔

محمدؐ نے قریش کی تادیب کا ارادہ کیا، تہدید و تنبیہ کا بہترین ذریعہ، شام جانے والے قریش کے تجارتی قافلے ہی تھے۔

حمزہ کسی بھی جنگ میں رسولؐ کا ساتھ نہ چھوڑتے تھے۔

جنگ بدر

محمدؐ کو خبر ملی کہ شام سے قریش کا تجارتی قافلہ ابوسفیان کی قیادت میں واپس آ رہا ہے۔

محمدؐ نے مسلمانوں سے فرمایا: "کہ قافلہ کو روکو"

بارہ ۱۲ رمضان ۲ھ کو محمدؐ ۳۱۳ مہاجرین و انصار کے ساتھ نکلے

مسلمانوں کے حرکت میں آ جانے اور قافلہ پر انکے حملہ کرنے کے ارادہ کی ابوسفیان کو بھی خبر مل گئی۔ لہٰذا اس نے تیزی کے ساتھ ایک آدمی کو قریش کے پاس بھیجا جس نے قریش کو اس خطرناک صورت حال سے آگاہ کیا اور وہاں سے قریش کو جمع کیا۔

ابوجہل نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اسلام و مسلمین کے خلاف جنگ کرنے پر اُکسایا۔ قریش کے سرداروں کے پاس ۹۵۰ جنگجو تھے، انہیں لیکر وہ بدر کے کنوؤں کی طرف جہاں مسلمان جمع تھے چل دیئے۔

۱۷ رمضان کو دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں آ گئے۔ مشرکین نے طبل جنگ بجانا شروع کر دیا جبکہ مسلمان ذکر خدا اور اس کی تسبیح میں مشغول تھے۔

محمدؐ پر جبریلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے: وان جنحو اللسلم فاجنح لھا "اگر یہ صلح پر تیار ہیں تو صلح کر لیجئے"۔

نبیؐ نے قریش سے صلح اور لوٹ جانے کی پیشکش کی۔ لیکن ابو جہل نے انکار کر دیا، وہ تو یہ سوچ رہا تھا کہ عنقریب اسلام کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ اس کا لشکر مسلمان کے لشکر سے تین گنا زیادہ تھا۔

دونوں لشکر جنگ میں کود پڑنے کے لیے تیار ہو گئے ایک مشرک نے کہا:

اے محمدؐ! ہمارے مقابلہ میں قریش میں سے ان کو بھیجئے جو ہمارے کفو ہوں۔

اب رسولؐ اپنے اصحاب کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا:

اے عبیدہ بن حارث، اے حمزہ بن عبد المطلبؓ اور اے علیؑ بن ابی طالب اٹھو!

وہ خدا کی مدد یا اس کی راہ میں شہادت کے جذبہ سے سرشار کوشی کے ساتھ اٹھے۔

عبیدہ، عتبہ بن ربیعہ کے مقابلہ میں پہنچے۔

حضرت علیؑ، ولید بن عتبہ کے مقابلہ میں تشریف لائے۔

اور حمزہ، شیبہ بن ربیعہ کے مقابلہ میں تشریف لائے

تاریخ اسلام کا اولین معرکہ شروع ہوا حمزہ نے اپنے مد مقابل کو بہت جلد زیر کر لیا اور حضرت علیؑ نے اپنے دشمن کو مار گرایا۔ عبیدہ نے اپنے دشمن پر ضرب لگائی، لیکن دشمن نے بھی آپ پر ضرب وارد کر دی، جس سے عبیدہ زمین پر گر پڑے تو حمزہؓ و علیؑ نے عتبہ کو قتل کیا اور عبیدہ کو مسلمین کے چھاؤنی میں اٹھا لائے۔

جب میدان جنگ میں مشرکین کے جیالے شکست کھا گئے تو ابو جہل نے کہا کہ سب ملکر حملہ کر دو۔ مسلمان ایمان سے سرشار روح اور خدا پر اعتماد کے ساتھ حملہ روکنے کیلئے تیار ہو

گئے۔ ابو جہل قتل ہو گیا تو کفر کا سر قلم ہو گیا اور مشرکین پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے۔

انتقام

قریش کی شکست کی خبر مکہ پہنچی تو زوجہ ابو سفیان ہند کے علاوہ مشرکین کے کشتوں پر تمام عورتیں روئیں۔ ہند سے لوگوں نے کہا: کیا تم اپنے بھائی، باپ اور چچا کو نہیں روؤ گی؟ اس نے کہا: نہیں جب تک محمدؐ اور اس کے اصحاب سے انتقام نہیں لیا جائے گا۔

ہند، محمدؐ، علیؑ بن ابی طالبؑ اور حمزہؓ بن عبدالمطلبؑ سے اپنے کشتوں کا انتقام لینے کے لیے سوچنے لگی۔

انتقام لینے پر مشرکین کو اکسانے لگی..... چنانچہ

مشرکین کے تین ہزار جنگجو نکلے، ان کے ساتھ زوجہ ابو سفیان، ہند بنت عتبہ بھی تھی، اس کے ساتھ دس عورتیں اور تھیں جو دف اور طبل بجا رہی تھیں۔

ہند مکہ کے ایک وحشی غلام کے پاس گئی اور اس سے کہا: اگر تو نے محمدؐ یا علیؑ یا حمزہ کو قتل کر دیا تو تیرا دامن سونے اور مال سے بھر دونگی۔

وحشی نے کہا: ''محمدؐ تک میں نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ان کے اصحاب انہیں حلقہ میں لیتے رہتے ہیں اور علیؑ چوکنے رہتے ہیں، وہ اپنے دشمن کو موقع ہی نہیں دیتے، رہی حمزہ کی بات تو ان پر میرا وار چل سکتا ہے' کیونکہ جب وہ غضبناک ہوتے ہیں تو پھر کچھ نہیں دیکھتے ہیں۔ ہند نے وحشی کو سونا دیا اور نیزہ کو دیکھنے لگی جس سے وہ حمزہ کو قتل کرنے کی مشق کر رہا تھا۔ مشرکین کا لشکر مدینہ کے نزدیک مقام ابواء میں پہنچ گیا، اسی جگہ محمدؐ کی والدہ حضرت آمنہ کی قبر ہے جن کی وفات کو پچاس سال گزر چکے ہیں۔

ہند قبر کھولنا چاہتی ہے، اس پر اصرار کرتی ہے، لیکن قریش کے لوگوں نے منع کیا تا کہ

یہ عربوں کی عادت نہ بن جائے۔

احد کے پہاڑ میں دونوں لشکروں یعنی مسلمانوں کے لشکر اور ان کے سپہ سالار حضرت محمدؐ اور مشرکین کے لشکر اور ان کے سپہ سالار ابوسفیان میں جنگ چھڑ گئی۔

محمدؐ نے پچاس ماہر تیر اندازوں کو "عَینین" پہاڑ کی چوٹی پر مقرر کیا تاکہ لشکر اسلام کی پشت پناہی کریں اور انہیں اس بات کی تاکید کی کہ کسی بھی صورت میں اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔

مشرکین کے حملہ سے جنگ کا آغاز ہو گیا، ان میں آگے آگے کفر کا جھنڈا اٹھائے ہوئے عثمان بن ابی طلحہ تھا اور اسکے چاروں طرف مع ہند کے دس عورتیں دف بجا کر انہیں جنگ پر اُبھار رہی تھیں۔

ہم طارق کی بیٹیاں ہیں
مخملی فرش دبیج پر ہم قدم رکھتے ہیں
سنوری بجی ہوئی عورتیں تمہارے ساتھ ہیں
جن کی زلفوں سے مشک کی خوشبو پھوٹ رہی ہے
جن کے ہار اور گلوبند میں ہیرے جڑے ہیں
اگر تم آگے بڑھو گے تو ہم تمہیں گلے لگا لیں گے
اور اگر پیٹھ دکھاؤ گے تو تم سے جدا ہو جائیں گے
یہ فراق پھر وصال میں نہیں بدلے گا

حمزہ نے دلیری سے آواز دی:

"میں حاجیوں کو سیراب کرنے والے کا بیٹا ہوں"

اور اس پر حملہ کر دیا جو جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا، اس کا ہاتھ کٹ کر گر پڑا، اس کے بھائی

نے جھنڈا سنبھالا۔ مسلمان شدید حملے کر رہے تھے۔

ایک دوسرے کے بعد جھنڈا بردار گر رہے تھے۔

جب جھنڈا زمین پر گر پڑا تو مشرکین کے دل میں خوف و ہراس پیدا ہو گیا اور پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ وہ صنم اکبر "بت" بھی اونٹ سے اوندھے منہ گرا جس کو وہ اپنی مدد کے لیے اُٹھا لائے تھے۔

اسی وقت مسلمانوں نے شکست خوردہ مشرکین کو چھوڑ دیا، تیر اندازی بند کر دی، محمدؐ کے فرمان کو بھلا دیا اور مالِ غنیمت جمع کرنے کے لیے پہاڑ کی چوٹی سے اتر پڑے، مسلمانوں کی حالت غنیم پر آشکار ہو گئی۔

خالد بن ولید دوسرے مشرکین کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا اور مسلمان مشرکین کے حملوں کی تاب نہ لا سکے چنانچہ لشکرِ اسلام کی صفوں میں انتشار پھیل گیا۔

وحشی، مکہ کا غلام حمزہؓ کی گھات میں تھا، اس کے ہاتھ میں لمبا نیزہ تھا وہ صرف حمزہ کو قتل کرنے کے درپے تھا۔

شدید حملوں میں وحشی حمزہ کی گھات میں ایک بڑے پتھر کے پیچھے بیٹھ گیا۔

حمزہؓ مشرکین سے جنگ میں مصروف تھے، بہادری کے ساتھ جنگ کر رہے تھے کہ وحشی نے پوری طاقت سے نیزہ کا وار کیا اور اسے زخمِ حمزہؓ ہی میں چھوڑ دیا۔

نیزے کی ضربت کو حمزہ نے برداشت کیا اور وحشی پر حملہ کیا لیکن نیزہ کی ضرب کاری لگی تھی لہٰذا زمین پر گر پڑے اور دم توڑ دیا۔

وحشی دوڑا تاکہ اس واقعے سے ہند کو خوش کرے۔

ہند خوش ہو گئی اور اپنا سونے کا زیور اتار کر وحشی کو دے دیا اور کہا:

جب مکہ لوٹ کر جاؤں گی تو تمہیں دس دینار اور دوں گی۔

ہند حمزہ کی لاش کی طرف دوڑی اور ان کے کان اور ناک کو قطع کیا تا کہ ہار بنائے اور پھر خنجر نکال کر شہید حمزہؓ کے شکم چاک کیا' کلیجہ نکالا اور کتے کی طرح دانتوں سے چبایا۔

پھر ابوسفیان آیا جس نے آپ کے جسم کو نیزہ سے پارہ پارہ کر دیا۔

سیّد الشہداء

مشرکین میدانِ جنگ سے ہٹ گئے، محمدؐ اپنے اصحاب کے ساتھ شہیدوں کے دفن میں مشغول ہو گئے۔

رسولؐ نے پوچھا حمزہؓ کی لاش سے کون واقف ہے.....؟

حارث نے کہا: "میں......"

محمدؐ نے حارث کو حکم دیا کہ تلاش کرو تا کہ میں وہاں پہنچوں۔

وہ شخص تلاش کرنے لگا تو ان کے جسد کو پارہ پارہ پایا' اس نے سوچا کہ اس کی رسول کو کیونکر خبر دوں۔ اس سے آپ کو ملال ہوگا۔

رسولؐ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ حمزہ کی لاش تلاش کرو۔ لاش مل گئی لیکن حضرت علیؑ نے رسول کو اس لیے لاش کے بارے میں نہ بتایا کہ یہ حالت دیکھ کر آپ مغموم ہوں گے۔

رسولؐ خود حمزہ کی لاش کا سراغ لگانے کیلیے نکلے تو اسے افسوس ناک حالت میں پایا۔

حمزہ کی لاش کے ساتھ جو سلوک کیا گیا تھا اس پر رسولؐ نے بہت گریہ کیا۔

ایسا تو بھیڑیئے بھی نہیں کرتے جو ہند اور ابوسفیان نے کیا تھا۔

رسولؐ نے فرمایا:

"خدا آپ پر رحم کرے میں جانتا ہوں کہ آپ کار خیر اور صلہ رحم میں کوئی دقیقہ فرد

گزاشت نہیں کرتے تھے“۔

رسولؐ نے فرمایا:

”اگر خدا نے مجھے قریش پر تسلط عطا کیا تو میں ان کے ستر (۷۰) آدمیوں کے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو انہوں نے حمزہ کے ساتھ کیا ہے“۔

مسلمانوں نے بھی ایسا ہی کرنے کی قسم کھائی تو جبریلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين

”پس رسولؐ نے چشم پوشی کر لی، صبر کیا اور مثلہ کرنے سے منع کر دیا“

رسولؐ نے اپنی چادر اتار کر شہید پر ڈال دی اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا:

”اے رسولؐ اللہ کے چچا، اے اللہ اور اس کے رسولؐ کے شیر، اے نیک کام انجام دینے والے، اے مشکلوں کو حل کرنے والے، اے دشمن کے لیے قہر خدا، اے رسولؐ اللہ کا دفاع کرنے والے.....!!!

حمزہ کی بہن اور رسولؐ کی پھوپھی صفیہ اور ان کے ہمراہ جناب فاطمہ زہراؑ تشریف لائیں، تا کہ رسولؐ کی سلامتی سے مطمئن ہو جائیں، حضرت علیؑ سے ان کی ملاقات ہوئی تو آپؑ نے ان سے کہا: ”اے پھوپھی واپس چلی جائیں“۔

آپؑ نہیں چاہتے تھے کہ بہن اس افسوس ناک حالت میں بھائی کی لاش دیکھے۔

ہرگز نہیں جب تک میں رسولؐ کو نہ دیکھ لوں گی واپس نہ جاؤں گی۔

رسولؐ نے انہیں دور سے دیکھ لیا تو ان کے بیٹے زبیر سے فرمایا کہ ان کو واپس لے جاؤ، کہیں اپنے شہید بھائی کی لاش نہ دیکھ لیں۔

زبیر ان کے پاس گئے اور کہا: اماں واپس لوٹ جائیے۔

انہوں نے کہا: "رسول کو دیکھے بغیر واپس نہ جاؤں گی"۔

جب انہوں نے رسول کو دیکھا تو ان کی خیریت سے مطمئن ہو گئی تو حمزہ کے بارے میں معلوم کیا میرا ماں جایا کہاں ہے؟

رسولؐ خاموش رہے تو صفیہ سمجھ گئی کہ وہ شہید ہو گئے ہیں' رونے لگی اور فاطمہؓ نے بھی اپنے شہید چچا پر گریہ کیا۔

رسولؐ نے ان دونوں سے تعزیت دیتے ہوئے فرمایا:

مجھے جبریلؑ نے خبر دی ہے کہ آسمان والوں میں حمزہؓ کو اللہ اور اس کے رسول کا شیر لکھ دیا گیا ہے۔

مدینہ منورہ کے نزدیک آج بھی احد کا پہاڑ سید الشہداء حمزہؓ کی بہادری اور مشرکین کی درندگی کا گواہ بنا ہوا ہے۔

۴

حضرت مصعب خیرؓ

مصعب نے فاخرہ لباس پہنا، زلفیں سنواریں، بہترین قسم کے عطر سے خود کو خوشبو میں بسایا اور گھر سے نکل گئے۔

عطر کی خوشبو پھیلتی چلی گئی۔ مکہ کی گلیاں خوشبو سے بس گئیں، اس جوان مالدار کے بارے میں عورتوں میں سرگوشیاں ہوتی ہیں۔ سوچتی ہیں یہ ہماری لڑکی سے پیغام بھیج دے تو کتنا اچھا ہو۔

مصعب اپنے دوستوں کے ساتھ لہو ولعب کی زندگی کے بارے میں سوچتے ہیں اور بس، ایک روز انہوں نے نئی چیز کے بارے میں سنا جو کہ مکہ والوں کی گفتگو کا موضوع بنی ہوئی تھی۔

اسی زمانے میں محمدؐ نے لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دینا شروع کی تھی جو کہ تمام لوگوں کے لیے خدا کا پیغام تھا۔

مصعب نے رسولؐ سے ملاقات کے بارے میں غور کیا، ان کے کلام کو غور سے سننے کا فیصلہ کیا' لہٰذا وہ ارقم کے گھر گئے۔

مصعب گھر میں داخل ہوئے' ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہاں سے جلد ہی نکل کر اپنے دوستوں کے پاس جائیں گے' تا کہ ان کے ساتھ لہو ولعب کی مجلس میں وقت گزاریں۔

جب مصعب حضرت محمدؐ کے سامنے بیٹھے تو انہیں اور ہی کچھ نظر آیا، ان ''محمدؐ'' میں

رحمت اور سچی محبت، بلند اخلاق نظر آیا لہٰذا انہوں نے قرآن کی آیات کو غور سے سننا شروع کر دیا، رسولؐ آیات کی تلاوت فرما رہے تھے، پس اسلام و ایمان کے لیے ان کا قلب نرم ہو گیا اور اسی وقت اپنے اسلام کا اس طرح اعلان کیا:

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله

اسی لمحہ مصعب کی کایا پلٹ گئی...... وہ آسمان کی طرف دیکھنے لگے، مفلسوں اور مظلوموں کا رنج ستانے لگا، ہائیں یہ کونسے مصعب ہیں؟

یہ عمیر کے بیٹے ہاشم بن عبدمناف کے پوتے ہیں "قبیلہ عبدالدار، جو کہ قبیلہ قریش کی ہی شاخ ہے" سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہؓ ہے، اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں اور بڑے صحابہ میں سے ایک ہیں۔ اپنے خاندان والوں سے اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے، گھر والوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ مصعب مسلمان ہو گئے ہیں تو انہیں گھر میں قید کر دیا، حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ عقبہ اولیٰ والی بیعت کے بعد مکہ واپس آ گئے رسولؐ نے انہیں مدینہ بھیجا' تا کہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں، یہ سب سے پہلے مہاجر تھے جنہیں رسولؐ نے مصعبِ خیر کا لقب دیا، جنگِ بدر میں شریک ہوئے، معرکہ اُحد میں شہادت پائی، فوجِ پیغمبرؐ کے علمدار تھے۔

اسلام

شام کو مصعب اپنے گھر واپس آ گئے، خاموشی کے ساتھ کھانا کھایا، ایک ہی چیز کھائی اور بس باپ منتظر تھا، ماں نے بیٹے میں رونما ہونے والا تغیر دیکھا، پوچھا: بیٹے چپ چپ کیوں ہو؟

کوئی جواب نہ دیا۔

سونے کا وقت آیا تو مصعب اپنے بستر پر لیٹ گئے اور ستاروں سے سجے آسمان کو دیکھنے لگے، زمین و آسمان کے خالق، عالمین کے رب، خدا کے خشوع سے دل بھر گیا۔

سب سو گئے مگر مصعب جاگتے رہے، بستر سے اُٹھے ڈرتے ڈرتے وضو کیا، کوئی دیکھ نہ لے، اپنے کمرہ میں آئے اور نماز میں مشغول ہو گئے۔

دوسرے دن ماں نے اپنے بیٹے کے رویہ میں تبدیلی محسوس کی، آج وہ زلفیں سنوارنے کے لیے آئینہ کے سامنے کھڑے ہوئے، اپنے اوپر عطر پاشی نہیں کی، کپڑے نہیں بدلے بلکہ معمولی لباس پر اکتفا کی۔

اسی طرح ماں نے، ماں باپ کا احترام اور ان سے ادب کے ساتھ پیش آنا بھی محسوس کیا۔ ایک روز ماں کو خبر ہو گئی کہ مصعب ارقم کے گھر جاتے ہیں، غصہ میں آپے سے باہر ہو گئی، دل تھام کر ان کی واپسی کا انتظار کرتی رہی۔

شام کو مصعب لوٹ آئے، ماں کو سلام کیا، لیکن ماں نے سنگ دلی سے طمانچہ مارا اور غصہ میں چلائی:

"کیا تم نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر محمد کا دین اختیار کر لیا ہے......؟"

مصعب نے نرمی کے ساتھ کہا: "امی......وہ سب سے اچھا دین ہے"

قریب تھا کہ ماں کے ہوش اُڑ جائیں' کیونکہ اس کے سامنے لب کشائی کی جرأت نہیں کرتا تھا خود اس کا شوہر بھی اس کا تابع تھا تو بیٹے کی اوقات ہی کیا تھی۔

اپنے نفس پر قابو نہ کر سکی اور مصعب کو ایک طمانچہ اور رسید کر دیا۔

مصعب سر جھکا کر بیٹھ گئے۔

ماں بھی بیٹھ کر مصعب کو آبائی دین پر لوٹانے کا طریقہ سوچنے لگی۔

پہلے تو انہیں نصیحتیں کیں، نرمی سے بات چیت کی اور کہا، تم نہیں دیکھتے مسلمانوں کو کتنی تکلیفیں دی جا رہی ہیں، پھر وہ غلاموں کا مذہب ہے، اس سے بلال، صہیب اور عمار جیسوں کو فائدہ پہنچتا ہے مگر تم تو قریشی ہو۔

مصعب نے آنکھیں اُٹھا کر ماں کی طرف دیکھا اور پیار سے کہا:

"ہرگز نہیں امی، دین اسلام سب کے لیے ہے اس میں قریشی اور غیر قریشی، کالے گورے کا فرق نہیں ہے، ہاں اللہ کا تقویٰ فضیلت کا سبب ہے امی آپ بھی اللہ کے دین میں داخل ہو جائیے اور بتوں کی پوجا چھوڑ دیجئے، کیونکہ ان کے ہاتھ میں نفع ونقصان نہیں ہے"۔

ماں خاموش ہوگئی اور اپنے بیٹے کو محمدؐ اور اسلام سے دور رکھنے کا طریقہ سوچنے لگی۔

آفتاب کی شعاعیں پھیل چکی تھیں، مکہ کے پہاڑ اور گھروں پر دھوپ پڑ رہی تھی، گھر خالی تھا، مصعب نے اپنے دل میں سوچا، اماں کہاں گئی ہے؟ مصعب نے گھر سے نکلنے کا ارادہ کیا، دروازہ کی طرف بڑھے، کھولنے کی کوشش کی مگر اس میں قفل لگا ہوا تھا۔

امی کے لوٹنے کا انتظار کرنے لگے، ایک گھنٹہ گزر گیا اور دروازہ کھل گیا۔

ماں اور اس کے ساتھ منہ پر کپڑا لپیٹے ہوئے، مسلح ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں زنجیر لئے ہوئے ایک آدمی آیا۔

زندان

ماں نے بیٹے سے کہا: "کیا ارقم کے گھر جانا چاہتے ہو؟"

مصعب خاموش رہے......!!!

ماں نے محبت آمیز لہجہ میں کہا: "اگر تم دینِ محمدؐ نہیں چھوڑو گے تو اس کمرہ میں تمہیں قید کر دیا جائے گا"۔

مصعب نے اطمینان کے ساتھ کہا، اس سے موت بہتر ہے۔

اس آدمی نے مصعب کو زنجیروں میں جکڑ دیا اور ماں نے کمرہ میں دھکیل دیا اور وہ قیدی بن گئے۔

زمانہ گزرتا رہا اور مصعب قید میں بھوک و تنہائی کی تکلیفیں برداشت کرتے رہے۔

مسلمانوں کو مصعب کی حالت سن کر بہت افسوس ہوا۔ رسولؐ بہت غمزدہ ہوئے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' مکہ والوں کو جب اس کی خبر ہوئی کہ اس جوان نے زندگی کی رنگ رنگیلیاں چھوڑ کر قید خانہ قبول کر لیا ہے تو انہیں بہت تعجب ہوا۔

آزادی

مصعب قید خانہ کے زمانہ میں اللہ کی عبادت کرتے اور ایمان کا لطف اُٹھاتے تھے۔

انہیں پہلی مرتبہ یہ بات محسوس ہوئی کہ زندگی میں سب سے حسین چیز آزادی ہے اور اللہ پر ایمان رکھنا آزادی کے سبب ہے۔

مصعب نے مکہ کے غلاموں کی تکالیف کا احساس کیا..... یہ وہ ہیں جو اپنی زندگی میں کسی چیز کے مالک نہیں ہیں' یہاں تک کہ اپنی آزادی کے بھی مالک نہیں ہیں۔

دن اور ہفتے گزر گئے، مصعب قید میں ہیں۔ خدا نے انہیں ان آلام سے نجات دینے کا ارادہ کیا۔

ایک مسلمان خفیہ طریقہ سے مصعب کے پاس پہنچا اور انہیں بتایا بعض مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے تیار ہیں، محمدؐ نے انہیں بتایا ہے کہ وہاں کا بادشاہ کسی پہ ظلم نہیں کرتا ہے۔ مصعب خوش ہو گئے، امید کی ایک کرن نظر آئی اور ایک روز مصعب نے خود کو مومنوں کی ایک جماعت کے ساتھ دیکھا جو صحرا کو طے کرتے ہوئے دریائے احمر کی طرف

بڑھ رہی تھی۔

حبشہ کی طرف

قافلہ جدہ کی بندرگاہ پر پہنچ گیا، اس میں پندرہ مسلمان عورت و مرد تھے۔ یہ مشرکین کی اذیتوں سے اپنا دین بچا کر جا رہے تھے۔ خدا نے چاہا کہ اس بندرگاہ سے ایک کشتی انہیں حبشہ پہنچا دے۔ مہاجرین کشتی میں سوار ہو گئے۔ وہ خداوند عالم کا شکر ادا کر رہے تھے کہ اس نے ایمان و امان کی نعمت سے نوازا ہے۔ دل بہلانے والی ہوا چل رہی تھی، دریا موج زن تھا اور کشتی دریا کا سینہ روندے ہوئے حبشہ "جسے آجکل اتھوپیا کہتے ہیں" کی طرف بڑھ رہی تھی۔

نجاشی

اس زمانہ میں نجاشی حبشہ کا بادشاہ تھا۔ وہ دین مسیح کا پیروکار عادل آدمی تھا۔ اس نے مہاجرین کا خیر مقدم کیا اور اپنے ملک میں انہیں قیام کی اجازت دے دی۔

مہاجرین میں، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن عوام، عثمان بن مظعون، عبداللہؓ بن مسعود اور عثمان بن عفان بھی تھے۔ ان کے ساتھ ایمن ابوسلمہ مع اپنی زوجہ ام سلمہ کے اور مصعب بن عمیر بھی تھے۔

وہاں مسلمان آرام سے اللہ کی عبادت کرتے تھے نبیؐ اور مومنوں کی خبروں کا انتظار کرتے اور خدا سے دعا کرتے تھے کہ انہیں مشرکین و اعداء پر فتح عطا فرمائے۔

مشرکین نے مہاجرین کو مکہ لوٹالانے کے لیے بھرپور حملہ کر دیا، لیکن جب وہ جدہ کی بندرگارہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ کشتی کئی روز پہلے ہی جا چکی ہے۔ لہٰذا انہوں نے فرار کرنے والے کو واپس لوٹانے کی تدبیر کی۔

واپسی

جب مشرکین نے دیکھا کہ اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے، ابوجہل کے ظلم وتعدی کی بنا پر حمزہ بن عبدالمطلبؓ مسلمان ہو گئے ان کے بعد اسلام کے سخت ترین دشمن عمر بن خاب بھی ایمان لے آئے تو مشرکین نے سوچا کہ محمدؐ کو کچھ مہلت دی جائے اور مسلمانوں کو ایذاء رسانی میں بھی کمی کی جائے مذکورہ دونوں اشخاص کے اسلام لانے سے مسلمان سمجھے کہ ان کی طاقت بن گئی۔

اس زمانے میں حبشہ کے بادشاہ کے ایوان میں مسلمان مہاجرین کے وجود کی بنا پر اس کے خلاف شورش ہو گئی۔ مسلمانوں نے سوچا کہ یہاں سے واپس چلا جائے تا کہ نجاشی ہماری وجہ سے اپنی قوم کا مجرم نہ ٹھہرے۔ لہٰذا انہوں نے نجاشی سے اپنے وطن واپس لوٹ جانے کی اجازت مانگی خصوصاً اس وقت جب انہیں یہ خبر مل گئی تھی کہ نبیؐ اور مشرکین کے درمیان صلح ہو گئی ہے۔

اس طرح تین ماہ ملک حبشہ میں رہنے کے بعد واپس لوٹ گئے۔

مسلمانوں نے حبشہ کی سرزمین کو خیر باد کہا اور نجاشی کا بھی نیکی کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے نیز اس کے دشمنوں پر اس کی کامیابی کی دعا کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔

مکہ پہنچنے سے پہلے انہوں نے بری خبریں سنیں، قریش کی شرارتیں ختم نہیں ہوئی تھیں؛ بلکہ وہ مسلمانوں کو ایذائیں دے رہے تھے۔

اب مسلمانوں کے سامنے دو ہی راستے تھے یا تو حبشہ واپس لوٹ جائیں یا مکہ میں داخل ہو کر اذیتیں برداشت کریں۔

بعض مسلمانوں نے حبشہ لوٹنے کو ترجیح دی اور بعض نے مکہ پہنچنے کو بہتر سمجھا۔

مصعب ان لوگوں میں شامل تھے جو مکہ میں داخل ہونے کو ترجیح دے رہے تھے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ راہ خدا میں تکلیفیں اٹھانے پر تیار تھے۔

مصعب اپنے گھر گئے، شاید ماں کی رائے بدل گئی ہو۔

لیکن وہ اپنے موقف پر قائم تھی۔

اس نے دوبارہ قید میں ڈالنے کی کوشش کی' لیکن انہوں نے روتے ہوئے گھر ترک کر دیا۔

مصعب کی تمنا تھی کہ ان کی ماں دینِ اسلام قبول کر لے اور نورِ اسلام سے اسکی آنکھیں منور ہو جائیں ...... لیکن......

ماں کا آخری جواب تھا: ...

"میں نہیں چاہتی کہ لوگ میرے بارے میں یہ کہیں کہ اس نے آبائی دین کو چھوڑ کر بیٹے کا دین اختیار کیا ہے"۔

مکہ میں ملاقات

محمد مصطفیٰؐ حج کے موسم کے منتظر تھے' تا کہ عرب کے قبائل اور حاجیوں کے قافلوں کو اسلام کی دعوت دیں۔

خدا نے چاہا کہ یثرب والوں کی ایک جماعت آئے' چنانچہ ان میں سے چھ اشخاص آئے اور رسولؐ نے ان سے دریافت کیا:

"تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟"

انہوں نے کہا: "خزرج سے......"

رسولؐ نے ان سے فرمایا:

''کیا تم یہود کے ہمسایہ ہو......؟''

انہوں نے جواب دیا:

''ہاں......''

رسولؐ ان کے پاس بیٹھ گئے اور قرآنِ مجید کی چند آیتوں کی ان کے سامنے تلاوت کی پھر انہیں اسلام کی دعوت دی۔

یثرب والوں نے یہودیوں سے سنا تھا کہ عنقریب ایک نبی مبعوث ہوگا' لہٰذا انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا:

خدا کی قسم یہ وہی نبیؐ ہیں یہودی جن کی بشارت دیتے ہیں' لہٰذا انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور کہا: ''اوس و خزرج کے درمیان سخت دشمنی ہے' خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ آپؐ کے ذریعہ دونوں کو یکجا کر دے گا۔''

وہ اپنے شہر یثرب چلے گئے اور وہاں لوگوں کو محمدؐ کے دین کی طرف دعوت دینے لگے۔

بیعتِ عقبہ

حج کا زمانہ آیا تو یثرب سے بارہ آدمی آئے۔ انہوں نے عقبہ نامی جگہ پر رسولؐ سے ملاقات کی اور درج ذیل باتوں پر محمدؐ کی بیعت کی:

کسی چیز کو خدا کا شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

......چوری نہیں کریں گے۔

......زنا نہیں کریں گے۔

......لڑکیوں کو قتل نہیں کریں گے۔

......جھوٹ نہیں بولیں گے۔

اولینِ مہاجر

یثرب کے مسلمانوں نے رسولؐ سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ ایک آدمی بھیج دیجئے کہ جو ہمیں اسلام سکھائے اور دینی امور سے آگاہ کرے۔

اس مہم کو سر کرنے کے لیے رسولؐ نے مصعب کو منتخب کیا اور انہیں حکم دیا کہ یثرب کی طرف ہجرت کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

مصعب بن عمیر نے حکمِ رسولؐ کی اطاعت کی اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ان کے وطن چلے گئے۔

اس طرح مصعب اولین شخص ہیں جس نے راہِ خدا میں یثرب کی طرف ہجرت کی۔

مصعب سعد بن زرارہ کے یہاں مہمان ہوئے، سعد سابقین الی الاسلام میں سے ایک ہیں۔ زمانہ گزرتا رہا اور مصعب اپنے بھائیوں کو اسلام کی تعلیم دیتے رہے اور انہیں قرآن پڑھاتے رہے۔

اسلام کی نشر و اشاعت

سعد بن زرارہ نے سوچا کہ پورے یثرب میں اسلام پھیلایا جائے' چنانچہ انہوں نے مصعب سے کہا کہ ہم دونوں بنی اشہل اور بنی ظفر کے گھر چلیں گے۔ اس زمانہ میں سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر بنی اشہل کے سردار تھے اور دونوں مشرک تھے۔

سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا:

ان دونوں کے پاس جاؤ' انہیں دھمکاؤ اور یہاں سے بھگا دو۔ سعد بن زرارہ میرے خالہ زاد بھائی ہیں' میں ان کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کر سکتا۔

اسید بن حضیر نے ایک حربہ لیا اور ان کے پاس گیا، ان دونوں کے چاروں طرف یثرب والوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی اور قران کی آیات پر غور کر رہی تھی۔

سعد بن زرارہ نے اسید کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو مصعب سے کہا:

"یہ اپنی قوم کا سردار ہے اگر یہ مسلمان ہو جائے گا تو پوری قوم مسلمان ہو جائے گی"

اسید بن حضیر ان دونوں کے قریب کھڑا ہو گیا اور دونوں کو دھمکاتے ہوئے بولا:

"اگر تمہیں اپنی جان پیاری ہے تو یہاں سے چلے جاؤ"

مصعب نے اسلامی آداب کے ساتھ جواب دیا:

"آپ تھوڑی دیر کے لیے تشریف رکھیے، غور سے سنئے اگر پسند آئے تو قبول کیجیے، پسند نہ آئے تو ہم چلے جائیں گے"۔

اسید نے کہا: "آپ نے صحیح فرمایا"

اسید نے اپنا حربہ زمین پر رکھ دیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا۔

مصعب نے خشوع کے ساتھ قرآن مجید کی ان آیات کی تلاوت شروع کی جو انہیں یاد تھیں۔

اسید نے محسوس کیا کہ ایمان ان کے قلب میں جا گزیں ہو رہا ہے۔

اس کا چہرہ تاثر تیزی سے بدل گیا، غضب کے آثار ختم ہو گئے، مسکراہٹ آ گئی اور محبت سے کہنے لگا: "کتنا بہترین کلام ہے یہ"

مصعب نے کہا:

"یہ بہترین دین ہے، اسے وہ نبیؐ لائے ہیں جو صداقت میں مشہور اور امانت و حسن میں خلق معروف ہیں"۔

اسید نے پوچھا: ''اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے''۔

مصعب نے کہا: ''غسل اور طہارت کر کے حق کی گواہی دی جاتی ہے اور دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے''

اسید اُٹھا، اپنے گھر گیا، غسل و طہارت بجالایا اور پھر ان کے پاس لوٹ آیا' اپنے اسلام کا اعلان کیا اور دو رکعت نماز ادا کی، اس کے بعد کہا:

''میرے ساتھ ایک آدمی اور ہے' اگر اس نے بھی تمہارا اتباع کیا تو پھر اس کی قوم میں سے کوئی بھی روگردانی نہیں کرے گا۔ ابھی میں اُسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔''

سعد بن معاذ

اسید بن حضیر اپنے دوست سعد بن معاذ کے پاس لوٹ گئے۔ سعد بن معاذ نے جب دور سے اُسے دیکھا تو اپنے پاس بیٹھنے والوں سے کہا:

''خدا کی قسم اسید تمہارے پاس دوسری صورت میں آئیں گے''۔

یعنی اسید بدل گئے ہیں' اب پہلے والے اسید نہیں ہیں۔

سعد نے اسید سے کہا: ''تم نے کیا کیا......؟''

اسید نے کہا:

''میں نے انہیں ڈرایا تو انہوں نے کہا: ہم وہی کریں گے جو تمہیں پسند ہے''۔

سعد نے کہا:

''اس وقت وہ دونوں کہاں ہیں؟''

اسید نے کہا:

''اسی جگہ ہیں''

سعد نے غضبناک ہو کر کہا:

''تو تم نے کچھ نہیں کیا''

سعد اپنی جگہ سے اُٹھا' اسید سے حربہ لیا اور مصعب بن عمیر کی طرف چلا۔

جب وہاں پہنچا تو عصبیت سے چلایا:

یہاں آنے کی تمہیں کس نے اجازت دی ہے؟

مصعب مسکرائے اور کہا تشریف رکھئے اور سنئے اگر تمہیں وہ پسند نہ آئے جو تم سنو گے تو ہم چلے جائیں گے۔

سعد بیٹھ گیا اپنا حربہ زمین پر رکھ دیا۔

مصعب نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں اور پھر اسلام کو اس کے بلند اخلاق و محبت واخوت کے ساتھ پیش کیا۔

سعد نے محسوس کیا اسلام کے لیے اس کا دل نرم ہو گیا ہے اور اس کے دل میں ایمان داخل ہو چکا ہے' لہٰذا اس نے بھی حق کی گواہی دی۔

سعد مسلمان ہو گئے اور کسی کو خبر نہ ہوئی' انہوں نے اپنے دل میں ایک چیز سوچی۔

سعد بن معاذ بنی اشہل کے سردار تھے' وہ مصعب بن عمیر کو لے کر ان کے پاس گئے' وہ لوگ سعد کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔

ان کے پاس گئے' لیکن ان کے درمیان میں نہ بیٹھے' بلکہ کھڑے ہو کر انہیں مخاطب کیا۔

اے اشہل والو! تمہارے درمیان میری کیا حیثیت ہے؟

سب نے یک زبان کہا:

''آپ ہمارے سردار ہیں آپ کی رائے سب سے افضل ہے''۔

اب سعد بن معاذ نے کہا:

تمہارے مردوں اور تمہاری عورتوں کا مجھ سے ملام کرنا حرام ہے' مگر یہ کہ تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ، چنانچہ بن اشہل نے اسلام قبول کرلیا۔

اور مصعب نے انہیں اُصول اسلام اور دینیات کی تعلیم دینا شروع کردی۔

دوسری بیعتِ عقبہ

پھر حج کا زمانہ آ گیا' مصعب ابن عمیر اور ان کے ہمراہ مسلمین اور مشرکین کی جماعت مکہ کی طرف روانہ ہوئی' مشرکین بھی حج کرتے تھے ان کا مخصوص طریقہ تھا۔

مصعب رسولؐ سے ملاقات کر کے آپؐ کو یثرب میں اسلام کی نشر و اشاعت کی خبر دینا چاہتے تھے۔

مسلمانوں کا وفد خفیہ طور سے رسولؐ سے ملا اور یہ طے پایا کہ رات کو جب لوگ سو جائیں گے تو ہم وادی عقبہ میں جمع ہوں گے تاکہ قریش کو اس کی خبر نہ ہو سکے۔

یثرب کے مشرکوں کو اس منصوبہ کی خبر نہ تھی' جب وہ سو گئے تو مسلمان رات میں وادی عقبہ پہنچ گئے۔

عقبہ میں تہتر (۷۳) مسلمان تھے' ان میں صرف دو عورتیں تھیں' ایک بنی نجار سے نسیبہ بنتِ کعب ام عمارہ اور دوسری بنی سلمہ سے اسماء بنت عمرو۔

محمدؐ اپنے چچا عباس کے ساتھ تشریف لائے، عباس قریش کے خوف سے اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے، مسلمانوں نے محمدؐ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم اسلام سے دفاع کریں گے اور آپؐ کے دشمنوں سے مقابلہ کریں گے۔

پھر انہوں نے رسولؐ سے یہ سوال کیا:

"اگر ہم آپ کی بیعت کریں اور آپؐ کے وفادار رہیں تو ہمیں کیا ملے گا؟"

محمدؐ نے فرمایا:

جنت......!!!

منات

وفد اور مصعب ابن عمیر اسلام کی کامیابی کے بعد مدینہ لوٹ گئے۔

اسلام پھیلا اور اس نے یثرب کو منور کر دیا۔

وہاں کے ہر گھر میں اسلام پہنچ گیا، بعض شرک اور بت پرستی پر مصر تھے۔

شرک پر اڑے رہنے والوں میں سے ایک عمرو بن جموح بھی تھا اور اس کے بیٹے معاذ نے وادی عقبہ میں رسولؐ کی بیعت کر لی تھی۔

عمرو بن جموح نے لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا۔ جس کا نام منات رکھ دیا تھا، اس بت کو گھر کے آنگن میں نصب کر رکھا تھا، عمرو ہر روز اس کی پوجا کرتا تھا۔

معاذ اپنے باپ کو یہ بات سمجھانے کے لیے کہ، بت نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، ایک طریقہ سوچا' معاذ نے اس سلسلہ میں ان لوگوں کو ہم خیال بنا لیا جو اسلام لا چکے تھے۔

شام ہو گئی، عمرو بن جموح سونے کی غرض سے لیٹ گیا، بیٹا بیدار اور اپنے دوستوں کے آنے کا منتظر رہا۔

مقررہ وقت پر دوست پہنچ گئے۔

معاذ نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا، جوان آنگن میں آ گئے' جہاں منات نصب تھا۔ منات کو رسیوں سے باندھ کر گھر سے باہر گھسیٹ لیا۔ پھر اسے اس طرح مدینہ کے باہر لے گئے جیسے لوگ گندگی پھینکنے لے جاتے ہیں' وہاں انہوں نے گندگی سے بھرا ہوا ایک گڑھا

دیکھا تو منات کو اوندھے منہ اسی میں گرا دیا۔

معاذ گھر لوٹ آئے اور اپنے بستر پر سو گئے، ان کے باہر جانے یا اندر آنے کی کسی کو خبر نہ ہوئی۔

صبح کو جب عمرو بن جموح اٹھا تو منات ندارد

گلیوں میں تلاش کرنا شروع کیا اور چلانے لگا:

''ہمارا خدا کس نے چرالیا؟''

کافی دیر تک ڈھونڈنے کے بعد اسے ایک گڑھے میں پڑا پایا، نکالا، گھر لایا، دھویا، پھر اس پر عطر چھڑکا اور اسی جگہ نصب کیا جہاں تھا اور معذرت کرتے ہوئے اس کو سجدہ کیا.....!

آنے والی شب میں دوست پھر پہنچے اور منات کو گھر سے باہر پھینکنے میں معاذ کی مدد کی اور پھر شہر سے باہر جا کر اسی گڑھے میں پھینک آئے۔

عمرو بن جموح جاگا تو پھر منات کو نہ پایا تو شہر سے باہر گیا اور لے آیا اور دوبارہ پاک صاف کیا' اس مرتبہ عاجز آ کر اس نے منات کے گلے میں تلوار لٹکا دی اور اسے مخاطب کر کے کہا:

''اگر تیرے اندر طاقت ہے تو اپنی حفاظت کر''

رات ہوئی معاذ کے دوست آئے اور ایک بار پھر اسے دوسری جگہ لے گئے اور ایک مردہ کتے کے ساتھ باندھ کر ایک گڑھے میں پھینک دیا۔

اگلے روز عمر بن جموح نے پھر تلاش کیا لیکن جب اسے ایک مردہ کتے سے باندھا ہوا دیکھا تو اس کے گلے سے تلوار نکال لی اور ایک لات مار کر کہا:

عاجز و ناتواں خدا تباہ ہو جا۔

عمرو جموح اسی وقت اسلام لے آیا اور اپنے والد کے مسلمان ہونے سے معاذ خوش ہو گئے۔

ہجرتِ رسولؐ

جب مشرکین نے ظلم کی انتہا کر دی تو رسولؐ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ مدینہ ہجرت کر جاؤ۔

مسلمان خفیہ طریقہ سے ایک ایک دو دو مکہ سے نکلنے لگے۔

قریش کو بھی اس ہجرت کی خبر مل گئی' بعض مہاجروں کو انہوں نے پکڑ کر سزا دی، اسی زمانہ میں جبکہ رسولؐ کی بعثت کو تیرہ ۱۳ سال گزر چکے تھے' قریش نے ابوجہل کے ورغلانے پر محمدؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔

وحی نازل ہوئی اور رسولؐ کو انکے منصوبے سے آگاہ کیا اور ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔

رسولؐ نے اپنے ابن عم علیؑ بن ابی طالبؑ کو بلایا اور ان سے فرمایا "میرے بستر پر سو جاؤ اور مشرکوں کو اس کی خبر تک نہ ہو"..... علیؑ نے منظور کر لیا۔

جب مشرکین رسولؐ کے گھر میں در آئے تو بستر پر حضرت علیؑ کو دیکھا، اس شجاعت سے انگشت بدنداں رہ گئے۔

رسولؐ مدینہ پہنچ گئے' مدینہ والوں نے اشعار و خوشی کے نعرے لگا کر آپ کا استقبال کیا' لڑکیاں خوشی میں اشعار پڑھ رہی تھیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا اللّٰہ داع

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

جئت نورت المدینة مرحباً یا خیر داع

اسی دن سے یثرب کا نام مدینہ منورہ پڑ گیا، محمدؐ نے وہاں ایک نئے معاشرہ کی بنیاد ڈالی۔

سب سے پہلے رسولؐ نے مسجد کی بنیاد رکھی، تا کہ وہ توحید اور وحدہٗ لاشریک خدا کی عبادت کا رمز بن جائے۔ اس کے بعد مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ وہ سب ایک جسم کی مانند ہیں۔ اگر ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے چین رہتا ہے۔

مکہ میں مشرکین نے مسلمان مہاجرین کے گھر کو برباد کر دیا تھا۔

محمدؐ نے قریش کی گوشمالی کا ارادہ کر لیا، جب آپؐ نے یہ سنا کہ شام سے قریش کا تجارتی قافلہ واپس آ رہا ہے اور قریب پہنچ چکا ہے تو آپؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان کا مال چھیننے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

یہ خبریں شام کے قافلہ کے سردار ابوسفیان تک بھی پہنچ گئیں، قریش سے مدد مانگی۔

قافلہ کا راستہ بدل دیا۔ مشرکین مسلمانوں سے مقابلہ پر تیار ہو گئے۔ انہوں نے نوسو پچاس جنگجوؤں پر مشتمل ایک لشکر بنایا اور مدینہ کی طرف چل دیئے۔

بدر کے کنوؤں کے پاس دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو گیا۔ مسلمانوں کی تعداد صرف ۳۱۳ تھی۔ رسولؐ نے اپنا لشکر تیار کیا، مہاجرین کا پرچم مصعب بن عمیر کے سپرد کیا اور انصار کا علمدار سعد بن معاذ کو بنایا، لیکن وہ پرچم جسے ''عقاب'' کہا جاتا ہے، وہ علیؑ بن ابی طالبؑ کو دیا۔

جب جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے تو مسلمانوں نے سخت قتال کیا، اللہ نے اپنے مومن

بندوں کی مدد کی، چنانچہ مسلمانوں نے دشمنانِ اسلام میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا۔ اور خدا نے ابوجہل کو واصلِ جہنم کیا۔ اُسے معاذ بن عمرو جوان نے قتل کیا۔ اسی طرح امیہ بن خلف، جو کہ بلالؓ حبشی کو تپتے صحرا پر لیٹا کر سزا دیتا تھا، وہ بھی مارا گیا، بہت سے مشرکین کو مسلمانوں نے اسیری میں لے لیا، ان ہی قیدیوں میں نضر بن حارث بھی تھا جو کہ مکہ میں مسلمانوں کو بہت زیادہ ستاتا تھا۔

نضر بن حارث نے مصعب بن عمیر سے کہا:

"اپنے دوست، محمدؐ، سے گفتگو کیجئے' میرے ساتھ بھی عام قیدیوں جیسا سلوک کریں"

مصعب نے کہا: "تم تو ان کے اصحاب کو ایذائیں دیتے تھے"

نضر نے مصعب کے دل میں حمیت جاہلیت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی اور کہا:

"اگر تم قریش کے ہاتھ آجاتے تو میں تمہیں قتل سے بچا لیتا"

مصعب نے کہا:

"میں تم جیسا نہیں ہوں، اسلام نے ایسے عہدو پیمان کو توڑ دیا ہے"۔

جنگِ اُحد

قریش مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے مستعد تھے، معرکہ بدر کو واقع ہوئے ایک سال ہو چکا تھا، مشرکین نے ابوسفیان کی سرکردگی میں ایک بڑا لشکر تیار کیا، جس میں تین ہزار جنگجو شامل تھے۔ مشرکین کا لشکر مدینہ کی طرف چلا۔

جنگِ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی سے مدینہ کے یہودی بہت پریشان تھے۔ ان کی کینہ توزی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ بنی نضیر کے قبیلہ سے کعب بن اشرف مکہ گیا' تاکہ مشرکین کو انتقام لینے پر اکسائے۔

ابوسفیان نے اس سے کہا:

"تم یہودی ہو، اہلِ کتاب ہو، دونوں دینوں میں کونسا افضل ہے ہمارا دین یا دینِ محمدؐ؟"

یہودی نے عداوت کی بنا پر کہا:

"اے ابوسفیان! تمہارا دین افضل ہے"۔

اس طرح یہودی مشرکین کو ورغلانے میں کامیاب ہو گئے، لہٰذا ان کا لشکر مدینہ کے قصد سے چلا گیا۔

مقابلہ

مسجدِ نبویؐ میں مشوروں کے بعد مسلمانوں نے یہ طے کیا کہ مدینہ سے باہر اُحد پہاڑ کے علاقہ میں جنگی مقابلہ کیا جائے۔

رسولؐ نے اپنے لشکر کو تیار کیا' اس میں سات سو سپاہی شامل تھے، پرچم دلیر صحابی مصعب بن عمیر کو دیا۔

محمدؐ نے پچاس ماہر تیراندازوں کو "عینین" پہاڑ کی چوٹی پر ثابت وقائم رہنے کا حکم دیا۔ ان تیراندازوں کا کام اسلامی لشکر کی پشت پناہی کرنا تھا کہ مشرکین کی فوج پیچھے سے آ کر حملہ نہ کر سکے۔

لہٰذا رسولؐ نے انہیں تاکید فرمائی تھی کہ جنگ کی صورت حال کچھ بھی ہو تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا مزید فرمایا:

"تم ہمیں پشتوں کی طرف سے بچانا' اگرچہ ہمیں مال غنیمت جمع کرتے ہوئے دیکھو یا قتل ہوتے ہوئے تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا"۔

جنگ چھڑ گئی اور مسلمانوں کو بڑی کامیابی ملی، مشرکین کے قدم اُکھاڑ دیئے۔

پہاڑ کی چوٹی پر مقرر تیر اندازوں نے رسولؐ کی وصیت کو فراموش کر دیا، انہوں نے اپنے بھائیوں کو مالِ غنیمت جمع کرتے ہوئے دیکھا تو اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔

تیر اندازوں کے سپہ سالار نے چلا کر رسولؐ کی وصیت بھی یاد دلائی، لیکن تیر اندازوں نے کہا کہ مشرکین شکست کھا چکے ہیں اب یہاں قائم رہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اسی حساس و نازک حالت میں خالد بن ولید کی سرکردگی میں مشرکین کے لشکر نے اسلامی لشکر پر اچانک پیچھے کی طرف سے حملہ کر دیا۔

پہاڑ کی چوٹی پر باقی رہ جانے والے تیر انداز حملہ آوروں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ چنانچہ ان میں سے بعض شہید ہوئے۔

مسلمانوں کو جب گھیر لیا تو ان کے اُوسان قطع ہو گئے۔ ان کی صفوں میں تفرقہ پڑ گیا۔ رسولؐ خدا ان کے آس پاس مخلص ہی رہ گئے جن میں پیش پیش حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ، حمزہ بن عبدالمطلبؑ اور مصعب بن عمیر تھے۔

مسلمانوں کا پرچم مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا اور ان گنے چنے لوگوں میں تھے جو میدانِ کارزار میں رسولؐ سے دفاع کرنے میں ثابت قدم تھے۔

علمدار پر مشرکین نے اپنے حملے تیز کر دیئے کیونکہ علَم کا گر جانا شکست کے مترادف ہے۔

لہٰذا مصعب بن عمیر نے بھی تنہا دلیری سے جنگ جاری رکھی لیکن مقاومت کے بعد زمین پر گر پڑے اور جام شہادت نوش کیا۔

محمدؐ نے حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کو حکم دیا کہ پرچم بلند کرو، جنگ جاری تھی کہ جناب حمزہ نے بھی شہادت پائی۔

چند دلیر مسلمان ہی میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہ گئے جو جنگ جاری رکھے ہوئے تھے ان ہی میں سے ابودجانہ انصاری اور سہیل بن حنیف بھی تھے۔

رسولؐ زخمی ہو گئے۔ مشرکین اپنے شدید حملوں کا نشانہ آنحضرتؐ ہی کو بنائے ہوئے تھے لہٰذا آپؐ ہر دفعہ علیؑ بن ابی طالبؑ کو مخاطب کر کے فرماتے تھے:

"مجھے ان سے بچاؤ.....!"

علیؑ اپنے زخموں کی پروا کیے بغیر اپنی تلوار ذوالفقار سے قتل کر رہے تھے کہ جبریلؑ نازل ہوئے۔ رسولؐ نے فرمایا:

"اس مواسات سے ملائکہ حیرت میں ہیں"۔

آسمان سے یہ ندا سنی گئی:

لَا سَيفَ اِلَّا ذُو الفِقَار وَلَا فَتٰى اِلَّا علِى

عقب نشینی

اپنے جنگی موقف پر ثابت قدم رہنے کے باوجود محمدؐ نے عقب نشینی کے بارے میں سوچا کہ سپاہیوں کو جمع کریں لہٰذا آپؐ نے مسلمانوں کو پکارا۔

میں اللہ کا رسولؐ ہوں میرے پاس آؤ۔

واپس لوٹ کر آنے والے اصحاب کو لے کر محمدؐ اُحد کی اونچی جگہوں کی طرف بڑھے تا کہ دفاعی مہم آسان ہو جائے۔

ابوسفیان نے پہاڑ کے نیچے کھڑے ہو کر کہا:

"یہ بدر کے دن کا انتقام ہے"۔

پھر کہا:

حسینیہ ۔ لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸ ۔ C1

"اعل ہبل......"

رسولؐ نے فرمایا:

"اللہ اعلیٰ و اجل"

ابوسفیان چلایا:

"ہمارے پاس عزیٰ ہے تمہارے پاس عزیٰ نہیں ہے"

رسولؐ نے فرمایا:

اللہ ہمارا مولا ہے تمہارا کوئی مولا نہیں ہے۔

جنگ ختم ہوگئی اور مسلمانوں نے ایسا سبق لے لیا جس کو وہ کبھی نہیں بھولیں گے اور وہ ہر حالت میں رسولؐ کی اطاعت کریں گے۔

اس معرکہ میں مسلمانوں کی طرف سے ستر (۷۰) آدمی شہید ہوئے' جبکہ مشرکین کے کشتوں کی تعداد اٹھائیس (۲۸) تھی۔

رسولؐ مدینہ لوٹ آئے، رسولؐ کی واپسی سے مسلمانوں کو مسرت ہوئی۔

محمدؐ نے حمنہ بنت جحش کو تین شہیدوں کی تعزیت دی، پہلے اس کے ماموں کی تعزیت دی، اس نے کہا:

انا للہ وانا الیہ راجعون ......خدا ان کی مغفرت کرے اور ان پر رحمت نازل فرمائے انہیں شہادت مبارک ہو۔

اس کے بعد اس کے بھائی کی تعزیت پیش کی۔ اس نے کہا:

انا للہ وانا الیہ راجعون......انہیں بھی شہادت مبارک ہو۔

پھر ان کو ان کے شوہر مصعب بن عمیر کی تعزیت دی۔

اب اس صابر و مومنہ سے ضبط نہ ہو سکا اور "واخوناہ" کہہ کر چلائی اور دل خراش نالوں کے ساتھ رونے لگیں۔

محمدؐ جانتے تھے کہ حمنہ اپنے بہادر شوہر سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔ لہٰذا ایک دم ان کی شہادت کی خبر نہیں سنائی تھی۔

وہ مومنہ عورت روتی ہوئی واپس گئی تو رسولؐ نے فرمایا:

"شوہر کو بیوی سے یا ایک خاص لگاؤ ہوتا ہے جو کسی دوسرے سے نہیں ہوتا"۔

اس طرح جہادِ منور کا صفحہ الٹ گیا کہ پہلی سطروں میں مصعب بن عمیر کا نام چمکتا ہوا نظر آتا تھا۔

آج مسلمان اس جری کے جذبہ کو تعجب کے ساتھ یاد کرتے ہیں کہ جس نے ایمان و اسلام کی خاطر قید اور جلاوطنی کی مصیبتیں اُٹھائیں۔ اس لیے.....

تاکہ اس کا نام مصعب الخیر آنے والی نسلوں میں لیا جاتا رہے۔

۵

حضرت ابو ذر غفاریؓ

حضرت ابوذر غفاریؓ ندائے عدالت

عرب کے بت پرست قبیلوں میں سے ایک غفار بھی تھا۔ یہ خاندان مدینہ منورہ ''یثرب'' کے قریب آباد تھا۔ مکہ کے تجارتی قافلے ان کے قریب سے گزرتے تھے۔

اس خاندان کے لوگ ''منات'' نام کے بت کی پرستش کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ قضاوقدر منات ہی کے اختیار میں ہے۔ لہٰذا وہ اس کی زیارت کے لیے جاتے اور اس کے لیے قربانی پیش کرتے۔

ایک روز قبیلہ غفار کا ایک جوان منات کے پاس گیا' جوان مفلس تھا، اس نے منات کے سامنے دودھ کا پیالہ رکھ دیا اور اس کی طرف دیکھنے لگا لیکن بت پتھر کی طرح ساکت و جامد رہا، اس میں کوئی حرکت نہ ہوئی، اس نے دودھ بھی نہ پیا، جوان بھی دیکھتا رہا، اسی اثناء میں لومڑی آئی اور دودھ پی گئی اور اسی پر اکتفانہ کی' بلکہ ٹانگ اُٹھا کر منات کے کان میں پیشاب بھی کر دیا مگر منات میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔

جوان اپنا اور منات کا مذاق اُڑاتے ہوئے ہنسا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا وہ ایسے گنگ پتھر کی پوجا کرتا ہے جو نہ کچھ سمجھتا ہے نہ سنتا ہے۔

قبیلے کی طرف لوٹتے وقت ''جندب'' کو راستہ میں وہ الفاظ یاد آ گئے جو اس نے ایک روز شہر مکہ کے بازار ''عکاظ'' سے گزرتے ہوئے سنے تھے، اسے ''قیس بن ساعدہ'' وہ

کلمات یاد آئے جن کو بازار میں بیان کر رہا تھا۔

لوگو! سنو اور یاد کرلو

......جو زندہ تھا وہ مر گیا

......اور جو مر گیا وہ فنا ہو گیا

......جو کچھ ہے وہ آنے والا ہے

......اندھیری رات

......مجھے کیا ہو گیا ہے میں لوگوں کو جاتے ہوئے دیکھتا ہوں مگر وہ واپس نہیں لوٹتے ہیں۔

......کیا انہیں قبر پسند آ گئی کہ وہیں کے ہو کر رہ گئے؟

جندب نے صاف اور نیلگوں آسمان کی طرف دیکھا، تاحدِ نگاہ پھیلے ہوئے صحرا اور اس کے ریت اور کنکریوں پر نظر ڈالی اور اسے لومڑی کی وہ حرکت یاد آ گئی جو اس نے منات کے ساتھ کی تھی پھر جندب اس بات پر ایمان لے آیا کہ کائنات کا خدا منات و ہبل، لات اور تمام بتوں سے بزرگ و برتر ہے۔

اسی روز سے جندب بن جنادہ بہ دل سے آسمان و زمین کے خالق کی طرف متوجہ ہو گئے۔

طلوعِ آفتاب

اہلِ کتاب زمانہ دراز سے ایک نئے نبی کے ظہور کی بشارت دیتے چلے آ رہے تھے، عرب کے قبیلے ان خبروں کو ایک دوسرے سے نقل کرتے تھے اور جو لوگ بتوں کا مذاق اڑاتے تھے انہیں نئے نبی کی زیارت کا بہت شوق تھا۔

ایک دن ایک شخص مکہ سے آیا اور اس نے جندب سے کہا:

"مکہ میں ایک شخص ہے وہ کہتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے۔"

جندب نے پوچھا:

"وہ کس خاندان سے ہے؟"

اس شخص نے کہا:

"وہ قریش سے ہے"

جندب نے کہا:

"قریش کے کن لوگوں میں سے ہے؟"

اس شخص نے جواب دیا:

"بنی ہاشم میں سے"

جندب نے پوچھا:

"اس پر قریش کا کا ردعمل کیا ہے؟"

اس شخص نے کہا:

"قریش اُسے جھٹلاتے ہیں اور اُسے مجنون کہتے ہیں"۔

آنے والا واپس چلا گیا اور "جندب" غور کرنے لگا۔

انیس

جندب نے سوچا کہ وہ اپنے بھائی انیس کو مکہ روانہ کرے تا کہ نئے نبی سے معلومات بہم پہنچائے' انیس سیکڑوں میل کا سفر طے کر کے مکہ پہنچے اور اپنے بھائی کو آگاہ کرنے کے لیے جلد ہی لوٹ آئے۔

میں نے ایک شخص کو دیکھا جو کہ نیکی کا حکم دیتا ہے، برائی سے روکتا ہے ایک خدا کی پرستش کی دعوت دیتا ہے۔

میں نے دیکھا کہ وہ کعبہ کے پاس آیا اور نماز شروع کی اس کے برابر میں فرزند ابوطالبؑ علیؑ کھڑے ہوئے اور ان کے پیچھے ان کی بیوی خدیجہؓ کھڑی ہو گئی۔

جندب نے اپنے بھائی سے پوچھا:

اس کے بعد کیا ہوا؟

انیس نے کہا:

"اتنا تو میں نے دیکھا، لیکن قریش کے سرداروں کے خوف سے میں ان کے قریب جانے کی جرأت نہ کر سکا"۔

مکہ کی سمت

جندب ان باتوں سے مطمئن نہ ہو سکے۔ نبیؐ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

غروبِ آفتاب کے وقت جوان غفاری مکہ پہنچے اور خانہ کعبہ کا طواف کرنے لگے، پھر آرام کی غرض سے حرم کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ اور نبیؐ سے ملاقات کے وسیلہ کے بارے میں سوچنے لگے۔

اندھیرا چھا گیا، خانہ کعبہ لوگوں سے خالی ہونے لگا، اسی اثناء میں ایک جوان صحنِ مسجد میں پہنچا اور خشوع کے ساتھ کعبہ کا طواف کرنے لگا۔۔ جوان نے دیکھا کہ ایک مسافر بیٹھا ہے، مسافر کے پاس گیا ادب سے پوچھا:

جوان...... "آپ مسافر ہیں؟"

غفاری...... "ہاں"

جوان...... "آیئے ہمارے گھر چلئے"

جندب چپ چاپ جوان کے گھر کی طرف چلے اور دل ہی دل میں اسکا شکریہ ادا کیا۔

جندب نے صبح ہوتے ہی جوان کو خدا حافظ کہا اور چاہِ زمزم کی طرف روانہ ہوئے۔

سوچا ہو سکتا ہے وہاں نبی کو پہچان لوں۔

وقت گزرتا رہا اور جندب انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ رات ہوگئی تاریکی چھا گئی۔

ملاقات

پھر جوان آیا اور عادت کے مطابق طواف کرنے لگا اور مسافر کو پھر اسی جگہ بیٹھے ہوئے دیکھا تو کہا:

"کیا ابھی تک مسافر کو اس کی منزل نہیں ملی ہے؟"

جندب: "نہیں"

جوان: "ہمارے گھر چلئے"

جندب جوان کے ہمراہ اس کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ آج بھی خاموش ہیں۔

جوان: "میں آپ کو فکرمند دیکھ رہا ہوں کیا آپ کی کوئی حاجت ہے؟"

جندب: "ڈرتے ہوئے...... اگر آپ میرا راز محفوظ رکھیں تو بتاؤں"۔

جوان: "انشاء اللہ محفوظ رکھوں گا۔"

جندب اللہ کے ذکر سے محظوظ ہوئے اور آہستہ سے کہا:

"میں نے سنا ہے کہ مکہ میں نبیؐ مبعوث ہوئے ہیں، ان ہی سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

جوان نے مسکراتے ہوئے کہا:

یقیناً خدا نے آپ کی ہدایت کی ہے۔ میں ان کے گھر کی طرف آپکی راہنمائی کروں گا۔ لیکن دور سے میرا اتباع کرنا، پھر اگر میں تمہارے لیے خطرہ محسوس کروں گا تو میں اس طرح ٹھہر جاؤں گا گویا نعلین صحیح کرر ہا ہوں، آپ نہ رکیں بلکہ اپنا راستہ طے کرتے رہیں۔

جوان حضرت محمدؐ کی منزل کی سمت روانہ ہوا۔ جندب اس کا اتباع کرتے رہے یہاں تک کہ دونوں پہنچ گئے۔

ایمان

جندب نبیؐ کے بیت الشرف میں داخل ہوتے ہیں اور حضرت محمدؐ سے ملاقات کرتے ہیں تو خود کو ایسے انسان کے سامنے دیکھتے ہیں جو مکارمِ اخلاق کا مجسمہ ہے۔

حضرت محمدؐ اپنے مہمان سے سوال کرتے ہیں:

""تمہارا تعلق کس قبیلے سے ہے؟""

جندب نے کہا:

""غفار سے""

نبیؐ نے فرمایا:

""تمہاری کوئی حاجت ہے؟""

جندب نے کہا:

""میرے سامنے اسلام پیش کیجیے""

نبیؐ......""اسلام یہ ہے کہ تم خدا کی وحدانیت اور میری نبوت کی گواہی دو""

اس کے بعد......؟......

فحشاء اور برائیوں سے بچو، مکارمِ اخلاق اختیار کرو، بتوں کی پوجا چھوڑ دو اور اس ایک خدا کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسراف سے بچو، ظلم سے باز رہو۔

جوان تہ دل سے خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آیا......اور کہا:

اشهد ان لا اله الا الله وانک رسول الله رضیت بالله ربًا وبک نبیًا

اب ایک نئی شخصیت ابھر کر سامنے آئی اور وہ عظیم صحابی ابوذر غفاری جندب بن جنادہؓ کی شخصیت ہے۔

ابوذرؓ اُٹھے اور با آواز بلند کہا:

"قسم اس ذات کی جس نے آپ کو رسولؐ بنا کر بھیجا ہے۔ میں چیخ چیخ کر خدا کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دوں گا۔"

بیت الشرف سے نکلنے سے پہلے ابوذر نے محمدؐ سے دریافت کیا:

یہ جوان کون ہے جس نے آپ تک رہنمائی کی ہے؟

نبیؐ نے با احترام فرمایا: "وہ میرے چچازاد بھائی علیؑ ہیں۔"

پیغمبر اکرمؐ نے ابوذرؓ کو یہ وصیت کی:

"اے ابوذرؓ! اس امر کو مخفی رکھو، اپنے وطن لوٹ جاؤ۔"

ابوذرؓ یہ سمجھے کہ رسول کو یہ خوف ہے کہیں قریش انتقام نہ لیں" لہٰذا انہوں نے کہا:

"قسم اس ذات کی جس نے آپ کو برحق نبیؐ بنا کر بھیجا ہے میں ضرور بالضرور ان کے درمیان یہ بات بانگ دہل کہوں گا قریش کا جو دل چاہے وہ کریں۔"

اگلے روز صبح سویرے ابوذرؓ خانہ کعبہ میں پہنچے۔ دیکھا بت اپنی اپنی جگہ ساکت و جامد ہیں، ابوذرؓ اپنا راستہ طے کرتے ہیں اور قریش کے جابر افراد بیٹھے ہوئے نئے دین کے

بارے میں غور و فکر کر رہے ہیں۔

اسی وقت ایک باجرأت آواز گونجی۔

"اے گروہ قریش...... میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اس کے رسولؐ ہیں۔"

اس نعرہ سے بت اور مشرکین کے دل دہل گئے

ایک قرشی چیخا کہ یہ کون شخص ہے جو ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے۔

قریش ابوذرؓ پر ٹوٹ پڑے اور اتنا مارا کہ لہولہان ہو کر بے ہوش ہو گئے۔

نبیؐ کے چچا عباس آئے اور یہ کہتے ہوئے ابوذرؓ کو چھڑایا۔

"اے قریش والو! وائے ہو تم پر تم غفار کے آدمی کو قتل کرتے ہو اور تمہارے قافلے اسی کے قبیلہ کے پاس سے گزرتے ہیں۔"

جب ابوذرؓ کو افاقہ ہوا تو وہ چاہ زمزم پر پہنچے، آب زمزم پیا اپنے بدن کا خون دھویا اور ایک مرتبہ پھر قریش کو اپنے ایمان سے خبردار کرنے کا ارادہ کیا، چنانچہ خانہ کعبہ میں پہنچے اور ان کی آواز گونجی:......

اشهدان لا اله الا الله وحده لا شريک له واشهد ان محمدًا رسول الله.

پھر قریش ان پر بھیڑیوں کی مانند ٹوٹ پڑے اور مارنے لگے یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے پھر عباس نے چھڑایا۔

واپسی

حضرت ابوذرؓ، خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوئے۔

ان کی حالت دیکھ کر آنحضرتؐ کو بہت قلق ہوا، شفقت سے فرمایا:

"اپنی قوم کی طرف پلٹ جاؤ اور انہیں اسلام کی دعوت دو۔"

حضرت ابوذرؓ نے کہا:

اے اللہ کے رسولؐ! میں اپنی قوم کی طرف جاؤں گا اور انہیں اسلام کی طرف بلاؤں گا' لیکن قریش نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے اسے میں فراموش نہیں کروں گا۔

ابوذرؓ اپنے قبیلے کے پاس لوٹ آئے اور انہیں نورِ اسلام کی طرف بلانے لگے، ان کے بھائی انیس ان کی والدہ اور ان کے نصب قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا' لیکن نصف قبیلہ نے کہا جب نبیؐ آئیں گے تو پھر......!

ہجرت

دن مہینے سال گزر جاتے ہیں...... نبیؐ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہیں، ابوذرؓ کو بھی اس کی خبر ہوتی ہے۔ وہ اپنے قبیلہ کے ساتھ راستہ میں نبیؐ کے استقبال کے لیے آتے ہیں۔

دور سے نبیؐ اپنے اونٹ "قصواء" پر نظر آتے ہیں اور ابوذرؓ دوڑتے ہوئے ناقہ تک پہنچتے ہیں، ناقہ کی مہار پکڑ لیتے ہیں اور بشارت دیتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

"اے اللہ کے رسولؐ! میرے بھائی، ماں اور میرے قبیلہ کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔"

ہمارے سید و سردار محمدؐ، استقبال کرنے والوں کا جم غفیر دیکھ کر مسرور ہو گئے۔

ایک نے کہا:

"اے اللہ کے رسولؐ، ابوذرؓ نے ہمیں وہ سب سکھا دیا جو آپؐ نے تعلیم دیا تھا' لہٰذا ہم مسلمان ہو گئے اور یہ گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔"

قبیلہ غفار کے لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد ان کے ہمسایہ قبیلے "اسلم" نے بھی اسلام قبول کر لیا اور یہ اعلان کیا: "اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔"

حضرت محمدؐ نے متاثر ہو کر فرمایا:

"غفار کی اللہ مغفرت کرے اور "اسلم" کو خدا سلامت رکھے۔"

اس کے بعد رسولؐ مدینہ "یثرب" کی طرف روانہ ہوئے اور ابوذرؓ نے اس سفر میں آپ کی رفاقت کی۔

جب ابوذرؓ لوٹ کر اپنے قبیلہ کے پاس آئے تو بعض لوگوں نے معلوم کیا:

"کیا رسولؐ اللہ نے تم سے کوئی حدیث بیان کی ہے؟"

ابوذرؓ...... "ہاں"

مجھے سات چیزوں کا حکم دیا ہے:

- ...... مجھے نادار اور نچلے طبقہ کے لوگوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔
- ...... اپنے سے کمزور لوگوں کو دیکھوں اپنے سے بلند پر نظر نہ لگاؤں۔
- ...... مجھے صلہ رحم کرنے کا حکم دیا ہے۔
- ...... مجھے حق بیان کرنے کا حکم دیا ہے اگرچہ وہ تلخ ہی کیوں نہ ہو۔
- ...... اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی پرواہ نہ کروں۔
- ...... مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں " لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" یادہ پڑھا کروں کیوں کہ یہ زیر عرش خزانہ ہے۔

ابوذرؓ اپنے خاندان کی ہدایت کرتے رہے اور انہیں تعلیم دیتے رہے وہ مسلم مومن

کے لیے نمونہ تھے۔

ابوذرؓ ایک روز مسجد میں داخل ہوئے' دیکھا رسولؐ تنہا تشریف فرما ہیں۔ لہٰذا قریب جا کر بیٹھ گئے۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا:

''اے ابوذرؓ! مسجد کے لیے تحیت ہے اور وہ دو رکعت (نماز) ہے۔''

ابوذرؓ اُٹھے اور دو رکعت نماز بجالائے اور پھر رسولؐ کے پاس آ بیٹھے اور عرض کی:

''یارسولؐ اللہ! کون سے اعمال افضل ہیں؟''

''اللہ عزوجل پر ایمان اور راہِ خدا میں جہاد''

''مومنین میں سے کس کا ایمان کامل ہے؟''

''جس کا اخلاق اچھا ہے''

''اللہ کے رسولؐ! مومنین میں سے کس کا اسلام صحیح ہے؟''

''جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔''

''یارسولؐ اللہ! کونسی ہجرت افضل ہے؟''

''گناہوں کو چھوڑنا۔''

''اے اللہ کے رسولؐ! بہترین صدقہ کیا ہے؟''

''فقیر کو کچھ دینا۔''

''اے اللہ کے رسولؐ! خدا نے عظیم ترین آیت کونسی نازل کی ہے؟''

''آیت الکرسی''...... کرسی کے سامنے سات آسمان ایسے ہی ہیں جیسے لق و دق صحرا میں ایک دائرہ......

"اے اللہ کے رسولؐ! انبیاء کتنے ہیں؟"

"ایک لاکھ چوبیس ہزار"

"اے ابوذرؓ! چار سریانی ہیں، آدمؑ، شیثؑ، خنوخؑ "ادریسؑ" سب سے پہلے قلم سے انہوں نے ہی لکھا۔ نوحؑ۔ چار عرب ہیں۔ ہودؑ، صالحؑ، شعیبؑ اور تمہارے نبیؐ۔"

"اے اللہ کے رسولؐ! اللہ کی کتنی کتابیں ہیں؟"

"سو (۱۰۰) کتابیں ہیں" چار ان میں سے حضرت شیثؑ پر نازل ہوئی ہیں، پچاس صحیفے ہیں اور ان میں سے تیس (۳۰) حضرت ادریسؑ پر حضرت ابراہیمؑ پر دس (۱۰) اور تورات کے نزول سے قبل حضرت موسیٰؑ پر دس (۱۰) صحیفے نال ہوئے تھے اور خدا نے تورات، انجیل، زبور اور فرقان "قرآن" نازل کیا ہے۔"

"یارسولؐ اللہ! صحفِ ابراہیم کیا ہے؟"

"اسکی مثال یہ ہے...... اے مسلط "آزمائے جانے والے" مغرور بادشاہ میں نے تمہیں دنیا کی بعض چیزوں کو بعض کے ساتھ جمع کرنے کے لیے نہیں بھیجا ہے میں مظلوم کی فریاد کو رد نہیں کرتا ہوں خواہ وہ کافر ہی ہو۔"

"اے اللہ کے رسولؐ! صحفِ موسیٰؑ کیا ہے۔"

"وہ سب عبرتیں ہیں: مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو موت کا یقین رکھتا ہے اور پھر خوش رہتا ہے، مجھے تعجب ہے اس آدمی پر جو جہنم کا یقین رکھتا ہے اور پھر ہنستا ہے، مجھے تعجب ہے اس انسان پر جو قدر کا یقین رکھتا ہے اور پھر وہ قائم رہے، مجھے تعجب ہے اس شخص پر کہ جو دنیا کو اور اس کے بسنے والوں سمیت اس کے انقلاب کو دیکھتا ہے اور پھر اس سے مطمئن ہے، مجھے تعجب ہے اس آدمی پر جو روزِ حساب کا یقین رکھتا ہے اور پھر (نیک) عمل انجام نہیں دیتا۔"

ابوذرؓ نے خلوص کے ساتھ گریہ کیا اور کہا:

''اے اللہ کے رسولؐ! مجھے وصیت کیجئے۔''

میں تمہیں تقوائے خدا کی وصیت کرتا ہوں کہ یہی سرمایہ ہے۔

اللہ کے رسولؐ کچھ اور فرمایئے:

''قرآن کی تلاوت کرو یہ زمین پر تمہارے لیے نور اور آسمان میں ذکر ہے۔''

اللہ کے رسولؐ! کچھ اور!

''مسکینوں سے محبت اور ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھو۔''

تبوک کے راستہ میں

برسوں گزر گئے مسلمان ایک ملت و امت بن گئے، ان کی حکومت قائم ہو گئی، وہ اپنے دشمن مشرکوں اور یہود پر فتح یاب ہو گئے۔ عرب کے قبائل جوق در جوق دینِ خدا میں داخل ہو گئے۔

ہمارے سید و سردار حضرت محمدؐ تمام انسانوں کے لیے رسولؐ تھے' اس لیے آپ نے یہ ارادہ کیا کہ دنیا میں جزیرۃ العرب کے حدود سے باہر بھی اسلام کی نشر و اشاعت کی جائے۔

حضرت محمدؐ نے اعلانِ جہاد کیا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ تبوک کی سمت روانہ ہونے کے لیے تیار ہو جائیں' تبوک جزیرۃ العرب کے شمال میں واقع ہے۔

نبیؐ کے اعلان پر مسلمانوں کی آمادگی اور اس زمانے کی حکومتوں کے لیے چیلنج کو دیکھ کر منافقین نے کہا:

عنقریب ہرقل بادشاہ انہیں اپنے لشکرِ جرار سے کچل دے گا۔

مشرکین، سویلم یہودی کے گھر میں جمع ہوئے اور مسلمانوں کو ڈرانے لگے کہ وہ تبوک

کی طرف نہ جائیں۔

جب نبیؐ مدینہ سے روانہ ہوئے اور دل کے کھوٹے اور منافقین نے روگردانی کی تو رسولؐ نے اپنے ابنِ عم، شیرِ اسلام علیؑ بن ابی طالب کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا' تا کہ منافقین کی سازش کو ناکام بنایا جا سکے۔

منافقین نے یہ سراغ لگایا کہ علیؑ کے جنگ میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے ناخوش ہیں۔ لہٰذا منافقین نے یہ افواہ پھیلا دی کہ رسولؐ نے زبردستی انہیں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔

لیکن لوگوں کو حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے حضرت علیؑ نے اسلحہ لگایا اور مدینہ سے باہر جرف کے مقام پر نبیؐ سے جا ملے اور آپؐ کو یہودیوں کی افواہ سے آگاہ کیا۔

''اللہ کے رسولؐ! منافقین کا خیال ہے کہ آپ نے مجھے اس لیے مدینہ میں چھوڑا ہے کہ آپؐ مجھے دوست نہیں رکھتے ہیں۔''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسکرائے اور فرمایا:

''منافقین جھوٹے ہیں' میں نے اس لیے تمہیں مدینہ میں چھوڑا ہے' تا کہ تم شہر کی حفاظت کرو اور ان کی چال بازیوں سے محفوظ رکھو۔ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰؑ کے لیے ہارونؑ تھے۔ بس میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا؟''

حضرت علیؑ: ہاں، اے اللہ کے رسولؐ! میں راضی ہوں۔

رسولؐ اللہ کے یہ کلمات سن کر حضرت علیؑ مدینہ واپس آ گئے۔

یہ ابوذرؓ ہے

نبیؐ لشکرِ اسلام کی قیادت کرتے ہوئے صحرا سے گزر گئے اور بعض ضعیف الایمان مسلمان آپؐ کو راستہ میں چھوڑ کر مدینہ واپس پہنچ گئے، بعض لوگوں نے آنحضرتؐ کو اس

کی اطلاع دی اور کہا: فلاں شخص واپس چلا گیا ہے۔ رسولؐ نے فرمایا:

"جانے دو اگر اس کے لیے خیر ہوگی تو خدا اسے تم سے ملحق کر دے گا۔"

لشکرِ اسلام نصف راہ طے کر چکا تھا کہ ایک مسلمان نے کہا:

"اللہ کے رسولؐ ابوذرؓ واپس چلے گئے ہیں۔"

نبیؐ نے فرمایا:

"چھوڑو اگر ان کے لیے خیر ہے تو خدا انہیں تم سے ملحق کر دے گا۔"

لشکرِ اسلام صحرا کو طے کرتا چلا جا رہا تھا۔

ابوذرؓ ایک نحیف و لاغر اونٹ پر سوار تھے جو چلنے پر قادر نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ابوذرؓ رفتہ رفتہ لشکرِ اسلام سے بہت پیچھے رہ گئے یہاں تک کہ اونٹ میں ایک قدم چلنے کی بھی طاقت نہ رہی۔

ابوذرؓ مغموم و محزون بیٹھ کر سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے؟

کیا واپس مدینہ لوٹ جاؤں یا پیدل راستہ طے کروں؟

ابوذرؓ نے واپس لوٹنے کے بارے میں نہیں سوچا وہ سچے مومن تھے جناب محمد مصطفیٰؐ کو تہِ دل سے دوست رکھتے تھے لہٰذا یہ طے کیا کہ پیدل لشکرِ اسلام کا اتباع کیا جائے۔

ابوذرؓ نے آگ اُگلتے صحرا کو طے کرنا شروع کر دیا۔ جو کچھ آپ کے پاس زادِ راہ پانی تھا وہ ختم ہو گیا۔ اس کے باوجود اللہ پر ایمان اور محبت رسولؐ انہیں منزل کی ـت لئے جا رہی تھی۔

ابوذرؓ کو شدید پیاس کا احساس تھا کہ انہوں نے ایک پتھر کے نیچے ٹھنڈا پانی دیکھا، ڑا سا پیا تو معلوم ہوا کہ شیریں ہے تو اور پینا چاہا لیکن نہ پیا اور کہا:

"اس وقت تک نہیں پیوں گا جب تک میرے حبیب رسولؐ اللہ اس میں سے نہیں پئیں گے۔"

پانی سے اپنا مشکیزہ بھرا اور پیدل صحرا کو طے کرنے لگے۔

ابوذرؓ رات، دن چلتے تھے' تا کہ لشکرِ اسلام تک پہنچ جائیں۔ لشکرِ اسلام نے بعض جگہوں پر آرام بھی کیا تا کہ وہ تبوک کے میدان میں مقابلہ کیلئے فرحت کے ساتھ اُتریں۔

اگلے روز جب سورج طلوع ہوا تو کچھ مسلمانوں نے دور سے دیکھا ایک آدمی چلا آ رہا ہے، انہوں نے تعجب سے کہا:

"اللہ کے رسولؐ! یہ شخص تنہا چلا آ رہا ہے!!"

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"یہ ابوذر ہے۔"

مسلمان سراغ رسانی کے لیے آگے بڑھے' جب قریب پہنچے تو باآواز بلند کہا:

"قسم خدا کی یہ ابوذرؓ ہے۔"

جب رسولؐ نے ابوذرؓ کے چہرہ پر تھکن اور پیاس کے آثار ملاحظہ کیے تو فرمایا:

"انہیں پانی پلاؤ یہ پیاسے ہیں" ...... لیکن!

ابوذرؓ مشکیزہ لے کر رسول کی طرف بڑھے' تا کہ رسولؐ کو پانی پلائیں۔

نبی اکرمؐ نے پوچھا:

"ابوذرؓ تمہارے پاس پانی ہے اور پھر تم پیاسے ہو؟"

ابوذرؓ نے عرض کی:

"ہاں یا رسولؐ اللہ! ایسا ہی ہے۔ میں نے دیکھا کہ پتھروں کے بیچ میں بارش کا

پانی جمع ہے، میں نے اسے چکھا تو وہ شیریں اور ٹھنڈا معلوم ہوا۔ میں نے سوچا کہ جب تک اس میں سے رسولؐ اللہ نہیں نوش فرمائیں گے اس وقت تک میں بھی نہیں پیوں گا۔"

اس بات سے نبیؐ متاثر ہوئے اور فرمایا:

"ابوذرؓ خدا تم پر رحم کرے۔"

تم تنہائی کی زندگی بسر کرو گے۔

تنہائی کی حالت میں مرو گے۔

اور اکیلے جنگ میں داخل ہو گے۔

اہلِ عراق کی ایک جماعت تمہیں غسل و کفن دے کر تمہارے اوپر نماز پڑھے گی۔

رسولؐ اللہ کی حدیثیں

جنابِ رسولؐ نے وفات پائی، مسلمان مغموم ہو گئے۔ ابوذرؓ کو زیادہ قلق تھا، انہوں نے جنابِ رسولؐ اللہ سے زیادہ عمر پائی، آپؐ کی احادیث کو حفظ کیا اور انہیں اپنے لیے مشعلِ راہ بنایا۔

ابوذرؓ پکے مومن تھے۔ وہ خلافت کو نبوت کی طرح منصب الٰہی سمجھتے تھے کہ جس کے لیے خدا صالح بندوں میں سے شائستہ ترین انسان کو منتخب کرتا ہے۔

پھر ابوذرؓ نے حضرت علیؑ کے بارے میں رسولؐ اللہ سے یہ حدیث بھی سنی تھی:

"اے علیؑ! آپ میرے لیے ایسے ہی ہیں جیسے موسیٰؑ کے لیے ہارونؑ تھے، بس میرے بعد کوئی نبیؐ نہیں ہوگا۔"

اور حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم میں تمام لوگوں کے سامنے اس حدیث کو بھی سنا تھا: "جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں، پالنے والے علیؑ کے دوست کو

دوست اور ان کے دشمن کو دشمن رکھ، جو ان کی نصرت کرے تو اس کی مدد فرما اور ان کو رسوا کرنے والے کو ذلیل فرما۔"

رسولؐ خدا کی زبان ہی سے یہ بھی سنا تھا: "علیؑ حق کے ساتھ ہیں، حق علیؑ کیساتھ ہے"

مگر افسوس کہ بعض مسلمانوں نے ان احادیث کو فراموش کر دیا اور جس وقت رسولؐ کا انتقال ہوا، تو مسلمانوں کے درمیان آپؐ کے وصی اور چچازاد بھائی علیؑ بن ابی طالبؑ موجود تھے جو کہ غسل و کفن رسولؐ میں مشغول تھے، بعض مسلمانوں نے اجتماع کیا اور ابوبکر خلیفہ بن گئے۔

بہت سے صحابہ نے ابوبکر کے خلیفہ بن جانے پر اعتراض کیا۔ انہیں اعتراض کرنے والوں میں سے ایک سلمان فارسیؓ بھی تھے کہ جن کے بارے میں رسولؐ نے فرمایا تھا: "سلمانؓ اہل بیت میں سے ہیں۔"

عبادہ بن صامت، ابوالہثیم، حذیفہ اور عمار یاسر بھی معترضین میں شامل تھے، اسی لیے سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمہ زہراؑ نے بھی ابوبکر کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا تھا اور اس سلسلہ میں ان "ابوبکر" پر غضبناک تھیں۔

چند ماہ کے بعد اسلام کی فلاح کے پیش نظر حضرت علیؑ نے مصالحت کر لی۔

اور آپؑ کے ساتھ دیگر صحابہ کا غصہ بھی ختم ہو گیا اور انہوں نے مصالحت کر لی۔ ان ہی میں ابوذرؓ بھی شامل تھے۔

ابوذرؓ اسلام اور مسلمانوں کی بہبود کے بارے میں سوچتے رہتے تھے۔ چنانچہ حکومت اسلامیہ سے دفاع کی خاطر آپؓ متعدد بار جہاد پر بھی گئے۔ اس زمانہ میں روم فوجی حملہ کرتا تھا، حد سے آگے بڑھ گیا تھا تو اس وقت بہت سے صحابہ کے ساتھ ابوذرؓ بھی راہ خدا میں

جہاد کے لیے محاذ پر گئے تھے۔

خلیفہ اول ابوبکر دنیا سے اُٹھا تو اس کے بعد عمر ابن خطاب خلیفہ ہوا۔ اور ابوذرؓ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ بلادِ شام کے جہاد میں مشغول تھے۔

عمر ابن خطاب نے کوچ کیا تو عثمان بن عفان منصب خلافت پر متمکن ہوا۔

خلیفہ ثالث رسولؐ اور شیخین کی سیرت پر عمل نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اقرباء پروری کا وتیرہ تھا، ان ہی کو حکومت کے عہدوں پر متمکن کرتا تھا۔ مسلمانوں کے مال سے ان کے در تیجے بھر دیئے تھے۔ رسولؐ کے جلاوطن کیئے ہوئے مروان بن حکم کو واپس بلا لیا تھا اور موجودہ حکومت کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔

عثمان کی اس سیاست پر مسلمانوں کو اعتراض تھا، کوفہ سے ایک وفد آیا اور اس نے خلیفہ کو خبر دی کہ والیٔ کوفہ شراب پیتا ہے اور نشہ کی حالت میں مسجد میں جاتا ہے اور محراب میں قے کرتا ہے۔

لیکن خلیفہ نے کوئی اثر نہ لیا۔ بلکہ مروان نے وفد کی توہین کی اور واپس لوٹا دیا جبکہ اس وفد میں صحابہ رسول بھی تھے۔

ابوذرؓ عثمان کو برابر نصیحت کرتے تھے ایک روز ابوذرؓ نے کہا:

''تم اپنے دوستوں ''ابوبکر و عمر'' ہی کا اتباع کرو تو کوئی تم پر اعتراض نہ کرے گا، تم وہی سیرت اختیار کرو جو ابوبکر و عمر کی تھی۔''

لیکن عثمان نے ابوذر کو جھڑکا اور حاضرین کے سامنے کہا:

''اس جھوٹے بوڑھے کو پکڑ کر میرے سامنے لاؤ میں اس ان کی پٹائی کروں گا یا قید میں ڈال دوں گا یا قتل کروں گا یا سرزمینِ اسلام سے نکال دوں گا۔''

عثمان کی ان باتوں سے ابوذر اور دیگر مسلمانوں کو بہت تکلیف ہوئی اور عثمان کو وہ حدیث یاد دلائی جو رسولؐ نے ابوذر کے بارے میں فرمائی تھی۔

''آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے بوجھ نہیں اٹھایا ایسے انسان کا کہ جو ابوذر سے سچا ہو'' اور خلیفہ اسی ابوذر پر جھوٹ کی تہمت لگا رہے ہیں اور انہیں جھوٹا بوڑھا کہہ رہے ہیں۔

ابوذر مجلس خلیفہ سے رنج و محن کے ساتھ چلے گئے اور انہیں وہ چیز یاد آ گئی جو کہ بیس سال پہلے ان سے بیان کی گئی تھی۔

وہ دن یاد آ یا گیا جس دن جناب رسولؐ اللہ مسجد میں تشریف فرما تھے اور ابوذر کو سوتا ہوا پایا تو انہیں بیدار کر کے فرمایا:

''میں تمہیں مسجد میں سوتا ہوا نہ دیکھوں''

یعنی اس کے بعد مسجد میں نہ سونا، پھر فرمایا:

''اس دن تمہاری کیا کیفیت ہوگی جس دن تمہیں مسجد سے نکالا جائے گا۔''

ابوذرؓ نے کہا:

اس وقت میں سرزمین جہاد شام کی طرف چلا جاؤں گا۔

جناب رسولؐ اللہ نے فرمایا:

''جب وہاں سے بھی نکال دیئے جاؤ گے تو؟''

ابوذر ''مسجد میں چلا جاؤں گا۔''

نبیؐ ''وہاں سے بھی نکال دیئے جاؤ گے تو؟''

ابوذرؓ... ''تلوار سے جنگ کروں گا۔''

نبیؐ ''کیا میں تمہیں وہ چیز بتاؤں جو ان سب سے بہتر ہے؟''

ابوذرؓ "ضرور بتایئے"

نبیؐ "سنو اور اطاعت کرو"

شام کی طرف

خلیفہ ثالث نے ابوذر کو شام میں جلاوطن کرنے کا عزم کر لیا۔ جب ابوذر شام پہنچ گئے تو عثمان نے معاویہ کو حکم دیا کہ ابوذر کو جنوبِ لبنان میں "جسکو آج جبلِ عامل کہتے ہیں" جلا وطن کر دو۔

ابوذرؓ نے وہاں لوگوں کو سیرت وحدیثِ رسولؐ کی تعلیم دینا شروع کر دی اور مسلمانوں کے حاکموں اور ان کی کجروی پر تنقید کرنے لگے اور ناداروں اور کمزوروں پر ظلم وتشدد کے خلاف آواز اٹھائی۔

ابوذرؓ خداوند عالم کا یہ قول دھراتے رہتے تھے:

"والذین یکنزون باالذھب والفضۃ ولا ینفقو نھافی سبیل اللہ فبشرھنم بعذاب الیم"

اس وجہ سے نادار اور مفلس لوگ آپ کے ہمنوا بن گئے تھے۔

معاویہ نے مال کے ذریعہ ابوذر کی زبان بند کرنا چاہی۔ چنانچہ انہیں دمشق حاضر کرنے کا حکم دیا اور ان کے لیے ہدیئے روانہ کیے۔ لیکن جلیل القدر صحابی نے ان ہدیوں کو فقیروں میں تقسیم کر دیا پھر معاویہ کے محل کے پاس سے گزرے اور با آواز بلند کہا:

"خداوند! ان لوگوں پر اپنی پھٹکار ڈال کہ جو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں لیکن خود عمل نہیں کرتے۔"

خدایا! ان لوگوں پر لعنت بھیج کہ جو دوسروں کو برائیوں سے روکتے ہیں لیکن خود

برائیوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ معاویہ نے ابوذر کو گرفتار کرنے کا حکم دیا تو پہرہ داروں نے زنجیروں میں جکڑ کر معاویہ کے سامنے پیش کیا۔ معاویہ نے غضبناک ہو کر کہا:

"اے خدا اور رسولؐ کے دشمن! تم ہر روز ہمارے محل کے پاس آتے ہو اور چیختے ہو۔ میں عنقریب امیر المومنین عثمان سے تمہارے قتل کی اجازت حاصل کروں گا۔"

پھر معاویہ اپنے دربانوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا:

"اسے قید خانہ میں ڈال دو۔"

مدینہ کی طرف

معاویہ نے عثمان کے پاس خط لکھا اور اس کے ذریعہ ابوذر کی تبلیغات اور ان کی طرف لوگوں کے بڑھتے ہوئے رجحان سے باخبر کیا۔

معاویہ کے نام خلیفہ کا جواب آیا۔ ابوذر کو واپس "مدینہ" بھیج دیں کہ ان کا معاملہ بہت سنگین ہے۔

جب مسلمانوں نے ابوذر کی واپسی کی خبر سنی تو بہت رنجیدہ ہوئے اور وہ رسولؐ اللہ کے صحابی کو وداع کرنے کے لیے نکلے۔

ابوذر ناقہ پر سوار ہوئے کہ جس کو معاویہ کے سنگ دل کارندے دوڑاتے تھے اور ابوذر کی ضعیفی کا قطعی لحاظ نہیں کرتے تھے اور سفر میں انہیں تکلیف پہنچاتے تھے۔

ابوذر مدینہ میں بہت بری حالت میں پہنچے اور اس حال میں خلیفہ کے پاس داخل کیے گئے کہ نقاہت وضعف کی وجہ سے قریب تھا کہ زمین پر گر پڑیں۔

ابوذر نے کہا:

"وائے ہو عثمان تمہارے اوپر کیا تم نے جناب رسولؐ اللہ کو نہیں دیکھا تھا؟ کیا تم نے

ابوبکر وعمر کو نہیں دیکھا تھا؟ کیا تمہاری سیرت نبی کی سیرت کی مانند ہے؟... تم میرے ساتھ ظالم وجابر جیسا سلوک روا رکھے ہوئے ہو؟۔"

عثمان نے نہایت ہی سنگدلی سے کہا:

"نکل جا ہمارے شہر سے"

ابوذر نے رنجیدہ ہو کر کہا: ...."کہاں جاؤں؟"

خلیفہ:....."جہاں تمہارا دل چاہے"

ابوذر:"میں سرزمین جہاد شام جانا چاہتا ہوں۔"

عثمان:"نہیں میں تمہیں واپس شام نہیں بھیجوں گا۔"

ابوذر:"عراق چلا جاؤں؟"

خلیفہ:"ہرگز نہیں۔"

ابوذر:"مصر چلا جاؤں؟"

خلیفہ:"ہرگز نہیں۔"

ابوذر نے ملول ہو کر کہا:"پھر کہاں جاؤں؟"

صحرا میں......

"کیا صحرائے نجد میں چلا جاؤں؟"

"ہرگز نہیں بلکہ تم ربذہ جاؤ"

ابوذر نے با آواز بلند کہا:

"اللہ اکبر، رسولؐ نے سچ فرمایا تھا اور مجھے اس کی خبر دی تھی۔"

عثمان نے پوچھا:"تم سے کیا کہا تھا؟"

بوڑھے نے جواب دیا: ''مجھ سے جناب رسولؐ اللہ نے کہا تھا کہ تمہیں مدینہ اور مکہ میں نہیں رہنے دیا جائے گا اور تمہاری موت ربذہ میں واقع ہوگی اور تمہیں اہل عراق'' جو کہ حجاز جا رہے ہوں گے'' دفن کریں گے۔''

ربذہ

ربذہ مدینہ منورہ کے مشرق میں ایک علاقہ ہے۔

ابوذر ربذہ سے بہت نفرت کرتے تھے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں وہاں بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔

ابوذر کو مدینہ سے محبت تھی کیونکہ وہاں قبرِ رسولؐ اور مسجد نبوی ہے۔

مکہ کو دوست رکھتے تھے' کیونکہ وہاں بیت اللہ الحرام ''خانہ کعبہ'' ہے۔

ربذہ سے نفرت کرتے تھے' کیونکہ اس سے انہیں بتوں کی پوجا یاد آ جاتی تھی' لیکن خلیفہ نے اسی منفور علاقہ میں انہیں جلاوطن کرنے کا حکم دیا اور مروان سے کہا انہیں لے جاؤ اور کوئی مسلمان انہیں رخصت نہ کرے۔

مسلمان خلیفہ کی سطوت سے ڈر گئے اور چند لوگ، علیؑ بن ابی طالب، عقیل فرزند رسولؐ حسنؑ و حسینؑ انہیں وداع کرنے کے لیے آگے بڑھے اور فرمایا:

''اے ابوذرؓ! تم خدا کے لیے غضبناک ہوئے۔''

لوگ اپنی دنیا کے برباد ہونے سے ڈرتے ہیں لیکن تم اپنے دین کے بارے میں ڈرے۔

پھر جس کے لیے تم غصہ ہوئے اسی سے امید رکھو' وہ لوگ اپنی دنیا کے بارے میں تم سے خوفزدہ تھے اور تمہیں ان سے دین کے بارے میں خوف تھا لہٰذا جس چیز کے بارے میں

انہیں تم سے خدشہ تھا اسے ان ہی پر چھوڑ دو اور جس شے کے متعلق تمہیں ان سے اندیشہ ہے اسے بچا کر بھاگ نکلو۔ جس چیز سے تم انہیں محروم کر کے جا رہے ہو اس کی انہیں بہت حاجت ہے اور وہ چیز تمہیں مستغنی نہیں کر سکتی جس سے انہوں نے تمہیں محروم کیا ہے اور تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ فائدہ میں کون ہے۔

''اے ابوذرؓ! تم صرف حق کو اپنا مونس بناؤ اور فقط باطل سے ڈرو!''

پھر عقیل بڑھے اور کہا:

''تم جانتے ہو کہ ہمیں تم سے محبت ہے اور تم ہم سے محبت کرتے ہو، پس تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو' کیونکہ تقویٰ ہی نجات ہے، صبر کرو، کہ صبر ہی بہتر ہے۔''

پھر سبطِ رسول حسن بن علیؑ آگے بڑھے اور فرمایا:

''چچا! اپنے نبیؐ سے ملاقات ہونے تک صبر کیجئے۔ وہ آپ سے خوش ہیں۔''

پھر حسینؑ آگے بڑھے اور فرمایا:

''چچا! خدا سے صبر اور نصرت طلب کیجئے۔''

پھر روتے ہوئے عمار یاسر بڑھے اور کہا:

''خدا اسے امن میں نہ رکھے جس نے تمہیں وحشت زدہ کیا ہے اور اسے بے خوف نہ رکھے جس نے تمہیں ڈرایا۔ قسم خدا کی اگر تم ان کی دنیا سے راضی ہو جاتے تو وہ تمہیں امان دیتے اور اگر تم ان کے اعمال سے راضی ہو گئے ہوتے تو ضرور تم سے محبت کرتے۔''

ابوذر نے گریہ کیا اور کہا:

''اے اہل بیتؑ! اللہ آپ حضرات پر رحم کرے۔ جب میں تم لوگوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے رسولؐ اللہ یاد آ جاتے ہیں۔''

ابوذر اپنی زوجہ اور بیٹی کے ساتھ صحرا کی طرف روانہ ہوئے' انہیں ان کے حبیب محمدؐ کی وہ باتیں یاد آ گئیں جو آنحضرتؐ نے ایک روز ابوذر سے کہی تھیں:

''اے ابوذرؓ! خدا تم پر رحم کرے''

''تم تنہائی کی زندگی بسر کرو گے''

''تنہا مرو گے''

''تنہا اٹھائے جاؤ گے''

''تنہا جنت میں داخل ہو گے''

٦

حضرت مقداد بن عمروؓ

۲ھ، ماہ رمضان میں ۳۱۳ مجاہدوں پر مشتمل مسلمانوں کا ایک لشکر قریش کے اس قافلہ کے سدّ راہ ہونے کی غرض سے نکلا جو شام سے واپس آ رہا تھا۔

قافلہ بہت بڑا تھا اس میں ایک ہزار اونٹ تھے، قافلہ کی قیادت اسلام کا سخت ترین دشمن ابوسفیان کر رہا تھا۔

جب مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو مشرکین نے ان کا مال لوٹ لیا اور گھروں کو مسمار کر کے کھنڈر بنا دیا۔

محمدؐ نے ان کا لوٹا ہوا مال واپس دلانے اور قریش کو ان کے اس قافلہ کی تنبیہ اور گوش مالی کا ارادہ کیا جو کہ تجارت کے لیے شام جاتا تھا۔

مسلمان قافلہ کے انتظار میں بدر کے کنواں کے پاس جمع ہو گئے۔ کچھ مدت کے بعد انھیں خبر ملی کی ابوسفیان نے قافلہ کا راستہ بدل دیا ہے اور قریش نے قافلہ کی حفاظت کے لیے ایک بڑا لشکر تیار کر لیا ہے جو کہ بہترین اسلحہ سے لیس ہے۔

مسلمان ان کے تجارتی قافلہ کا مال ضبط کرنے کے لیے نکلے تھے۔ یہ تو ان کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ بڑے لشکر کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

رسولؐ اللہ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تا کہ ان کا مقصد و موقف معلوم ہو جائے۔

عمر بن خطاب اٹھے اور کہنے لگے:

"وہ قریش ہیں، وہ عزت کی بلندی سے ذلت کی پستی میں نہیں گریں گے اور وہ کفر پر اڑے ہوئے ہیں کسی آئین پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، عمر بن خطاب کی باتیں سن کر مسلمانوں کے دل میں خوف بیٹھ گیا چنانچہ بعض واپس مدینہ جانے کی سوچنے لگے۔"

ان ہی نازک حالات میں ایک مہاجر صحابی مقداد بن عمرو کندی اٹھے اور دلیری کے ساتھ کہا:

اے اللہ کے رسولؐ! آپ حکم خدا پر عمل کیجئے' ہم آپؐ کے ساتھ ہیں' خدا کی قسم' ہم آپؐ سے ایسی باتیں ہرگز نہ کہیں گے کہ جیسی بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہی تھی کہ آپ اور آپ کا رب جا کر جنگ لڑیں ہم یہاں بیٹھے ہیں، ہمارا قول ہے آپؐ اور آپ کا رب جنگ کا آغاز کریں ہم ساتھ ساتھ لڑیں گے۔

رسولؐ اللہ کے چہرہ اقدس سے رضا کے آثار ظاہر ہوئے، اسکے بعد انصار کا موقف معلوم کرنے کے لیے ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "اے لوگو! جنگ کرو گے۔"

سعد بن معاذ سمجھ گئے کہ جناب رسولؐ اللہ ان سے مدد چاہتے ہیں لہٰذا انہوں نے اٹھ کر کہا!

"اے اللہ کے رسولؐ! گویا آپؐ کو ہماری ضرورت ہے؟"

رسولؐ نے فرمایا: "یقیناً"

سعد نے ایک مومن کے حوصلہ سے کہا:

"اے اللہ کے رسولؐ! ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں آپؐ کی تصدیق کی ہے اور یہ گواہی دی ہے کہ جو آپ لائے ہیں وہ حق ہے، اور ہم نے بسروچشم توثیق وعہد نامہ آپ کو دے دیا ہے لہٰذا جو آپ کا ارادہ ہے اسے کر گزریئے۔ قسم اس ذات کی جس نے حق کے

ساتھ آپ کو مبعوث کیا ہے اگر ہم کو لے کر آپ بحر احمر میں داخل ہوں گے تو جب تک ہمارا ایک آدمی بھی باقی ہے اس وقت تک آپ کا ساتھ دیتے رہیں گے۔"

اس سے مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا اور ایمان سے معمور دل کے ساتھ مشرکین سے ٹکرانے کے لیے تیار ہو گئے۔

جنگ ہوئی، مسلمان کامیاب ہو گئے، جب وہ واپس لوٹ رہے تھے تو اس وقت انہیں اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنے والے مومن صحابی مقداد کندی کے کلمات یاد آ رہے تھے۔

کون مقدادؓ......؟

مقداد کا سلسلہ نسب قبیلہ کندہ تک پہنچتا ہے' وہ مکہ آ گئے' وہاں اسود بن عبد زھری کے یہاں پناہ لی۔ اسی بنا پر آپ کو مقداد بن اسود کہا جانے لگا لیکن جب یہ آیت " ادعوھم لآ بائھم " نازل ہوئی تو مقداد بن عمرو کے نام سے پکارے جانے لگے۔

مقداد چوبیس سال کے ہو چکے ہیں، غار حرا سے نور اسلام ساطع ہو چکا ہے' مقدادؓ نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کی دعوت سنی اور جلد ہی نئے دین میں داخل ہو گئے اور اولین مسلمانوں میں قرار پائے۔ مقداد اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے، خفیہ طریقہ سے جناب رسولؐ اللہ سے ملاقات کرتے تھے۔ اسی طرح برسوں گزر گئے کہ مقداد کو اس بات کا غم کھائے جاتا تھا کہ مسلمانوں کے ساتھ اذیت والم سے کب گلو خلاصی نصیب ہوگی۔

ہجرت

حضرت محمد مصطفیٰؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: "مدینہ ہجرت کر جاؤ" چنانچہ وہ اجتماعی وانفرادی صورت میں مدینہ ہجرت کرنے لگے، خدا نے اپنے رسول کو بھی ہجرت کا حکم

دیے دیا۔ آپ بھی ہجرت کر گئے، جناب رسولؐ اللہ کے بسلامت پہنچ جانے سے مقداد بہت خوش تھے اور شیر اسلام حضرت علی بن ابی طالبؑ کو کہ جس نے اپنی جان کی بازی لگا کر رسولؐ اللہ کو مشرکین کی تلواروں کی زد سے نکالا تھا تعجب خیز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

جب رسولؐ اللہ مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے تو مشرکین نے مسلمانوں کے گھر منہدم کر دیئے اور ان کا مال لوٹ لیا تو رسولؐ اللہ نے قریش کی تنبیہ وگوشمالی اور ان کے تجارتی قافلہ کے سدراہ ہونے کا ارادہ کیا۔

پہلا لشکر حمزہ بن عبدالمطلب کی قیادت میں روانہ ہوا' یہ لشکر بحر احمر کی سمت مقام عیص پر پہنچا تو ابوجہل کی قیادت میں مشرکین کے لشکر سے مڈبھیڑ ہوئی، ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی کہ بعض قبائل کے سردار بیچ میں آ گئے۔

اس سریہ کے بعد ۱ھ ماہ شوال میں پھر لشکر نکلا' اس میں ساٹھ (۶۰) جنگجو تھے۔

اس لشکر کا مقصد وادی، رابغ میں پہنچ کر اور شام و مکہ کے درمیان قریش کے تجارتی راستہ کو مخدوش بنانا تھا۔

مکہ میں

اس لشکر کی مکہ میں مشرکین کو بھی اطلاع ہوگئی، ابوسفیان نے اہلِ مکہ کو مسلمانوں سے جنگ کے لیے جمع کیا۔

مقداد نے سوچا کہ اس وقت مشرکین کی فوجوں میں شامل ہو جاؤں اور موقع سے فائدہ اٹھا کر مدینہ ہجرت کر جاؤں۔

مقداد عتبہ بن غزوان کے پاس پہنچے وہ بھی مسلمان ہو چکے تھے لیکن اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے، دونوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ مشرکین کی فوجوں میں شامل ہو جائیں۔

ابوسفیان دو سو شہ سوار لے کر وادی "رابغ" کی طرف چل پڑا' وہاں مشرکین نے ساٹھ (٦٠) شہ سوار مسلمانوں کو دیکھا، دونوں طرف سے تیر چلنے لگے، اسی دوران مشرکین نے دیکھا کہ ان کے دو شہ سوار مسلمانوں کی طرف جا رہے ہیں اور مسلمان نعرہ تکبیر کی صدائیں بلند کر رہے ہیں۔

اللہ اکبر......اللہ اکبر......

اب ابوسفیان کو معلوم ہوا کہ فرار کرنے والے مقداد اور عتبہ بن غزوان تھے۔ غصہ سے اس کا دل کباب ہو گیا اور مکہ لوٹ جانے کا حکم صادر کر دیا، ابوسفیان اس بات سے ڈرا کہ کہیں اس کے لشکر اور مسلمان نہ ہوں جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے ہوں۔

مدینہ منورہ میں

مقداد نے مدینہ منورہ میں بہترین زندگی گزاری، وہاں دلوں پر ایمان کی حکمرانی تھی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سب کو محبت و اخلاق عظیم سے نوازتے تھے۔

مسلمانوں کیلئے محمدؐ بہت حریص تھے' ہمیشہ ان کی حفاظت، حیات اور دنیا و آخرت میں ان کے مستقبل کے بارے میں سوچا کرتے تھے۔

مقداد پکے مومن تھے، خدا اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتے تھے، لہٰذا ایک روز بھی جہاد میں رسولؐ اللہ سے جدا نہ ہوئے۔

مشرکین نے مدینہ کی بعض چراگاہوں کو ویران اور مویشیوں کو برباد کر دیا تھا۔ رسولؐ اللہ نے انہیں بھگانے کے لیے مسلمانوں سے مدد چاہی۔

مقداد ان لوگوں میں تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ اللہ کی آواز پر سب سے پہلے لبیک کہا۔ محمدؐ غارت کرنے والوں کی سرکوبی کے لیے دو سو شہ سوار لے کر چلے، لیکن

مشرکین وہاں سے جا چکے تھے، مشرکین کے دل میں رعب بیٹھا کہ محمدؐ مدینہ واپس آ گئے اس کو غزوہ بدر صغریٰ کہتے ہیں۔

بدر کبریٰ

۱۲، رمضان کو مسلمان قریش کے اس تجارتی قافلہ پر حملہ کی غرض سے نکلے جو شام سے واپس لوٹ رہا تھا۔

بدر کے کنویں کے پاس یہ خبر ملی کہ ابو جہل کی سرکردگی میں مشرکین کا لشکر آ رہا ہے۔ رسولؐ اللہ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا، بعض نے کہا کہ مدینہ لوٹ چلیے۔ اس سے مسلمانوں کے دل میں کچھ خوف پیدا ہو گیا۔

اسی وقت مقداد کھڑے ہو گئے اور ایک جوشیلہ جملہ کہا، جس نے دلوں میں ایمان زندہ کر دیا۔

جب معرکہ کا آغاز ہوا اور مسلمان جنگ کی ہولناکی میں بے خطر کود پڑے حضرت محمدؐ نے اللہ سے دعا کی کہ اپنے مومن بندوں کے لیے مدد بھیج دے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ مشرکین کا لشکر شکست کھا گیا۔

خدا نے ابو جہل اور امیہ بن خلف، جو کہ مسلمانوں کو بہت اذیت دیا کرتے تھے دونوں سے انتقام لیا، کچھ کافر مسلمانوں کی اسیری میں بھی آ گئے جیسے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط نضر بن حارث کو مقداد نے اسیر کیا تھا مسلمان اسیروں کو لیکر مدینہ کی سمت روانہ ہوئے جب ''اثیل'' کے علاقہ میں پہنچے تو رسولؐ نے نضر کی گردن زنی کا حکم دیا۔

نضر بن حارث مکہ میں مسلمانوں کو بہت تکلیفیں دیتا تھا، مسلمان اذیتیں برداشت کرتے اور خدا سے دعا کرتے تھے کہ اس کے شر سے نجات عطا فرما۔

لہٰذا رسولؐ اللہ نے اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا، تا کہ یہ مکہ لوٹ کر نہ جا سکے، ورنہ وہاں جا کر کمزور مسلمانوں کو اور تکلیفیں دے گا۔

جناب رسولؐ نے شیر اسلام حضرت علیؑ بن ابی طالب کو حکم دیا کہ اس کی گردن ماردو!

مقداد نے کہا:

"اے اللہ کے رسولؐ! یہ قیدی ہے۔"

رسولؐ اللہ سمجھ گئے کہ مقداد قیدیوں کے فدیہ کے امیدوار ہیں تا کہ اسے مکہ میں اپنے عزیزوں کے پاس بھیج دیں۔

نبیؐ نے آسمان کی طرف ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا:

"اے اللہ! مقداد کو اپنے فضل سے غنی کر دے۔"

مقداد نبیؐ کی دعا سے راضی ہو گئے اور اسلام وانسانیت کے دشمن کو حوالہ کر دیا تا کہ وہ اپنے اعمال وجرائم کا مزہ چکھ لے۔

نبیؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: "قیدیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا" چنانچہ بعض نے بغیر فدیہ لیے ہی آزاد کر دیئے کیونکہ وہ نادار تھے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔

مشرکین کے اسیروں میں سے جو پڑھے لکھے تھے ان سے کہا گیا کہ وہ مسلمانوں کے بچوں کو فدیہ میں تعلیم دیں۔

جنگِ اُحد

معرکہ بدر میں مشرکین نے ہزیمت اٹھانے اور شکست کھانے کے بعد اپنے کشتوں کے انتقام کا عزم کیا چنانچہ ہزار سپاہیوں پر مشتمل بڑا لشکر تیار کیا۔

مشرکین مدینہ کی طرف چل دیئے یہاں تک کہ مدینہ کی چراگاہوں تک پہنچ گئے اور

مسلمانوں کو چیلنج کرنے کے لیے چراگاہوں میں اونٹ گھوڑے چرنے کے لیے چھوڑ دیئے۔

نبیؐ نے اس سلسلہ میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا بعض نے کہا کہ مدینہ سے باہر نہیں نکلنا چاہیے بعض نے کہامدینہ سے باہر نکلنا چاہیے۔

مسلمان جوان مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کے لیے تیار تھے، لہٰذا رسولؐ اللہ نے اسی بات کو ترجیح دی اور مدینہ چھوڑنے کا عزم کیا۔

لشکر اسلام احد پہاڑ تک پہنچ گیا تو نبیؐ نے اپنے لشکر کو جنگ کے لیے تیار کرنا شروع کیا، پچاس ماہر تیر اندازوں کو آپؐ نے ایک چھوٹے پہاڑ عینین پر مقرر کیا یہ اس لیے تاکہ پیچھے سے لشکر اسلامیہ کی مدد کریں۔

جنگ شروع ہوگئی، مشرکین کے شہ سواروں نے لشکر اسلامیہ پر بھر پور حملہ کیا مسلمان تیر اندازوں نے اپنی ذمہ پوری کی، حملہ روک لیا، دشمن کو پسپا ہونے پر مجبور کیا۔

مشرکین نے دو تین مرتبہ کوشش کی، مقداد کی قیادت میں مسلمان بہادروں نے اپنے اسلحے سے حملہ روکا اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

مشرکین خالد بن ولید کی قیادت میں اپنی جگہ واپس پلٹ گئے۔

اس لحہ نبیؐ نے شدید حملہ کا حکم دیا اور فرمایا کہ مشرکین کے جھنڈے کے نشانہ بناؤ کہ اس سے ان کی روحانی کیفیت متزلزل ہو جائے گی۔

جھنڈے کے پاس گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی ہر دفعہ گرتا پڑتا تھا لیکن پھر کوئی اٹھالیتا تھا۔

لیکن جب آخری بار گرا ہے تو پھر مشرکین کی صفوں میں شکست کے آثار پیدا ہو گئے اور وہ پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے وہ ''صنم اکبر'' بڑا بت'' جو مکہ سے لائے

تھے اونٹ سے گر پڑا۔

جب مسلمان تیر اندازوں نے دیکھا کہ مشرکین کی شکست ہو گئی، ان کے بھائیوں نے حملہ بند کر دیئے ہیں اور مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہیں تو وہ بھی پہاڑ سے اتر پڑے ان کے سپہ سالار نے انہیں رسول اللہؐ کا قول بھی یاد دلایا لیکن انہوں نے کہا:

''اب تو مشرکین شکست کھا چکے ہیں اب یہاں باقی رہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔''

اسی وقت خالد بن ولید نے اپنے شہ سواروں کے ساتھ شدید حملہ کر دیا اب اسکے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا کہ تیر اندازوں میں سے کوئی نہ تھا۔

لشکر اسلامی شہ سواروں کے نرغہ میں گھر گیا ان کی صفوں میں انتشار پھیل گیا بہت سے مسلمان قتل اور کافی زخمی ہو گئے۔

جب مشرکین نے یہ حالت دیکھی تو لوٹ اور دوبارہ جھنڈا اٹھایا اسلامی لشکر دونوں طرف سے دشمن کے بیچ میں گھر گیا۔

مشرکین نے محمدؐ کو نشانہ بنایا تا کہ انہیں قتل کر دیں اور اسلام کا خاتمہ ہو جائے لیکن علی ابن ابی طالبؑ، مقداد، زبیر، مصعب بن عمیر، ابو دجانہ انصاری اور سہیل بن حنیف جیسے مخلص میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہے اور نبیؐ کو بچاتے رہے۔

نبیؐ نے سوچا کہ بلندی پر چڑھ جائیں تا کہ وہاں سے دفاعی کاروائی اچھی طرح سے کی جا سکے، چنانچہ آپؐ اور آپؐ کے ساتھ جیالے صحابہ جنگ کرتے کرتے بلندی کی طرف بڑھے تو تھوڑی ہی دیر کے بعد مشرکین کے حملے بند ہو گئے۔

معرکہ احد مسلمانوں کیلئے ایک سبق تھا جس سے انہوں نے بہت کچھ سیکھا اس سے انہوں نے ہر حال میں اطاعتِ رسول کا سبق لیا کہ آپؐ کی اطاعت میں کامیابی تھی اور

نافرمانی میں شکست۔

رسول اللہؐ کو بھی زخم آئے، تیراندازوں سے آپؐ نے فرمایا تھا کہ عینین پہاڑ کی چوٹی کو تم کسی بھی حال میں ترک نہ کرنا لیکن انہوں نے رسول اللہؐ کی اس بات کو پس پشت ڈال دیا تو آپؐ کی جان کے لالے پڑ گئے۔

قبائل کے درمیان سے مسلمانوں کی ہیبت اٹھ گئی اور منافقین و یہودیوں کو ہنسنے کا موقع مل گیا۔

جناب رسول اللہؐ نے دوبارہ اسلام کی ہیبت بٹھانے کا ارادہ کیا، سب کو ایک جگہ جمع ہونے اور مشرکین کی فوجوں کے مقابلے میں ڈٹ جانے کا حکم صادر فرمایا۔

حمراء اسد

زخمی ہونے کے باوجود مسلمانوں نے رسولؐ کی آواز پر لبیک کہا اور اپنے عظیم قائد کے پاس جمع ہو گئے، رسول اللہؐ ان کو لے کر مقام حمراء اسد کی طرف بڑھے، معرکہ احد کے ایک دن بعد ہی مسلمانوں کے دوبارہ منظم ہو جانے اور مشرکین کے لشکر کی طرف بڑھنے سے یہودیوں کو حیرت تھی۔

ابوسفیان روحاء میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا، مشرکین نے طے کر لیا تھا کہ یہیں سے لوٹ کر مدینہ پر حملہ کریں گے اور اسلام کا خاتمہ کر دیں گے۔

ابوسفیان کو خبر ملی کہ لشکر اسلام بڑھا چلا آ رہا ہے وہ سمجھ گیا کہ مسلمانوں کی ہزیمت کا باعث تیراندازوں کی غفلت تھی لہٰذا اس نے مکہ کی طرف لوٹنے کو ترجیح دی۔

ابوسفیان نے مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور حمراء اسد میں اس نے مسلمانوں کے پاس دھمکی آمیز پیغام بھیجا۔

لیکن مسلمانوں نے مشرکین کی دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہ کی، چنانچہ حمراء اسد میں تین روز تک مسلمان پڑاؤ ڈالے رہے، رات کو مشرکین کو ڈرانے کے لیے مسلمان آگ روشن کرتے تھے۔

ابوسفیان خوف زدہ ہوگیا اور اس نے اپنے لشکر مکہ کی طرف لوٹنے کا حکم دے دیا۔
اس طرح حضرت محمد مصطفیؐ نے جزیرۃ العرب پر دوبارہ اسلام کی دھاک بٹھادی۔

اللہ کے دوست

مقداد کا اللہ اور اس کے رسولؐ پر اتنا محکم ایمان تھا اور ان کی وہ منزلت تھی کہ رسولؐ ان کے اور بعض دوسرے اصحاب کے بارے میں یہاں تک فرمایا:
"مجھے خدا نے چار اشخاص سے محبت کرنے کا حکم دیا اور یہ خبر دی ہے کہ وہ بھی انہیں دوست رکھتا ہے وہ ہیں......علیؑ......مقدادؓ......ابوذرؓ......اور سلمانؓ۔"
جناب رسولؐ اللہ نے دنیا سے عالم بقاء کی طرف سفر کیا۔ بعض صحابہ مطمئن تھے کہ آپؐ کے وصی اور خلیفہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔
لیکن بعض مہاجرین وانصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور ان کے درمیان خلافت کے سلسلے میں تکرار شروع ہوگئی، ابوبکر کی بیعت ہوگئی اور وہ خلیفہ بن گئے۔
مقداد، سلمان، عمار، ابوذر، ابوایوب انصاری، عباس بن عبدالمطلب اور بعض دیگر صحابہ نے ابوبکر کی بیعت نہ کی اور حضرت علیؑ ابن ابی طالب کے طرف دار رہے۔
علیؑ اپنے موقف پر برقرار اور اپنی زوجہ فاطمہؑ بنت محمدؐ کے طرف دار رہے۔
بی بی فاطمہؑ اپنے والد کی وفات کے بعد رونما ہونے والے حالات کے سبب مغموم رہتی تھیں چنانچہ تین ماہ بعد آپؑ نے بھی وفات پائی۔

اب حضرت علیؑ اسلام کی حفاظت اور حالات کی نزاکت کی بنا پر ابو بکر سے مصالحت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

چنانچہ صحابہ نے بھی ابو بکر سے مصالحت کر لی جنہوں نے پہلوتہی کر لی تھی مقداد نے بھی مصالحت کر لی اور دین خدا اور پیغام خدا سے دفاع کرنے والی زندگی کی طرف لوٹ گئے، وہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے، یہاں تک شام کے شہروں میں ان کی قرأت شہرت پا گئی۔

مقداد خدا اور اس کے رسولؐ کے وفادار رہے، ان میں تغیر و تبدل نہ آیا، ویسے ہی رہے جیسے آپ اپنے حبیب رسولؐ اور عہد ابو بکر و عمر میں تھے۔

جب خلیفہ ثانی عمر بن خطاب پر قاتلانہ حملہ ہو گیا تو انہوں نے خلافت کو اصحاب نبیؐ میں سے چھ اشخاص کے سپرد کر دیا کہ وہ اپنے درمیان میں سے جس کو چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں۔

وہ چھ (٦) اشخاص، علی ابن ابی طالبؑ، عثمان بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام اور طلحہ تھے۔

شوریٰ والے خلیفہ کے انتخاب کے لیے جمع ہوئے۔

بعض صحابہ حق کو اسکے اہل کے سپرد کرنا چاہتے تھے وہ حضرت علیؑ کو امام سمجھتے اور ان ہی کو خلافت کا حقدار سمجھتے تھے۔

لہٰذا مقداد نے شوریٰ والوں کو سنا کر کہا:

''تم نے علیؑ کو بیعت کر لی تو ہم بسر و چشم قبول کریں گے۔''

عمار بن یاسر نے اس موقف کی تائید کی۔

لیکن طمع نے اپنا رنگ دکھایا اور خلیفہ کے عنوان سے عثمان کی بیعت ہوگئی۔

خاتمہ

مقداد نے عہد عثمان میں سیرت رسولؐ اور ابوبکر وعمر کی سیرت سے روگردانی دیکھی، اس سے انہیں بہت تکلیف ہوئی، مقداد نے یہ بھی دیکھا کہ خلیفہ ثالث مسلمانوں کے اموال کو اپنے اقرباء میں کیسے بانٹ رہے ہیں اور اپنے عزیزوں کو فاسق وفاجر ہونے کے باوجود حاکم مقرر کر رہے ہیں۔

مقداد نے اپنی دونوں آنکھوں سے ابوذر کی جلاوطنی اور ان کی ایذا رسانی بھی دیکھی کہ صحرا میں بے کسی کی موت مرے۔

نوے سالہ عمار بن یاسر کی ایسی زدوکوب دیکھی جس سے وہ بے ہوش ہوگئے۔

ابن مسعود پر سب وشتم ہوتے ہوئے، ان کی اہانت دیکھی۔

مقداد کو بڑا غم تھا کہ بنی امیہ کے ہاتھوں اسلام پر ضرب لگ رہی ہے وہ زمین پر فساد پھیلا رہے ہیں، اور خدا کے بندوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

ان تمام باتوں کے باوجود مقداد نے صبر کیا، خدا اور اس نے جو اپنے مومن وصابر بندوں سے وعدہ کیا ہے اس پر ایمان رکھا یہاں تک کہ ستر سال کی عمر میں اپنے رب کی نداء پر لبیک کہا......

سلام ہو ان پر جس دن وہ پیدا ہوئے، جس دن وہ مرے اور جس دن زندہ اٹھیں گے۔

ے

حضرت سلمان بن اسلامؓ

دوپہر کا وقت تھا، مسلمان مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے اذان کے منتظر تھے تا کہ فریضہ ظہر ادا کریں۔

سلمانؓ مسجد میں داخل ہوئے اپنے مومن بھائیوں کو سلام کیا۔

مسلمانوں نے سوچا اس فارسی آدمی کا نسب معلوم کیا جائے چنانچہ وہ آپس میں بلند آواز سے گفتگو کرنے لگے کہ جسکو سلمانؓ سن رہے تھے۔

ایک نے کہا میرا تعلق قبیلہ تمیم سے ہے۔

دوسرے نے کہا: میرا تعلق قبیلہ قریش سے ہے۔

تیسرے نے کہا: میں قبیلہ اوس سے ہوں......اسی طرح

سلمانؓ خاموش رہے، مسلمانوں نے ان کا نسب معلوم کرنا چاہا، کہنے لگے، اور سلمانؓ آپ کا تعلق کس قبیلہ سے ہے، اور آپ کا نسب وحسب کیا ہے؟

سلمانؓ نے انہیں ایمان کے معنی سمجھانے کے لیے جواب دیا۔

میں اسلام کا فرزند ہوں۔

میں گمراہ تھا خدا نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف میری ہدایت کی۔

میں فقیر تھا خدا نے محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے مجھے مالا مال کیا۔

میں غلام تھا اللہ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے مجھے آزاد کرایا۔

یہی میرا حسب و نسب ہے۔

ان باتوں کو سن کر مسلمان خاموش ہو گئے اور ایمان و اسلام کا ایک درس حاصل کر لیا۔

سلمانؓ کون ہے؟

سلمانؓ فارسی کون ہے؟ اور ان کے مسلمان ہونے کا کیا قصہ ہے؟

ان کا نام "روزبہ" یعنی سعید تھا، وہ اصفہان کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے ان کا باپ گاؤں کا زمین دار اور مالدار آدمی تھا، اس زمانہ میں فارس والے آگ کی پوجا کرتے تھے کیونکہ آگ رمز نور ہے۔

ان کے نزدیک آگ قابل احترام تھی، ان کی عبادت گاہوں میں ہمیشہ آگ روشن رہتی تھی۔ آتشکدوں میں کچھ مقدس لوگ رہتے تھے، جو کسی وقت بھی آگ نہیں بجھنے دیتے تھے۔

جب روزبہ بڑے ہوئے اور جوان ہو گئے تو ان کے باپ نے انہیں معزز بنانے کی خاطر ان سے عہد لیا تم کلیسا میں آگ روشن کیا کرو گے۔

سلمانؓ نے کچھ دیر آگ کے بارے میں غور کیا تو ان کے روشن دماغ نے آگ کے خدا ہونے کا انکار کر دیا، کیونکہ وہ انسان ہی کی وجہ سے روشن رہتی ہے۔

یہ جوان ایک روز ایک چراگاہ جانے کے لیے گھر سے نکلے، اس نے دور سے ایک عمارت دیکھی تو اسی کی طرف چل پڑا، یہ عمارت کلیسا کی تھی جسکو راہبوں نے خدا کی عبادت کے لیے بنایا تھا، اس زمانہ میں دین حق نصرانیت ہی تھی۔

جوان نے راہبوں سے گفتگو کی تو اس کے دل میں دین خدا کی محبت بیٹھ گئی تو اس نے دین کے بارے میں معلوم کیا..... راہبوں نے کہا: "اس کی اصل شام میں ہے۔"

ہجرت

روزبہ نے شام کی طرف ہجرت کا عزم کیا، کسی قافلہ کے لوٹنے کا انتظار کرتے رہے قافلہ کے تاجر اسے شام لے جانے پر تیار ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر سلمانؓ نے دین خدا کے بارے میں تحقیق شروع کر دی، لوگوں نے انہیں بڑے کلیسا میں پہنچا دیا۔

جوان اسقف کے ساتھ رہنے لگا اور اس سے اصول دین، بلند اخلاق اور انجیل کی تعلیم لینے لگا۔

کچھ مدت کے بعد اسقف مر گیا تو روزبہ نے شہر موصل کی طرف ہجرت کی اور وہاں ایک کلیسا میں رہنے لگا۔ پھر وہاں سے نصیبین چلا گیا اور وہاں سے عموریہ منتقل ہو گیا۔

روزبہ نے عموریہ میں خاصی مدت گزاری، وہاں کا پادری نیک آدمی تھا مرنے سے قبل اس نے روزبہ سے کہا:

''عنقریب خداوند عالم ایک نبی بھیجے گا جو دین ابراہیم لائے گا اور وہ اس جگہ ہجرت کرے گا جہاں کھجوریں زیادہ ہیں۔''

رزبہ نے پوچھا:

''اس نبی کی علامات کیا ہیں؟''

ان کی بعض علامتیں یہ ہیں، ہدیہ کھائیں گے، صدقہ نہیں کھائیں گے، ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔

پادری کا انتقال ہو گیا اور روزبہ تنہا رہ گیا۔

اس نے سوچا کہ جزیرۃ العرب چلا جاؤں۔

ایک روز حجاز کی طرف ایک قافلہ جا رہا تھا، روزبہ نے قافلہ والوں سے کہا کہ میری

ساری متاع لے لو اور مجھے مکہ پہنچا دو۔ لیکن تاجروں نے اس کا سارا مال لینے پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ اس کی آزادی بھی چھین لی اور اسے غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا۔

اس دھوکہ دہی سے روزبہ کو بہت افسوس ہوا لیکن صبرؓ کے علاوہ چارہ نہ تھا۔ اس نے خلوص کے ساتھ یہودی کے باغ میں کام کرنا شروع کر دیا۔ اسی طرح زمانہ گزرتا رہا کہ ایک روز صبح کے وقت بنی قریظہ کا ایک یہودی اپنے چچا زاد بھائی سے ملاقات کے لیے آیا۔ اس نے روزبہ کو کام میں مشغول پایا تو اپنے چچا زاد بھائی سے کہا:

"یہ غلام میرے ہاتھ فروخت کر دو"

یہ بات سن کر روزبہ خوش ہو گیا' کیونکہ بنی قریظہ مدینہ میں رہتے ہیں جو کہ کھجوروں کے درختوں سے معمور ہے اور یہ وہی شہر ہے جس کے بارے میں "عموریہ" کے پادری نے کہا تھا کہ "نبی موعود" عنقریب وہاں ہجرت کریں گے۔

روزبہ نبی کے انتظار میں دن گنتا تھا، ایک روز جب باغ میں کام کر رہا تھا عین اسی وقت اس کا مالک اپنے دوستوں سے گفتگو کر رہا تھا، محمدؐ قباء کے علاقہ میں پہنچ چکے ہیں۔ بعض یثرب والوں نے وہاں ان کا استقبال بھی کیا ہے۔

روزبہ دل ہی دل میں خوش ہوا اور کہا: "اب وہ وقت آ گیا ہے جس کا میں عرصہ دراز سے منتظر تھا"، وہ شام ہونے کا انتظار کرنے لگا جب رات کی تاریکیاں پھیل گئیں تو روزبہ کچھ کھجور لے کر خفیہ طور پر روانہ ہوا۔

یثرب اور قباء کے درمیان دو میل کا فاصلہ تھا جسے روزبہ نے بڑی تیزی سے طے کیا، قبا پہنچ کر رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

"میں نے سنا ہے کہ آپؐ صالح انسان ہیں، آپؐ کے ساتھ نادار لوگ ہیں لہٰذا میں

آپ حضرات کے لیے کچھ صدقہ کی کھجوریں لایا ہوں۔"

رسولؐ نے ساری کھجوریں اصحاب میں تقسیم کر دیں اور خود ایک دانہ بھی نہ کھایا۔

روزبہ نے اپنے دل میں کہا:

"یہ پہلی علامت ہے"

دوسرے دن بھی وہ ایک مقدار کھجور لایا اور محمدؐ سے عرض کیا:

"یہ ہدیہ ہے"

رسولِ خدا نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس میں سے کچھ دانے کھائے اور باقی اپنے اصحاب کے درمیان تقسیم کر دیئے روزبہ نے اپنے دل میں کہا:

"یہ دوسری علامت ہے"

اسی طرح روزبہ کو یہ یقین ہو گیا کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی بشارت دی گئی ہے لہذا گلے ملے اور اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ اس پر رسولؐ اللہ نے ان کا نام سلمانؓ رکھ دیا۔

حریت

اسلام لوگوں کو غیر خدا کی عبادت سے نجات دلانے کے لیے آیا ہے، خدا نے انسان کو حریت و آزادی کی نعمت عطا کی ہے، لہذا محمدؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

"اپنے بھائی سلمانؓ کو غلامی سے آزاد کرانے میں مدد کریں۔"

یہودی نے سلمانؓ کیلئے یہ شرط لگادی کہ کھجور کے تین سو درخت لگاؤ۔

اصحاب نے کھجور کے پودے جمع کئے اور ہمارے نبیؐ نے سارے پودے لگائے۔

اس طرح خدا نے سلمانؓ کو آزادی کی نعمت سے سرفراز کیا اور ہمارے رسولؐ کے ساتھ انہوں نے کامیاب زندگی بسر کی۔

مدینہ سے دفاع

پانچ ہجری کو رمضان کے مہینے میں مسلمان وں کو یہ اطلاع ملی کی مشرکین مدینہ پر حملہ کا منصوبہ بنا رہے ہیں، اس کے پیچھے یہودیوں کا ہاتھ تھا، انہوں نے قریش اور عرب کے قبائل کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اکسایا تھا، تا کہ اسلام کا صفایا ہو جائے۔

یہودیوں نے دسیوں ہزار جنگجو جمع کیے اور اس سلسلہ میں کافی پیسہ خرچ کیا۔

مسلمانوں کو پیش آنے والی مشکلوں میں رسولؐ اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے تھے' لٰہذا مشورہ کیلئے مسلمان مسجدِ نبوی میں جمع ہوئے۔

اس نئے حملے میں بہت بڑے خطرے کا احتمال تھا، پھر مسلمانوں کی اتنی تعداد نہیں تھی جو دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں، لشکر اسلام میں صرف ایک ہزار سپاہی تھے' جب کہ دشمن کے پاس دسیوں ہزار سپاہی مختلف قسم کے اسلحے سے لیس تھے۔

بعض مسلمان تو اس امر میں حیران ہو گئے اور بعض ڈر گئے۔ ادھر یہودی بھی لوگوں کو ڈرانے اور افواہیں پھیلانے میں لگے ہوئے تھے۔

جس وقت مسلمان پیش آنے والے خطرہ سے نمٹنے کے لیے تبادلہ خیال کر رہے تھے عین اسی وقت سلمانؓ نے کہا:

"اے اللہ کے رسول! ہم فارس والے اس وقت خندقیں کھودتے ہیں جب دشمن کے شہ سواروں کے حملہ کا خطرہ ہوتا ہے" سلمانؓ کی رائے سب کیلئے عجیب تھی۔

نبیؐ نے بشارت دی اور سارے مسلمان خوش ہو گئے۔

خندق

شمال کی طرف سے مدینہ خطرہ کی زد میں تھا، رسولؐ نے یہ طے کیا کہ پانچ ہزار میٹر لمبی، نو میٹر چوڑی اور ساٹھ (۶۰) میٹر گہری خندق کھودی جائے۔

دوسرے دن مسلمان خندق کھودنے والے آلات لے کر نکلے، رسولؐ نے کھدائی کے کام کو صحیح طور پر انجام دلانے کی خاطر فرمایا، دس، دس آدمی مل کر چالیس میٹر خندق کھودیں۔

سردی کا موسم تھا، ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، مسلمان روزہ سے تھے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ولولہ کے ساتھ کام کر رہے تھے اور یہود و منافقین کی پھیلائی ہوئی خبروں کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

نبیؐ بھی خوشی سے کام کر رہے تھے اور اصحاب کے حوصلے بڑھا رہے تھے، اپنے صحابی عبداللہ بن رواحہ کیلئے جوشیلے اشعار پڑھ رہے تھے۔

- ……پروردگارا گر تو نہ ہوتا تو ہماری ہدایت نہ ہوتی
- ……نہ ہم تصدیق کرتے اور نہ نماز پڑھتے
- ……پس ہم پر سکینہ نازل فرما
- ……اور مقابلہ میں ہمیں ثابت قدم رکھ

پتھر

سلمانؓ بھی اپنے انصار و مہاجرین بھائیوں کے ساتھ کھدائی کے کام میں مشغول تھے ایک روز کھدائی کے درمیان ایک بڑا سفید پتھر آ گیا، سلمانؓ نے ایک آلہ سے اسے توڑنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہوئے ان کے ساتھیوں نے بھی کوشش کی مگر وہ بھی ناکام رہے،

اس پر جتنی بھی ضربات لگاتے تھے اتنی ہی چنگاریاں نکلتی تھیں۔

مسلمانوں نے اس سلسلہ میں حضرت سلمانؓ سے مشورہ کیا۔

سلمانؓ رسولِ خدا کی خدمت میں پہنچے تا کہ صورت حال بتائیں اگرچہ ان کیلئے بہتر تھا کہ پتھر کو چھوڑ کر دوسری طرف خندق کھودتے۔

رسولؐ اللہ موقع پر پہنچے سلمانؓ سے آلہ لیا، خندق میں اُترے اور فرمایا: "تھوڑا پانی لاؤ"۔ آنحضرتؐ نے پتھر پر کچھ پانی چھڑکا اور بسم اللہ کہہ کر پتھر پر آلہ مارا تو پتھر تین ٹکڑے ہو گیا۔

احزاب کی فوجیں ابوسفیان کی سرکردگی میں مدینہ کے پاس پہنچ گئیں، لیکن خندق کو دیکھ کر مشرکین کی حیرت کی انتہا نہ رہی! کہنے لگے:

"عرب تو اس تدبیر سے واقف نہیں ہیں۔"

سمجھ گئے کہ یہ سلمانؓ کی تدبیر ہے۔

مشرکین نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا، ابوسفیان یہ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ خندق کی چوڑائی کس جگہ کم ہے تا کہ وہاں سے خندق پار کی جائے، لیکن اس کی کوشش بے فائدہ ثابت ہوئی۔

محاصرہ کے زمانہ میں مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان تیر چلے۔

ایک روز مشرکین کے شہ سوار خندق پار کر کے مسلمانوں کے محاذ تک پہنچ گئے۔

جنابِ رسولؐ اللہ نے فرمایا: "خندق عبور کر کے آنے والوں کا راستہ کاٹ دو"، چنانچہ علی بن ابی طالبؑ ان کے سپہ سالار عمرو بن عبدود سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے، عمرو بن عبدود مشرکین کا شیر تھا۔

جب حضرت علیؑ دشمنِ اسلام سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوئے تو رسولؐ نے آپؑ کی کامیابی کے لیے دعا کی اور ارشاد فرمایا:

''شیر اسلام نے دشمنِ اسلام پر فتح پائی'' اور مسلمانوں نے با آواز بلند تکبیریں کہیں۔

اللہ اکبر...... اللہ اکبر...... اللہ اکبر

رسولؐ نے با آواز بلند فرمایا: اللہ اکبر...... مجھے شام کی کلیدیں عطا ہوئی ہیں۔ خدا کی قسم' میں شام کے محل دیکھ رہا ہوں۔

ایک مرتبہ پھر رسولؐ اللہ نے پتھر پر ضرب لگائی اور پھر اس کے تین ٹکڑے ہو گئے' آپؐ نے بلند آواز سے فرمایا: اللہ اکبر مجھے فارس کی کلید اور فتح ملی ہے۔ قسم خدا کی' میں مدائن کے قصر دیکھ رہا ہوں۔

تیسری مرتبہ پھر پتھر پر ضرب لگائی تو پھر اس کے تین ٹکڑے ہو گئے تو رسولؐ نے بلند آواز سے فرمایا: اللہ اکبر...... مجھے یمن کی فتح اور کلید عطا ہوئی ہے قسم خدا کی' میں صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور انہیں فتح یابی کی بشارت مل گئی۔

لیکن منافق مومنوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں:

''تم نے ایران' روم اور یمن کی فتح کا کیسے یقین کر لیا، درآنحالیکہ تم یثرب میں خندق کھود رہے ہو؟''

لیکن مومنوں کو خدا کی نصرت و مدد کے بارے میں شک نہیں تھا' کیونکہ خدا اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔

مسلمانوں نے مکمل ایک مہینے تک رات دن خندق کھودی اور اس کے ساتھ ساتھ

دوسرے امور بھی انجام دیئے جیسے اناج وغیرہ مدینہ میں لانا تاکہ محاصرہ کے زمانہ میں کام آئے اور دشمن کے ہاتھ نہ لگے۔

مشرکین خندق کی طرف بھاگے، مسلمان نے مقابلہ کیا اور بعض کو قتل کردیا۔

فتح یابی

خندق عبور کرنے والے مشرکین کے قدم اُکھڑ گئے، کچھ دنوں تک محاصرہ رہا۔ خدا نے اپنے رسولؐ اور مومنوں کی مدد کی۔ ایسی تیز آندھیاں چلیں جن سے فوجیوں کے دل دہل گئے، ہواؤں نے ان کے خیمے اُکھاڑ کر پھینک دیئے اور دلوں میں خوف بیٹھ گیا۔

مشرکین محاصرہ کئے کئے تھک چکے تھے۔ ایک رات کو ابوسفیان نے احزاب والوں کو واپسی کا حکم دے دیا۔

صبح کے وقت رسولؐ نے حذیفہ سے فرمایا: "جاؤ دشمن کے محاذ کی خبر لاؤ۔"

حذیفہ نے رسولؐ سے بتایا کہ دشمن کا لشکر جا چکا ہے۔

لشکر اسلام میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ سب نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے دین و انسانیت کے دشمن پر ان کی مدد کی۔

مکمل ایک مہینے کے محاصرہ کے بعد مسلمان خوشی خوشی اپنے گھروں کو پلٹے۔

اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے مسلمان مسجد نبوی میں جمع ہوئے۔ آج سبھی جلیل القدر صحابی حضرت سلمان فارسیؓ کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے کہ انہوں نے مدینہ منورہ اور اسلام کو دشمن کے شہسواروں سے بچالیا۔

مدینہ والوں میں سے انصار نے کہا: "سلمانؓ...... ہم میں سے ہیں"

مہاجرین نے کہا:...... "ہم میں سے ہیں"

مسلمانوں نے ایک مرتبہ رسولؐ کی طرف دیکھا کہ سلمانؓ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں: رسولؐ اللہ نے محبت کے ساتھ فرمایا:

''سلمانؓ ہم اہلِ بیت میں سے ہیں۔''

پھر فرمایا:

''انہیں سلمانؓ فارسی نہ کہو..... بلکہ سلمانؓ محمدی کہو۔''

اسی دن سے مسلمان، سلمان محمدیؓ کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

جہاد

سلمانؓ کبھی بھی جہاد اور اسلام سے دفاع کے سلسلہ میں حضرت محمد مصطفیؐ سے جدا نہیں ہوئے، اب سلمانؓ بنی قریظہ اور خیبر کے یہودیوں سے ہونے والی تمام جنگوں میں شریک ہوئے اور وہ ان لوگوں میں سلمانؓ پیش پیش رہے، جنہوں نے رسولؐ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ اسی بیعت کو ''بیعتِ رضوان'' بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح فتح مکہ اور جنگ حنین میں اور تبوک میں بھی رسولؐ کے ساتھ گئے تھے۔

سلمانؓ سچے مومن اور جہاد میں مخلص تھے، یہاں تک کہ مسلمانوں نے محمدؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے اور وہ ہیں..... علیؑ..... عمارؓ..... اور سلمانؓ۔

ایک روز سلمانؓ بلال حبشیؓ اور صہیبؓ رومی سے گفتگو کر رہے تھے ان تینوں کی ایک جگہ موجودگی بڑا ہی حسین منظر تھا، یہ تینوں تین مختلف ملکوں کے باشندے تھے، جنہیں اسلام نے ایک جگہ بٹھا دیا اور آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا۔

اسی اثناء میں ان کے پاس سے ابوسفیان گزرا..... اس نے متکبرانہ ایک نظر ان پر ڈالی

اور جاہلوں کی طرح سوچنے لگا، عرب تمام اقوام وقبائل سے افضل ہیں۔

لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

"عرب وعجم میں سے کسی کو تفوق حاصل نہیں ہے' صرف تقویٰ معیارِ فضیلت ہے"

سلمانؓ، بلالؓ او صہیبؓ رومی نے چاہا کہ اسے سبق دے دیں اور اسے اسلام کی عظمت سے آگاہ کر دیں...... کہنے لگے:

"اے دشمنِ خدا! کیا تو نے تلوار نہیں اٹھائی تھی؟"

ابوبکر نے یہ الفاظ سنے تو انہیں سرزنش کرتے ہوئے کہنے لگے:

"کیا تم قریش کے شیخ وسردار کے بارے میں ایسے کلمات استعمال کر رہے ہو؟"

ابوبکر ان کی شکایت لے کر خدمتِ رسولِ خداؐ میں پہنچے۔

لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"اے ابوبکر! اگر تم نے انہیں غضبناک کیا ہے؟ تو خدا کو غضبناک کیا ہے۔"

ابوبکر اپنی اس بات پر شرمندہ ہوئے جو کہ سلمانؓ، بلالؓ اور صہیبؓ رومی سے کہی تھی؛ دوڑتے ہوئے ان کے پاس گئے اور کہا:

"بھائیو! شاید میں نے آپ لوگوں کو ناراض کیا ہے۔"

انہوں نے جواب دیا:

"نہیں:...... اے ابوبکر! خدا تمہیں معاف کرے۔"

وفاتِ رسولؐ

بروز دوشنبہ ۲۸ صفر کو محمدؐ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ مسلمانوں کے دل پر غم کی گھٹائیں چھا گئیں۔ سلمانؓ گریہ کرنے لگے۔ سلمانؓ رسولؐ کو بہت دوست رکھتے تھے۔ آپؐ کی

سیرت کی اقتداء کرتے تھے، آپؐ کے نقش قدم پر چلتے اور آپ کی حدیثوں کو یاد رکھتے تھے۔

لہٰذا سلمانؓ حضرت علیؑ کو بھی دل سے چاہتے ہیں' کیونکہ خدا اور رسول بھی علیؑ سے محبت رکھتے ہیں، پھر اکثر نبیؐ کی زبان سے سنا تھا:

عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ

"علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے"

"اے علیؑ! تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰؑ کیلئے ہارونؑ تھے بس میرے بعد کوئی نبیؐ نہ ہوگا۔"

"میں جس کا مولا ہوں، یہ علیؑ بھی اس کے مولا ہیں... اے اللہ ان کے دوست کو دوست اور ان کے دشمن کو دشمن رکھ... ان کی مدد کرنے والے کی مدد کر... ان کو رسوا کرنے والے کو ذلیل کر۔"

سلمانؓ نے یہ اور بہت سی حدیثیں سنیں تھیں، لہٰذا وہ حضرت علیؑ کی امامت کا عقیدہ رکھتے تھے اور رسولؐ اللہ کے بعد انہی کو خلیفہ رسول ﷺ سمجھتے تھے۔

بیعت

سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر کی بیعت کر لی گئی جب کہ حضرت علیؑ رسولؐ اللہ کے غسل و کفن میں مشغول تھے۔

اکثر صحابہ کو اس بیعت سے اختلاف تھا، انہوں نے اس پر اعتراض کیا، کیونکہ ان کی نظر میں خلیفہ برحق حضرت علیؑ تھے۔

لہٰذا سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، عمار یاسرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، زبیر بن عوامؓ، قیس بن سعدؓ، اسامہ بن زیدؓ، ابوایوب انصاریؓ، عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ نے ان کی بیعت نہیں کی۔

حضرت علیؑ اپنے موقف پر قائم رہے، لیکن جب جناب فاطمہؑ بنت رسولؐ کا انتقال ہو گیا تو آپ نے خلیفہ وقت سے مصالحت کی، کیونکہ اسی میں اسلام کی بھلائی تھی، امامؑ نے سلمانؓ سے فرمایا:

"اے ابو عبداللہ! تم بھی مصالحت کرلو"

سلمانؓ، خدا اور رسولؐ اور امامؑ کے مطیع و فرمانبردار تھے لہٰذا انہوں نے مصالحت کر لی۔

حضرت علیؑ سلمانؓ سے محبت رکھتے تھے اور فرماتے تھے:

"سلمانؓ ہم اہلبیتؑ میں سے ہیں۔"

تم میں سے لقمانؑ حکیم کی مانند کون ہے......؟

جس نے کتاب اول انجیل اور کتاب آخر قرآن مجید پڑھا ہے۔

مدائن

سلمانؓ اسلامی معرکوں میں بھی شریک تھے، جن سے ایران فتح ہوا تھا اور شجاعانہ طریقہ سے آگے بڑھتے تھے۔

مدائن پر حملہ کے سپہ سالار سعد بن ابی وقاص کے مشیر تھے، اپنی جرأت سے نہر پار کی، مسلمانوں اور ایران والوں کے درمیان مترجم کے فرائض انجام دیئے، چنانچہ انہوں نے شہر ایوان بغیر خونریزی کے مسلمان کے حوالہ کر دیا۔

خلیفہ دوم عمر بن خطاب نے انہیں مدائن کا حاکم مقرر کیا تو سلمانؓ ایک عادل مسلمان حاکم کی مثال و نمونہ قرار پائے۔

آپؓ کی تنخواہ پانچ ہزار درہم تھی لیکن آپؓ پوری تنخواہ فقیروں پر خرچ کر دیتے تھے۔

سلمانؓ بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے، ایک درہم میں کھجور کے پتے خریدتے تھے،

ان سے ٹوکری بنا کر تین درہم میں فروخت کردیتے تھے، ایک درہم سے اپنے اہل وعیال کا خرچ پورا کرتے، ایک درہم تصدق کرتے اور ایک کو پتے خریدنے کے لیے رکھ لیتے تھے۔

سادہ لباس پہنتے انہیں کوئی اجنبی یا مسافر دیکھتا تو سمجھتا کہ مدائن کے فقیروں میں سے ایک فقیر ہے۔

ایک روز سلمانؓ بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک مسافر نے دیکھا تو کہا کہ میرا سامان اٹھالو! سلمانؓ آگے بڑھے اور سامان اُٹھا کر چلے، وہ مسافر آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

لوگ راستہ میں سلمانؓ کو سلام کرتے اور اپنے حاکم کا احترام کرتے تھے۔

مسافر کیلئے یہ صورتحال تعجب خیز تھی لہٰذا اس نے پوچھا:

"یہ فقیر کون ہے؟"

لوگوں نے بتایا:

"یہ رسولؐ کے صحابی، مدائن کے گورنر جناب سلمانؓ فارسیؓ ہیں۔"

وہ شخص ڈرا اور دوڑ کر سلمانؓ فارسیؓ کے سامنے آیا، معذرت کی اور ان سے سامان لینا چاہا' لیکن سلمانؓ نے سامان نہ دیا اور کہا:

"آپ کو منزل تک پہنچاؤں گا۔"

وہ شخص بہت متاثر ہوا اور سمجھ گیا کہ سلمانؓ ولی اللہ ہیں۔

کوفہ

مدائن کی فتح کے بعد مسلمان آبادی کیلئے کسی مناسب جگہ کی تلاش میں تھے' لہٰذا سلمانؓ وحذیفہ بن یمان ایسی زمین کی تلاش میں نکلے جو مسلمانوں کی طبیعت سے سازگار ہو۔

انہوں نے کوفہ کی سرزمین کو منتخب کیا' وہاں نماز ادا کی' کوفہ شہر بن گیا' پھر اسلامی

حکومت کا پایہ تخت ''دار السلطنت'' بن گیا، علم وفن کا مرکز بن گیا۔

دوسرا جہاد

عثمان مسلمانوں کے خلیفہ بن گئے، انہوں نے سلمانؓ کو معزول کر دیا، سلمانؓ مدائن سے مدینہ چلے گئے' تاکہ وہاں ضریح رسولؐ کی زیارت کریں اور مسجد نبوی میں نماز پڑھیں۔

سلمانؓ حکومتِ اسلام سے دفاع میں جہاد کی زندگی کو دوست رکھتے تھے' لہٰذا آپ ان سپاہیوں سے جا ملے جو کہ بلنجر کو فتح کرنے کے لیے گئے ہوئے تھے، یہ شہر ترکی کے اہم شہروں میں سے ایک تھا۔

واپسی

سلمانؓ بہت ضعیف العمر ہو چکے ہیں۔

سمجھتے ہیں کہ موت قریب ہے' صاحب فراش ہیں' مسلمان آپ کی عیادت کے لیے آتے ہیں اور خدا سے ان کی شفا کیلئے دعا کرتے ہیں۔

حسرت سے اس آدمی کی طرف دیکھتے ہیں جس نے زاہدانہ زندگی گزاری، جو خدا اور اس کی مخلوق سے محبت رکھتا تھا۔

ایک روز صبح کے وقت سلمانؓ نے اپنی زوجہ سے وہ صرہ طلب کیا جو مدتوں سے ان کے پاس محفوظ تھا۔

بیوی اس صرہ کے بارے میں پوچھتی ہے، سلمانؓ جواب دیتے ہیں:

''مجھے میرے حبیب رسولؐ نے خبر دی ہے کہ جب تمہاری موت آئے گی تو تمہارے

پاس جو لوگ آئیں گے وہ خوشبو محسوس کریں گے، لیکن کھانا نہیں کھائیں گے"، سلمانؓ نے صرہ کھولا اور پانی میں گھول دیا، کمرہ کی فضا خوشبو سے معمور ہوگئی، سلمانؓ نے بیوی سے کہا: "دروازہ کھول دو۔"

کچھ لمحے گزرے تھے کہ سلمانؓ نے آنکھیں بند کرلیں، تا کہ آرام سے سو جائیں۔

مرقد

جس علاقہ میں سیاح مدائن کے آثارِ قدیمہ دیکھنے جاتے ہیں، جہاں کنگرہ کسریٰ بلند ہے وہیں سیاح ایک بڑا مزار بھی دیکھتے ہیں، جسے سلمانؓ پاک کہتے ہیں، جس میں سلمانؓ محمدی محوِ آرام ہیں، فرزند اسلام سلمانؓ نے ایران کو خیر باد کہا، ترکی، شام، عراق اور حجاز کے سفر کیے اور زہد و عبادت میں طویل عمر گزارنے کے بعد مدائن میں موت سے ہمکنار ہوئے۔

یاد رہے، مدائن والے انہیں سلمانؓ پاک کہتے ہیں، پاک فارسی لفظ ہے جس کے معنی طاہر کے ہیں۔

یقیناً سلمانؓ کا قلب و روح پاک تھی، اور اہلبیتؑ میں سے تھے جس سے خدا نے ہر رجس کو دور رکھا اور ایسے پاک رکھا جیسا کہ حق ہے۔

٨

حضرت عمار بن یاسرؓ

٨

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مکہ میں لوگ ظلم و جہالت کی زندگی گزار رہے تھے۔ طاقتور کمزور پر ظلم کرتا تھا، اس کا حق چھین لیتا تھا اور کوئی اسکی فریاد کو نہیں پہنچتا تھا۔ قبیلہ قریش کے سردار اپنی تجارت میں مشغول تھے، ہر سال ان کے دو قافلے تجارت کیلئے جاتے تھے۔

گرمی کے زمانے میں ان کے قافلے شام اور سردی کے موسم میں یمن جاتے تھے۔ مکہ والوں میں کچھ لوگ مالدار اور بعض مفلس تھے، مالدار مفلسوں پر ظلم کرتے تھے۔ انہیں ستاتے تھے، بعض نادار تو غلامی کی زندگی بسر کرتے تھے، انہیں آزادی بھی نصیب نہیں تھی، ایسے ہی زمانہ میں ہماری نبی محمدؐ بھی زندگی بسر کرتے تھے، آپؐ غارِ حرا میں جا کر لوگوں کی راہ و روش کے بارے میں غور کرتے تھے، اپنی قوم اور ان کی بت پرستی کے بارے میں سوچتے تھے۔

ایک روز جب محمدؐ چالیس سال کے ہوئے تو جبرئیلؑ امین وحی لے کر نازل ہوئے اور آپ ﷺ کو بشارت دی کہ آپ تمام لوگوں کی طرف خدا کے پیغمبر ہیں۔

غریبوں اور مظلوموں نے اسلام کی آواز پر کان دھرے، ایمان لے آئے اور ان کے قلوب اسلام کی محبت سے معمور ہو گئے۔

جب قریش کے تاجروں اور مالداروں کو اس کی خبر ہوئی تو محمدؐ کے دشمن ہو گئے اور انہوں نے اسلام و مسلمین کے خلاف سازش کرنا شروع کر دی۔

تمام مشرکین سے زیادہ ابوجہل کینہ توز تھا، وہ اکثر ہمارے نبی محمد مصطفیؐ کو ستاتا تھا۔

ارقم کا گھر

محمدؐ ارقم کے گھر میں خفیہ طور سے مومنوں سے ملاقات کرتے تھے، تاکہ ان کی بات کسی پر ظاہر نہ ہو کہ ابوجہل و ابوسفیان وغیرہ ستائیں گے۔

ایک روز عمارؓ بن یاسر آئے دیکھا دروازہ پر ایک آدمی کھڑا ہے، عمارؓ نے کہا:

"صہیب یہاں کیا کر رہے ہو؟"

صہیب نے جواب دیا:

"محمدؐ کا کلام سننے آیا ہوں" ......اور تم......؟

عمارؓ نے کہا:

"میں بھی ان کا کلام سننے آیا ہوں۔"

عمارؓ و صہیبؓ گھر میں داخل ہوئے۔ نہایت ہی خشوع کے ساتھ قرآن کی آیت سننے لگے۔

عمارؓ نے محسوس کیا کہ ان کا قلب ایمان سے بھر گیا ہے جیسا کہ چھوٹی نہر بارش کے پانی سے لبریز ہو جاتی ہے۔

جب عمارؓ اور صہیبؓ نے گھر سے نکلنے کا ارادہ کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

"شام تک یہیں ٹھہرو......!"

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خوف تھا کہ کہیں ان کو قریش ایذا نہ پہنچائیں۔

عمارؓ نے اندھیرا چھا جانے تک انتظار کیا، تاریکی میں ارقم کے گھر سے نکلے اور تیزی کے ساتھ اپنے گھر کو روانہ ہوئے ان کے ماں باپ ان کو لوٹنے کا بے چینی سے انتظار کر

رہے تھے۔ جب عمارؓ گھر میں داخل ہوئے تو چھوٹا سا گھر مسرت سے بھر گیا، عمارؓ نے اپنے والدین کو دینِ اسلام کے بارے میں معلومات بہم پہنچائیں۔

خاندان یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

عمارؓ کے نسب کا سلسلہ یمن کے قبائل سے ملتا ہے لیکن یہ مکہ کیسے آئے؟

ان کے والد "یاسر" اپنے بھائی حارث اور مالک کے ساتھ اپنے لاپتہ بھائی کو تلاش کرنے آئے تھے۔

انہوں نے اسے ہر جگہ تلاش کیا، پھر مکہ آئے' لیکن یہاں بھی اس کا پتہ نہ چلا' حارث و مالک نے یمن لوٹنے کا قصد کیا۔ یاسرؓ نے خانہ خدا کے قریب مکہ ہی میں ٹھہرنا بہتر سمجھا۔

یاسرؓ نے بنی مخزوم کے قبیلہ میں پناہ لی اور ایسے گھل مل گئے جیسے اسی قبیلہ کے ایک فرد ہوں۔ سمیہ سے شادی کر لی۔

زمانہ گزرتا رہا، سمیہ کو خدا نے ایک بیٹا عطا کیا جس کا نام انہوں نے عمارؓ رکھا۔

عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عمارؓ عام الفیل سے چار سال قبل یعنی محمدؐ کی ولادت سے پہلے پیدا ہوئے' کیونکہ آنحضرتؐ عام الفیل والے سال ولادت پائی تھی۔

جوان ہوئے تو محمدؐ سے شناسائی ہوئی اور آپؐ کے دوست بن گئے، اخلاق' امانت داری اور انسان دوستی کی بنا پر محمدؐ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔

ایک روز محمدؐ کے ساتھ صفا و مروہ کے پہاڑوں کے درمیان چلے جا رہے تھے، اس وقت عمارؓ کی عمر ۲۹ سال اور رسولِ خداؐ کی عمر ۲۵ سال تھی کہ جناب خدیجہؓ کی بہن ہالہ آئی اور خدیجہؓ

سے محمدؐ کی شادی کے بارے میں گفتگو کرنے لگی۔ رسولؐ خدا نے منظور کر لی اور شادی ہو گئی۔

جب خدا نے محمدؐ کو مبعوث بہ رسالت کیا تو عمارؓ ان کے والد یاسرؓ اور ان کی والدہ سمیہؓ نے اسلام قبول کر لیا۔

انتقام

ابو جہل کو جب عمارؓ اور ان کے والدین کے اسلام لانے کی خبر ہوئی تو وہ مارے غضب کے آپے سے باہر ہو گیا۔

ابو جہل مشرکین کی ایک جماعت لے کر ان کے گھر کی طرف چلا، ان کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں۔ گھر کو آگ لگا دی، یاسرؓ عمارؓ اور سمیہؓ کو مکہ سے باہر صحرا میں قیدی بنا دیا گیا۔

زنجیروں میں جکڑ کر سزا دینے لگے۔

شروع میں ان پر اتنے کوڑے برسائے کہ خون جاری ہو گیا۔

پھر مشعلوں سے ان کے بدنوں کو جلانے لگے، لیکن .....

یہ چھوٹا سا مومن خاندان اپنے ایمان پر قائم رہا۔

ابو جہل نے ان کے سینوں پر پتھر رکھ دیئے، جس کی وجہ سے سانس لینے میں دشواری ہوتی تھی، مگر وہ اپنے ایمان پر قائم رہے۔

ظہر کا وقت تھا، دھوپ میں شدت ہو گئی، ابو جہل اور مشرکین مکہ چلے گئے اور اس خاندان کو سخت دھوپ میں جلتا ہوا چھوڑ گئے۔

اسی اثناء میں محمدؐ ادھر سے گزرے اور انہیں اس حال میں دیکھ کر رونے لگے اور فرمایا:

''اے آلِ یاسرؓ! صبر کرو تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔''

سمیہ نے جس کا دل ایمان سے معمور تھا، کہا.....

''میں گواہی دیتی ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور آپؐ کا وعدہ حق ہے۔''

جلاد لوٹ آئے' ان میں ابوجہل پیش پیش ہے' اس کے ہاتھ میں ایک حربہ ہے' ان مسلمانوں کو آگ ولوہے سے ایذا دینے لگا۔

یاسر اور سمیہ بے ہوش ہو گئے، ان پر پانی چھڑکا، جب وہ ہوش میں آئے تو ابوجہل نے سمیہ سے کہا:

''بتوں کو اچھا اور محمد ﷺ کو برا کہو!''

سمیہ نے اس کے منہ پر تھوک دیا اور کہا:

''برائی تمہارے اور تمہارے خداؤں کے لیے ہے۔''

ابوجہل کو غصہ آ گیا، اس نے پوری طاقت سے سمیہ کے پیٹ پر برچھی ماری' پیٹ چاک ہو گیا اور سمیہ شہید ہو گئیں، تاریخ اسلام میں سمیہ سب سے پہلی شہیدہ ہیں۔

ابوجہل یاسر کے پاس گیا اور ان کے شکم پر اتنی لاتیں ماریں کہ وہ شہید ہو گئے۔

جب عمارؓ نے اپنے والدین کی یہ حالت دیکھی تو رونے لگے، ان پر بھی ابوجہل اور مشرکین نے کوڑے برسانا شروع کر دیئے، ابوجہل نے چیخ کر کہا:

''اگر تم ہمارے خداؤں کو اچھا نہیں کہو گے تو تمہیں بھی قتل کر دوں گا۔''

عمارؓ ان کی انسانیت سوز اذیت کو برداشت نہ کر سکے اور کہا:

''اعل ھبل''

عمارؓ نے ان کے خداؤں کو اچھا کہا تا کہ ان کی اذیتوں سے نجات پائیں۔ اس کے بعد مشرکوں نے ان کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے اور رہا کر دیا۔

دل سے ایمان

عمارؓ گریہ کناں محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ اپنے والدین کی شہادت پر نہیں رو رہے تھے، اور نہ اپنی مصیبت پر گریہ کناں تھے بلکہ وہ اس لیے رو رہے تھے کہ بتوں کو اچھا کہہ دیا ہے۔

رسولؐ نے عمارؓ کو ان کے والدین کی شہادت پر تسلی دی، لیکن عمارؓ نے روتے ہوئے عرض کی: ''یا رسولؐ اللہ! انہوں نے مجھے نہیں چھوڑا یہاں تک کہ مجھے اتنا مجبور کیا کہ میں نے ان کے خداؤں کو اچھا کہہ دیا۔''

رسولؐ نے محبت کے ساتھ فرمایا:

عمارؓ!..... ''تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟''

عمارؓ نے جواب دیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ دل ایمان سے مطمئن ہے۔''

رسولؐ نے فرمایا:

''عمارؓ! تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے خدا نے تمہارے بارے میں آیت نازل کی ہے: (الا من اکرہ قلبہ مطمئن بالایمان)

ہجرت

مکہ میں مسلمانوں کو شدید تکلیفیں دی جانے لگیں تو محمدؐ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ یثرب ہجرت کر جاؤ، فی سبیل اللہ ہجرت کرنے والوں کے ساتھ عمارؓ نے بھی ہجرت کی۔ جب حضرت محمدؐ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو بہت خوشیاں منائیں گئیں۔

مہاجرین اپنے انصار بھائیوں کے ساتھ بہترین زندگی گزارنے لگے، ایسی زندگی جس میں محبت تعاون اور ہمدردی تھی۔

وہاں رسولؐ نے سب سے پہلے ایک مسجد بنانے کا منصوبہ بنایا کہ جس میں مسلمان ایک خدا کی عبادت کر سکیں اور وہ عزت اسلام کا ایک رمز اور ملتِ اسلامیہ کیلئے قلعہ بن جائے۔

مسلمان اپنے بازوؤں اور ہمہمہ کے ساتھ مسجد نبوی کی تعمیر میں مشغول ہو گئے۔ کوئی مٹی لاتا، کوئی اینٹ بناتا اور دوسرے خشک ہو جانے والی اینٹوں سے دیوار بناتے تھے۔

رسول بھی اپنے اصحاب کے ساتھ کام میں مصروف تھے، عمارؓ خوش دلی کے ساتھ کام کر رہے تھے، جبکہ غبار میں اٹے ہوئے تھے، ہر مسلمان ایک اینٹ اُٹھاتا تھا اور وہ دو اُٹھاتے تھے۔ محمدؐ نے عمارؓ سے فرمایا: "ان" "مسلمانوں" کیلئے ایک اجر ہے تمہارے لیے دو اجر ہیں"۔

مسلمانوں کو دلوں کو گرمانے اور ان میں چستی پیدا کرنے کے لیے عمارؓ جوشیلے اشعار پڑھتے رہتے ہیں۔

کیا وہ شخص جو مسجد کی تعمیر میں کھڑے اور بیٹھے ہر طریقہ سے تعاون کرتا ہے۔

اور وہ خود کو غبار سے بچاتا ہے، دونوں برابر ہیں......؟؟

بعض صحابہ غبار سے بچتے تھے تو وہ سمجھتے تھے اس شعر سے عمارؓ کی مراد وہ ہیں۔

عثمان عمارؓ کے پاس آئے اور دھمکی دیتے ہوئے کہا:

"میں اس عصا سے تمہاری ناک توڑ دوں گا۔"

عمارؓ نے عثمان کی طرف ایک نظر دیکھا لیکن کچھ نہ کیا۔

جب اس واقعہ کی خبر رسولؐ کو ہوئی تو آپؐ کو بہت افسوس ہوا، عمارؓ کے پاس

آئے اور فرمایا:

"عمارؓ! میری آنکھ اور ناک کے درمیان کی کھال ہیں۔"

رسولؐ نے عمارؓ کے چہرہ سے غبار صاف کیا، رسولؐ کی محبت سے جلیل القدر صحابی کا قلب معمور ہو گیا۔

راہِ اسلام میں جہاد

زمانہ گزرتا رہا، خداوند عالم نے ان لوگوں سے انتقام لینے کا ارادہ کیا جنہوں نے مکہ میں مسلمانوں کو اذیتیں دیں اور ان کا مال و اسباب غصب کر لیا تھا۔

جنگِ بدر وجود میں آئی تو عمارؓ ان لوگوں میں پیش پیش تھے جو شام سے پلٹنے والے قریش کے قافلے کو روکنے کے لیے نکلے تھے۔

اطلاع ملی کہ مشرکین نے مکہ میں ایک فوج تیار کی ہے جو کہ ابوجہل کی سرکردگی میں مدینہ کی طرف بڑھ رہی ہے۔

رسولؐ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا' طے پایا کہ مشرکین کا مقابلہ کیا جائے۔

رسولؐ نے عمارؓ بن یاسر اور عبداللہ بن مسعود کو حکم دیا کہ تم جاؤ یہ معلومات فراہم کرو کہ لشکر میں کتنے افراد ہیں۔

عمارؓ عزم و ہمت سے اُٹھے، وہ جری و شجاع تھے، دشمن کی فوجوں کے قریب پہنچے اور معلومات فراہم کرنے کی غرض سے لشکر کا چکر لگایا۔

عمارؓ اور ان کے ساتھ ابنِ مسعود رسولِ خداؐ کی خدمت میں واپس آئے عمارؓ نے کہا:

"وہ مضطرب اور خوف زدہ ہیں اگر گھوڑا ہنہنانا چاہتا ہے تو اس کا مالک اس کے منہ پر مارتا ہے، بارش میں بھیگ رہے ہیں۔"

جو معلومات عمارؓ نے فراہم کی تھیں وہ بہت اہم تھیں، اس سے دشمن کی متزلزل اور غیر یقینی حالت عیاں تھی، ان پر خوف طاری تھا، شدید بارش، زمین میں کیچڑ، ان کی راہ میں رکاوٹ تھے۔

جب صبح کے وقت مشرکین نیند سے جاگے تو انہوں نے عجیب و غریب نقش قدم دیکھے، مبنہ بن الحجاج آیا...... یہ آثارِ قدم کا علم رکھتا تھا، اس نے کہا: "قسم لات و عزا کی یہ ابن سمیہ اور عبداللہ ابنِ مسعود کے پاؤں کے نشان ہیں۔"

معرکہ

۱۷ رمضان ۲ ہجری کو بدر کبریٰ کا معرکہ ہوا...... تاریخ اسلام کا یہ پہلا معرکہ تھا۔ خدا نے مومنوں کو مشرکین پہ فتح عطا کی۔

عمارؓ ایک مسلمان کی شجاعت و دلیری کے ساتھ جنگ میں مشغول تھے، وہ یقین رکھتے تھے کہ فتح یابی ہے یا شہادت۔

جب مشرکین کو ہزیمت ہوگئی تو عمارؓ نے ابو جہل کا مردہ بدن دیکھا تو انہیں وہ زمانہ یاد آیا گیا جب ابو جہل مسلمانوں اور ان کے ماں باپ سمیہ و یاسر کو دکھ دیتا تھا۔ یہ مومنوں کی تلواریں ہیں جنھوں نے ظالموں کا لہو چاٹ لیا۔

عمارؓ نے دونوں آنکھیں اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور اس فتح یابی پر خدا کا شکر ادا کیا۔

عمارؓ حق کے ساتھ

عمارؓ کی عمر ساٹھ (۶۰) سال ہو چکی ہے، لیکن راہِ خدا میں جہاد کی وجہ سے جوانوں پر

سبقت لے جاتے ہیں۔

اللہ پر عمارؓ کا ایمان محکم ہے اور اس کے رسولؐ سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ محمدؐ ان کے جوانی کے دوست ہیں۔ یہ آپؐ پر ایمان لائے، مدد کی، اور مستقل ساتھ رہے۔

محمدؐ پر مناسب موقع پر عمارؓ کی منزلت سے لوگوں کو آگاہ کرتے ہیں ایک مرتبہ فرمایا:

''عمارؓ حق کے ساتھ ہیں اور حق عمارؓ کے ساتھ ہے، جدھر عمارؓ جاتے ہیں حق بھی اُدھر ہی جاتا ہے۔''

نیز فرمایا:

''خوش قسمت ہیں عمارؓ کہ انہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔''

''بے شک ایمان عمارؓ کے پیر کے انگوٹھوں تک بھرا ہوا ہے۔''

اے عمارؓ! تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا دنیا میں تمہاری آخری غذا دودھ ہوگا۔

دن مہینے اور سال گزرتے رہے عمارؓ محمدؐ کے ساتھ ساتھ ہیں، راہِ خدا میں اسلام اور انسانیت کے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں۔

وفاتِ رسولؐ

ہجرت کے گیارہوں سال رسولؐ نے وفات پائی، سارے مسلمانوں کے دل محزون ہو گئے، عمارؓ نے رسولؐ اللہ اور اپنے پرانے دوست کا غم اٹھایا، مکہ اور جہاد کا زمانہ یاد کیا:

عمارؓ کامل الایمان اور راہِ خدا میں جہاد کرنے والے تھے، حق بات کہنے میں کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔

عمارؓ علی ابن ابی طالبؑ سے بہت محبت رکھتے تھے کیونکہ انہوں نے بارہا جناب رسولؐ سے سنا تھا:

''اے علیؑ! تم سے وہی محبت کریگا جو مومن ہوگا اور وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا''۔

حجۃ الوداع سے واپسی پر عمارؓ نے حضرت محمدؐ کو دیکھا کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں اور بلند کر کے فرماتے ہیں:

''میں جس کا مولا ہوں اس کے یہ علی علیہ السلام بھی مولا ہیں''

''اے اللہ! ان کے دوست کو دوست رکھ اور ان کے دشمن کو دشمن رکھ۔''

''ان کی مدد کرنے والے کی مدد فرما اور انہیں رسوا کرنے والے کو ذلیل فرما۔''

ان ہی باتوں پر عمارؓ کا عقیدہ تھا کہ علیؑ ہی محمدؐ کے خلیفہ و جانشین ہیں۔

جب ابوبکر کی بیعت ہوگئی اور بعض مہاجرین و انصار نے ان کی بیعت پر اعتراض کیا تو عمارؓ نے بھی بیعت نہیں کی اور علیؑ و فاطمہؑ بنت محمدؐ کے ساتھ رہے۔

تین مہینے بعد فاطمہ زہراؑ نے وفات پائی، علیؑ نے اسلام بچانے کی خاطر مصالحت کر لی تو عمارؓ نے بھی اپنے امام کی اقتداء میں مصالحت کر لی۔

جہاد

عمارؓ پھر جہاد والی زندگی کی طرف پلٹ گئے اور اسلامی فتوحات کے معرکوں میں شریک ہوئے۔ یمامہ کے مرتد لوگوں سے دلیرانہ جنگ کی۔

جب ابوبکر کے بعد عمر بن خطاب خلیفہ بنے تو انہوں نے عمارؓ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تو عمارؓ نے وہاں حکم خدا قائم کیا اور لوگوں نے ان کی سیرت میں عدل و محبت، تواضع و زہد کو مشاہدہ کیا۔

شوریٰ

۲۳ھ میں خلیفہ دوم عمر بن خطاب پر قاتلانہ حملہ ہوا۔

کچھ مسلمان عمر کے پاس گئے اور کہا کہ اپنے بعد خلافت کے بارے میں کچھ فکر کیجئے۔

خلیفہ نے چھ اشخاص ...... علی بن ابی طالبؑ، عثمان بن عفان، طلحہ وزبیر، وعبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص پر مشتمل ایک شوریٰ بنادی اور انہیں حکم دیا کہ تین دن کے اندر اندر کسی گھر میں جمع ہو کر اپنے ہی میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کرلیں۔

عمارؓ چاہتے تھے کہ علیؑ کو خلیفہ بنایا جائے...... کیونکہ راہ اسلام میں انہوں نے سب سے زیادہ ایثار کیا ہے ...رسولؐ کے قریبی ہیں...... سابق الاسلام ہیں اور علم وفضل میں سب سے زیادہ ہیں۔

ایک دن گزرا، دوسرا دن گزرا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ مقابلہ علیؑ ابن ابی طالبؑ اور عثمان بن عفان کے درمیان تھا۔ جس گھر میں شوریٰ والے جمع تھے اس کے چاروں طرف، مقداد، عمارؓ یاسر اور عباس وغیرہ جمع ہو گئے ان کی تمنا تھی کہ علیؑ منتخب ہو جائیں، بنی امیہ چاہتے تھے عثمان خلیفہ بن جائیں۔ عمارؓ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو سنا کر کہا:

"اگر تم مسلمانوں کو اختلاف سے بچانا چاہتے ہو تو علیؑ کی بیعت کرلو۔"

مقداد نے یہ کہتے ہوئے تائید کی:

عمارؓ نے سچ کہا ہے "اگر تم نے علیؑ کی بیعت کرلی تو ہم بھی بسر وچشم قبول کرلیں گے"

عبدالرحمٰن بن عوف خود خلیفہ بننے کے خواب دیکھ رہا تھا' اس نے سوچا کہ اگر علیؑ کی بیعت کرلیتا ہوں تو ان کے بعد مجھے خلافت نصیب نہ ہوگی۔ لہٰذا عبدالرحمٰن نے عثمان کی بیعت کرلی تاکہ اپنے بعد وہ انہیں خلیفہ بنادیں ... طرح عثمان خلیفہ ثالث بن گئے۔

حضرت علیؑ عبدالرحمٰن سے کہہ کر باہر تشریف لائے۔

"یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہم پر زیادتی کی ہو، اب صبر جمیل کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے اور جو کچھ تم کہتے ہو اس پر اللہ ہی کی مدد طلب کی جا سکتی ہے، خدا کی قسم تم نے عثمان کو اس لیے خلیفہ بنایا ہے تا کہ کل وہ اسے تمہارے سپرد کر جائے، ہر روز خدا کی ایک شان ہے۔"

عمارؓ کو بہت افسوس ہوا کہ اہلِ بیت جو کہ سب سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں جن سے خدا نے ہر رجس کو دور رکھا ہے اور پاک کرنے کی طرح پاک کیا ہے انہیں خلافت سے پھر محروم کر دیا۔

انحراف

آپ کو اقتدار پر متمکن ہوئے کئی سال ہو گئے ہیں۔ رفتہ رفتہ خلیفہ ثالث، اسلام سیرت رسولؐ اور شیخین "ابوبکر و عمر" کی سیرت سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ شہروں کے بڑے منصبوں پر اپنے اقرباء معین کر رہے ہیں جو کہ ظالم و مجرم ہیں۔

مثلاً اپنے مادری بھائی ولید بن عتبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا، ولید شراب پیتا تھا، نشہ کی حالت میں مسجد میں آتا ہے، مروان کو وزیر داخلہ مقرر کرتے ہیں، وہ گورنروں کو مقرر کرتا ہے حکم دیتا ہے، منسوخ کرتا ہے، معزول کرتا ہے، اس نے رسولؐ کے جلیل القدر صحابی سلمانؓ فارسی کو مدائن کی گورنری سے معزول کر دیا اور اپنے قریبی رشتہ دار کو مقرر کر دیا، سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کی گورنری سے معزول کیا اور ولید بن عتبہ کو مقرر کیا۔

عثمان مسلمانوں کے اموال سے بنی امیہ میں سے اپنے اقرباء کے در تیجے بھرتے ہیں اور نادار و محتاج لوگوں کو رنج و الم میں چھوڑ دیتے ہیں۔

کلمہ حق

مسلمانوں کے بیت المال میں زیور، جواہرات تھے، عثمان نے وہ سب اپنی بیٹیوں اور عورتوں میں تقسیم کر دیئے۔

اس پر مسلمانوں نے بڑا غصہ کیا اور سیرت عثمان کے بارے میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ وہ اسلام سے دور ہو گئے ہیں۔

عثمان نے اپنے موقف میں تبدیلی نہیں کی بلکہ منبر پر جا کر اس طرح خطبہ دیا:

''ہم اس فئی سے اپنی ضرورتوں کو ضرور پورا کریں گے...... اگرچہ لوگوں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔''

علیؑ وہاں موجود تھے، عثمان کی تقریر سے آپ کو رنج ہوا نوے (۹۰) سال کے بوڑھے عمارؓ یاسر نے حق بات کہی:

''میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ سب سے پہلے یہ بات مجھے ناگوار گزری ہے''

خلیفہ کو غصہ آ گیا...... چلایا!

''یاسر کے بیٹے تم مجھ سے زبان لڑاتے ہو''

نگہبانوں نے عمارؓ کے صحابی رسولؐ ہونے کا کوئی پاس کیا نہ ان کی ضعیفی کا احترام کیا، گھسیٹتے ہوئے عثمان کے کمرہ میں لے گئے، ان کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیئے، خلیفہ نے عمارؓ کے پیٹ پر لات مارنا شروع کر دیں، مارتے مارتے عمارؓ کو بے ہوش کر دیا، چند مسلمان انہیں اٹھا کر زوجہ رسول اُم سلمہ کے پاس لے گئے۔

نماز ظہر، عصر، اور مغرب کا وقت گزر گیا لیکن عمارؓ کو ہوش نہیں آیا۔ جب ہوش میں آئے تو نمازوں کی قضا کی، عمارؓ کو مکہ کی ایذائیں یاد آ گئیں وہ تو عثمان کی مار سے کہیں

اذیت ناک تکلیفیں برداشت کر چکے تھے کیونکہ اس زمانہ میں جوان تھے، اب ضعیف ہو چکے ہیں، مار کھانے کی طاقت نہیں ہے۔

عمارؓ کی اس حالت پر جناب ام سلمہ کو بہت ملال ہوا۔ عمارؓ ایسے مومن وصابر نے ان سے کہا: ”راہ خدا میں یہ تکلیف ہم کو پہلی بار نہیں دی گئی ہے۔“

ابوذرؓ کی جلاوطنی

عثمان نے ابوذر ایسے جلیل القدر صحابی کو ربذہ میں جلاوطن کر دیا، بے آب وگیاہ یہ صحرا ہے جس میں کوئی آبادی نہیں ہے۔

خلیفہ نے اسی پر اکتفانہ کی بلکہ یہ حکم صادر کیا کہ کوئی انہیں رخصت نہیں کر سکتا ہے لیکن صحابہ کو عثمان کے رویہ سے تکلیف ہوئی اور ابوذر کو خدا حافظ کہنے کے لیے گئے۔

علیؑ ابن ابی طالبؑ، فرزند رسولؐ، حسنؑ و حسینؑ اور عمارؓ، ابوذر کو خدا حافظ کہنے کے لیے گئے اور اس طرح رخصت کیا۔

اے ابوذر! جس نے آپ کو تنہائی میں بھیجا ہے خدا اس کی موانست نہ کرے، جس نے آپ کو ڈرایا ہے خدا اُسے امان میں نہ رکھے۔ خدا کی قسم اگر آپ ان کی دنیا سے معترض نہ ہوئے تو وہ آپ کو امان دیتے اگر آپ ان کے اعمال سے راضی ہو گئے تو آپ کو دوست بنا لیتے۔

ابوذر اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ صحرا ربذہ میں چلے گئے تاکہ تنہائی کے عالم میں موت کو گلے لگائیں۔

عمارؓ کو رسولؐ کی حدیث یاد آ گئی......

”اے ابوذر! تنہا زندگی گزارو گے، تنہا مرو گے۔“

انقلاب

عثمان کی روش اوران کے حکام کے ظلم سے مسلمانوں کا غصہ بڑھتا ہی جارہا تھا۔ گوشہ وکنار سے احتیاج کیلئے وفود چلے آرہے تھے، کوفہ، بصرہ اور مصر وغیرہ سے لوگ آتے تھے۔

مدینہ سے صحابہ نے ان لوگوں کو خطوط لکھے تھے، اگر جہاد کرنا ہے تو چلے آؤ کیونکہ تمہارے خلیفہ نے دین محمد ﷺ کو تباہ کردیا ہے۔

لوگ آتے اور ظلم کی شکایت کرتے، لیکن خلیفہ ان کی باتوں پر کان نہ دھرتے بلکہ انہیں بھگادیتے تو وہ وصی رسولؐ علیؑ ابن ابی طالبؑ کی خدمت میں پہنچتے۔

آپ اصلاح کی کوشش کرتے اور عثمان کو سیرت اسلام پر لگانے کی سعی کرتے، علیؑ عثمان کے پاس تشریف لے گئے، گفتگو کی اوران سے کہا: مروان کے ہاتھ کی کٹھ پتلی نہ بن جاؤ کہ وہ جس طرح چاہے تمہیں رسولؐ سے جونسبت ہے اسے فراموش نہ کرو۔

عثمان نے کہا کہ میں لوگوں کے سامنے توبہ کروں گا، چنانچہ وہ لوگوں کے سامنے گئے ان سے معذرت کی اور ایسی سیرت پر لوٹنے کا وعدہ کیا کہ جس سے خدا ومسلمان راضی ہو جائیں، لیکن مروان جو کہ سانپ کی مانند تھا عثمان کے پاس گیا انہیں بہکا دیا اور کہا: ''لوگوں کے سامنے خود کو کمزور نہ ظاہر کرو انہیں دھمکاؤ اور ڈراؤ'' ، عثمان کی زوجہ نائلہ جانتی تھی کہ مروان خبیث آدمی ہے، مسلمانوں کو اس سے نفرت ہے لہٰذا اس نے اپنے شوہر کو نصیحت کی اور کہا: ''علیؑ کی باتوں کو سنو! کیونکہ لوگ انہیں دل وجان سے چاہتے ہیں۔ ان کی بات مانتے ہیں آپ مروان کی باتوں میں نہ آئیں...... لوگوں کے درمیان اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے نہ اس سے کوئی ڈرتا ہے نہ کوئی اسے دوست رکھتا ہے۔''

عثمان نے نصیحت کرنے والوں کی نصیحت پر کان نہ دھرے۔ نتیجہ میں مسلمان ان کے

خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں ان ہی کے گھر میں قتل کر دیا گیا۔

حضرت علیؑ

تمام مسلمانوں نے حضرت علی علیہ السلام کے گھر کا رخ کیا اور آپؑ سے درخواست کی کہ منصب خلافت کو سنبھال لیجئے۔ آپؑ نے انکار کر دیا اور فرمایا:

"میرے علاوہ کسی اور کو تلاش کر لو۔"

لیکن لوگ جانتے تھے کہ صرف علیؑ ہی اس منصب کے مستحق ہیں، لہٰذا انہوں نے اصرار کیا کہ خلافت قبول فرمالیں۔ آخر کار آپؑ نے خلافت کو قبول کر لیا اور اس کی طمع رکھنے والوں پر دروازہ بند کر دیا۔

عدالت

یقیناً مسلمانوں نے عدالت کے لیے انقلاب برپا کیا تھا اور ظلم کے خلاف اٹھے تھے علیؑ حق و عدالت کا نشان تھے، آپؑ مسلمانوں کی امید کو خاک میں نہیں ملا سکتے تھے۔ لہٰذا پہلے ہی دن آپؑ نے سابق خلیفہ کے مقرر کردہ حاکموں کو معزول کر دیا، اور ان کی جگہ نیک و صالح، تقویٰ و پرہیزگاری میں شہرت یافتہ لوگوں کو مقرر کرنے کا اعلان کیا۔

حضرت علیؑ نے شام کی حکومت سے معاویہ کو معزول کیا، لیکن معاویہ نے چونکہ شام پر مدتوں حکومت کی تھی اور وہاں اپنی حیثیت بنالی تھی لہٰذا اس نے کھلم کھلا علیؑ کے حکم کی خلاف ورزی کی، اُس نے عثمان کے انتقام کا نعرہ بلند کر دیا، اس طرح عراق و شام کے درمیان جنگ صفین واقع ہوئی۔

حضرت علیؑ کے لشکر میں بہت سے صحابہ رسولؐ شامل تھے، ان میں پیش پیش عمارؓ بن

یاسر، مالک اشتر اور عبداللہ بن عباس وغیرہ تھے۔

معاویہ کے لشکر میں دشمنانِ اسلام عدل علیؑ سے فرار کر کے معاویہ کی طرف جانے والے مروان بن جم، عمرو بن عاص اور ابن ابی معیط تھے۔

تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا!

مسلمان فوجی کیمپوں میں محمدؐ کی اس حدیث کو بیان کر رہے تھے کہ جس میں پچیس (۲۵) سال قبل عمارؓ کو مخاطب کیا تھا۔

اے عمارؓ! ''تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔''

عمار حضرت علیؑ کے لشکر میں شامل تھے، اس وقت آپ کی عمر نوے (۹۰) سال سے زیادہ ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود مومن جوان کے حوصلے سے جنگ لڑتے تھے۔ انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا:

''اے اللہ! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میرے بارے میں تیری رضا یہ ہے کہ خود کو نہرِ فرات میں گرا دوں تو گرا دوں گا۔''

''اے اللہ! میں نہیں جانتا کہ تیرے نزدیک فاسقین سے جہاد کے علاوہ کوئی اور عمل زیادہ پسندیدہ ہوگا۔''

''عمارؓ حق کے ساتھ تھے اور حق ان کے ساتھ تھا ان ہی کے ساتھ حق گھومتا تھا' لہٰذا انہوں نے کہا: ''خدا کی قسم اگر انہوں نے ہمیں ہزیمت دیدی اور وہ ہماری پیچھے مدینہ تک آئیں تو بھی میں یہی سمجھوں گا کہ ہم حق پر اور وہ باطل پر ہیں۔''

جب میدان کارزار گرم ہوا تو عمارؓ نے قتال کرنے والوں کو مخاطب کیا!

''تم میں اپنے رب خدا کی رضا کا مشتاق کون ہے......؟''

بعض مومنوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا: چنانچہ عمارؓان کو لے کر دشمن کی طرف گئے جب صحابہ نے عمارؓ کو دیکھا تو ان کی اتباع میں پرے کے پرے چل دیئے۔

عمارؓ روزہ سے تھے، اور جرأت و شجاعت کے ساتھ جنگ کر رہے تھے۔ معرکہ کے دوران عمارؓ نے عمرو عاص کو دیکھا تو پکار کر کہا:

"اے عمرو! مصر کے عوض اپنا دین بیچ دیا تباہی ہے تیرے لیے۔"

عمرو بن عاص معاویہ کے ساتھ اسی لیے ہوا تھا کہ معاویہ نے اسے مصر کی حکومت دینے کا وعدہ کیا تھا، عمرو بن عاص نے رذالت کے ساتھ کہا:

"نہیں!...... میں تو خون عثمان کا انتقام لینا چاہتا ہوں۔"

عمارؓ نے کہا:

"میں گواہی دیتا ہوں کہ تم رضائے خدا کیلئے کوئی کام انجام نہیں دے رہے ہو۔"

اسے نصیحت کرنے کی خاطر فرمایا:

"اگر آج قتل نہیں ہو گے تو کل قصہ پاک ہو جائے گا اور اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے بس اپنے نفس کے بارے میں غور کرو لوگوں کو ان کی نیتوں کے مطابق جزا ملے گی۔

عمارؓ باغی گروہ سے جنگ کرنے لگے۔

فتنہ

مسلمان فتنہ و آزمائش میں پھنس گئے تھے۔ وہ حق و باطل میں تمیز نہیں کر رہے تھے، عمارؓان کے لیے بہترین دلیل تھے کیونکہ رسولؐ نے فرمایا تھا کہ انہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔

لہٰذا جب شام والوں نے عمارؓ کے بارے میں سوال کیا تو عمرو بن عاص نے انہیں دھوکہ دیا اور کہا، صبر کرو عنقریب وہ ہماری طرف آجائیں گے۔

جنگ کے دن گزرتے رہے اور عمارؓ محاذ حق پر علیؑ کی طرف سے قتال کرتے رہے۔

ایک روز عمارؓ نے مومنون کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر دلیرانہ جنگ شروع کی، انہیں رسولؐ کی ہمراہی میں کئے جانے والے جہاد بدر واحد اور حنین وغیرہ کا زمانہ یاد آ گیا۔ عمارؓ روزہ سے تھے اور جنگ مستقل طور پر جاری تھی۔ جب آفتاب غروب ہو گیا' افطار کا وقت ہو گیا تو عمارؓ نے پانی طلب کیا تا کہ افطار کریں پیاسے بھی تھے۔

ایک سپاہی دودھ کا پیالہ لایا...... عمارؓ مسکرائے اور کہا:

''بہت سے آج کی رات میں شہادت پا جائیں گے''

کچھ لوگوں نے اس کا راز پوچھا تو کہا:

''مجھے میرے حبیب رسولؐ نے خبر دی ہے کہ اے عمارؓ تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا اور دنیا میں تمہاری آخری غذا دودھ ہو گا۔''

عمارؓ نے دودھ پیا اور جنگ میں کود پڑے اور جنگ کرتے کرتے شہید ہو گئے' قریب تھا کہ معاویہ خوشی سے اچھل پڑے لیکن علیؑ کو حسرت و یاس نے گھیر لیا۔ اس وقت سب نے دیکھ لیا کہ باغی گروہ کون ہے۔

معاویہ کے لشکر میں جو لوگ اس انتظار میں تھے کہ عمارؓ ہم سے آملیں گے جیسا کہ عمرو بن عاص نے کہا تھا لیکن انہوں نے دیکھا کہ عمارؓ نے علیؑ کے ہمراہ ہو کر شہید ہونے تک جنگ کی ہے، لہٰذا وہ رات کی تاریکی میں خفیہ طریقہ سے حضرت علیؑ کے لشکر سے آملے، کیونکہ انہوں نے حق پہچان لیا تھا۔

خاتمہ

عمارؓ کی شہادت سے دو محاذوں میں انقلاب پیدا کر دیا اس سے ایک طرف حضرت علیؑ

کے لشکر کی معنویت بڑھ گئی اور دوسری طرف معاویہ کے لشکر کی معنویت خاک میں مل گئی۔

اسی رات میں حضرت علیؑ کے لشکر نے معاویہ کے لشکر پر بہت بڑا حملہ کیا، آخری فتح کہ قریب تھی۔

عمرو بن عاص نے نئے حیلہ اختیار کیا اور شام کے لشکر نے قرآن بلند کر دیئے اور کہنے لگے ہم کتابِ خدا سے فیصلہ چاہتے ہیں۔

جنگ بند ہو گئی، صفین کے میدان سے لشکر ہٹ گئے، شہیدوں کی لاشیں پڑی رہیں، جن میں صحابی رسول نوے سالہ عمارؓ بن یاسر کی لاش بھی شامل تھی، آج جب مسلمان زمین خدا کے اس قطعہ کی زیارت کرتے ہیں تو وہ اس صحابی کا بڑا مزار دیکھتے ہیں، جس نے اسلام کی خاطر پوری زندگی جہاد میں گزاری تھی اور ان کی شہادت سے مسلمان یہ سمجھ جاتے ہیں کہ اس جنگ میں حق پر کون تھا۔

۹

حضرت مالک اشترؒ

ربذہ

مکہ اور مدینہ کے درمیان صحرائی علاقہ ہے جو نبات سے خالی اور چٹیل میدان ہے۔ جس میں کوئی آباد نہیں تھا لیکن ۳۰ھ میں وہاں ایک خیمہ تھا۔ خیمہ میں ایک بوڑھا آدمی ان کی بڑھیا اور ان کی بیٹی تھی۔

اس دُور اُفتادہ علاقہ میں صحراء کے بیچوں بیچ یہ بوڑھا کیوں آیا تھا؟

اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں آیا...... بلکہ خلیفہ نے جلاوطن کیا ہے تاکہ اس صحراء میں مر جائے۔

بوڑھا بیمار ہے، بیوی رو رہی ہے۔

بوڑھے نے بیوی سے کہا: ''اے اُمّ ذرا کیوں رو رہی ہو......؟''

بڑھیا نے کہا: ''کیونکر نہ روؤں کہ آپ اس صحراء میں ساتھ چھوڑ رہے ہیں''

بوڑھے نے کہا: ''میں چند دوسرے لوگوں کے ساتھ رسولؐ خدا کے پاس بیٹھا ہوا تھا، رسولؐ نے ہم سے فرمایا:

''تم میں سے ایک شخص صحرا میں مرے گا۔ اس کی موت کے وقت مومنین کی ایک جماعت وہاں پہنچے گی۔ بیٹھنے والے سب ہی اپنے اہل و عیال کے پاس دم توڑ گئے۔ میرے علاوہ کوئی باقی نہیں ہے۔ عنقریب تمہاری مدد کے لیے کوئی آ جائے گا۔

حج کا زمانہ بھی گزر چکا ہے اور ویسے اس صحرا سے کوئی نہیں گزرتا ہے' بڑھیا نے کہا:

تم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤ وہاں سے قافلوں کے راستہ پر نگاہ جماؤ بوڑھے نے کہا:

بڑھیا پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئی اور قافلوں کی راہ تکنے لگی۔

کافی وقت گزر گیا کہ اس نے دور سے ایک قافلہ دیکھا۔

عورت نے ہوا میں ایک کپڑا لہرا کر قافلہ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس صحرا میں کسی عورت کا وجود مسافروں کے لیے تعجب خیز تھا، آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔ صحرا میں یہ تنہا عورت کون ہے؟

وہ اس عورت کے پاس آئے پوچھا کیا بات ہے؟

میرا شوہر مر رہا ہے اور اس کے پاس کوئی نہیں...... عورت نے کہا......

تمہارا شوہر کون ہے؟

عورت نے روتے ہوئے کہا:

"صحابیِ رسولؐ ابوذر......"

قافلہ والوں نے تعجب سے کہا:

"رسولؐ کے صحابی ابوذر؟ چلو ہمیں ان کے پاس لے چلو۔"

وہ لوگ خیمہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ابوذرؓ بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔

ایک آدمی نے کہا:

السلام علیک یا صاحب رسول اللہ!...... (اے رسولؐ کے صحابی آپ پر سلام)

نحیف آواز میں ابوذرؓ نے کہا:

وعلیکم السلام...... "تم کون ہو......؟"

مسافر:

"میں مالک بن حارث، اشتر ہوں، میرے ساتھ عراق کے کچھ لوگ ہیں، مدینہ جا رہے ہیں تاکہ خلیفہ سے اس ظلم کی شکایت کریں جو ہم پر روا رکھا جاتا ہے۔"

ابوذرؓ مسکرائے اور کہا:

بھائیو! "مبارک ہو! مجھ سے رسولؐ نے فرمایا تھا کہ میں صحرا میں مروں گا اور میری موت کے وقت مومن لوگ وہاں موجود ہوں گے۔"

مالک اور ان کے ساتھی رسولؐ کی اس بشارت کو سن کر خوش ہو گئے۔ ابوذر کے خیمہ میں بیٹھ گئے۔ مالک اشتر کو ابوذر ایسے جلیل القدر صحابی کی حالت اور بنی امیہ کے ہاتھوں ان پر ہونے والے مظالم کا بہت افسوس تھا۔

اشتر

مالک بن حارث نخعی کا سلسلہ نسب یمن کے شریف خاندان سے ملتا ہے، رسولؐ کے زمانہ میں اسلام لائے، وہ سچے اور مخلص مومن و مسلمان تھے۔

یرموک کی جنگ میں شریک ہوئے۔ تنہا دلیرانہ جنگ کی، اسلامی لشکر پر روم کے حملے روکنے میں ان کا شجاعانہ کردار ہے، اسی جنگ میں ان کی نیچے کی پلک تلوار سے کٹ گئی تھی اسی لیے آپ کو اشتر کہا جاتا ہے۔

۳۰ھ میں کوفہ اور دوسرے اسلامی شہروں کے مسلمان حاکموں کے رویہ سے برہم تھے۔ مثلاً ولید بن عقبہ عثمان کا بھائی کوفہ کا حاکم تھا اس کا چال چلن دین و اسلام کے خلاف تھا وہ شراب پیتا اور رقص و غناء میں وقت گزارتا تھا۔

ایک روز ولید نشہ کی حالت میں مسجد پہنچا۔ صبح کی نماز مسلمانوں کو دو رکعت کے بجائے

چار رکعت پڑھائی اور پھر نمازیوں سے تمسخر کے ساتھ پوچھا:

"کیا اور پڑھادوں......"

اس کے چال چلن سے مسلمان بالکل خوش نہیں تھے، وہ گھروں، بازاروں اور مسجدوں میں اس پر تنقید کرتے تھے۔

کہتے تھے...... کیا اس فاسق آدمی کے علاوہ خلیفہ کو کوئی آدمی نہیں ملا تھا کہ جس کو حاکم بناتے؟ یہ تو کھلم کھلا شراب پیتا ہے۔

دین اور مسلمانوں پر زیادتی کرتا ہے۔

لہٰذا وہ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے غور کرنے لگے۔ انہوں نے سوچا بہترین طریقہ یہ ہے کہ صاحبانِ تقویٰ وصلاح سے مشورہ کیا جائے چنانچہ مالک اشتر کے پاس گئے وہ متقی اور شجاع آدمی تھے اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ مالک اشتر نے کہا:

پہلے ہم اسے نصیحت کریں گے اور اگر وہ باز نہ آیا تو پھر خلیفہ سے اس کی شکایت کریں گے۔

مالک اور ان کے ساتھ بعض شریف اشخاص حاکم کے پاس گئے۔

جب اس کے محل میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ حسب عادت شراب پی رہا ہے۔ جانے والوں نے اسے نصیحت کی کہ برے افعال سے باز آجائے لیکن اس نے جھڑک کر بھگا دیا۔

ان لوگوں نے طے کیا کہ مدینہ منورہ کا سفر کیا جائے اور خلیفہ کو اس امر کی اطلاع دی جائے۔ وفد خلیفہ کے پاس پہنچا مگر افسوس کہ اس نے بھی انہیں جھڑک کر بھگا دیا اور ان کی ایک نہ سنی وہ مایوس ہو کر واپس آگئے۔

انہوں نے سوچا کہ رسولؐ کے ابنِ عم علیؑ بن ابی طالبؑ کے پاس چلیں تنہا ان ہی سے اصلاح کی امید ہے۔

وفود

اسی زمانہ میں دیگر اسلامی شہروں سے بھی وفود آ گئے اور سب حاکموں کے ظلم و بدچلن کی شکایت لے کر آئے تھے۔

صحابہ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی خدمت میں پہنچے اور آپؑ سے مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے ظلم کی شکایت کی۔ حضرت علیؑ کو بہت قلق ہوا' خلیفہ کے قصر میں تشریف لے گئے اور عثمان کو اس طرح نصیحت کی:

"اے عثمان! مسلمان ظلم کی شکایت لے کر آئے ہیں۔ میں تمہیں کسی ایسی بات کی طرف متوجہ نہیں کر رہا ہوں کہ جس کو تم نہ جانتے ہو۔ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ "روز قیامت ظالم امام "خلیفہ" اس حالت میں لایا جائے گا کہ کوئی اس کا مددگار نہ ہوگا۔ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا جس میں وہ اس طرح گھومے گا جس طرح چکی گھومتی ہے پھر جہنم کی تکلیفوں میں پھنس جائے گا۔ میں تمہیں خدا کا خوف دلاتا ہوں بیشک اس کا عذاب بہت سخت ہے۔"

عثمان نے تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد مغموم لہجہ میں کہا: میں قصوروار ہوں، خدا کی بارگاہ میں توبہ کروں گا اور مسلمانوں سے معذرت چاہوں گا۔

حضرت علیؑ واپس تشریف لائے۔ مسلمانوں کو اس کی خوشخبری دی، وہ سب مسرور ہو گئے لیکن منافق مروان خلیفہ کے پاس پہنچا، گفتگو کی اور عثمان کا موقف بدل دیا اور کہا:

"بہتر یہ ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے جائیں انہیں ڈرائیں تا کہ وہ پھر کبھی خلیفہ کی

شان میں گستاخی نہ کریں۔"

انقلاب

عثمان نے نہ صرف یہ کہ اپنا یہ وعدہ پورا نہیں کیا کہ میں اپنے چال چلن کی اصلاح کروں گا اور حاکموں کو بدل دوں گا بلکہ مسلمانوں سے سختی سے پیش آئے۔

شام کے حاکم معاویہ نے عثمان سے کہا کہ بعض صحابہ کو جلاوطن کردو۔

خلیفہ نے جلیل القدر صحابی ابوذر کو شہر بدر کر دیا اور وہ صحراء ربذہ میں بیکسی کی موت مرے، عمارؓ بن یاسر کو زدوکوب کیا جو کہ اسلام کے اولین دو شہیدوں کے بیٹے تھے۔

ایک اور صحابی عبداللہ بن مسعود کو کوڑے لگوائے لہٰذا لوگ عثمان کے حاکموں پر بر افروختہ ہو گئے۔

چنانچہ اصحاب رسول ﷺ نے تمام اسلامی شہروں میں درج ذیل مضمون کے خط ارسال کیے۔

"اے مسلمانو! ہمارے پاس چلے آؤ اور خلافت رسول ﷺ کی تلافی کرو، کتاب خدا کو بدل ڈالا گیا اور سنت رسولؐ میں تغیر کر دیا گیا ہے پس اگر تم خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہوئے تو ہمارے پاس چلے آؤ اور حق کو اس کی جگہ پر قرار دو کہ جس پر تم کو تمہارے نبیؐ نے چھوڑا تھا۔

انقلابی مسلمان حکومتِ اسلامیہ کے گوشہ و کنار سے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

مالک اشتر انقلابیوں کے نمائندہ تھے وہ عثمان کے پاس پہنچے اور کہا کہ اپنے وعدہ کو پورا کیجئے اور امور کی اصلاح کیجئے۔

انقلابیوں کا مطالبہ یہ تھا کہ عثمان کو خلافت سے معزول کیا جائے۔ خلیفہ نے اسے قبول

نہیں کیا۔

حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ پھر اصلاحی امور کی کوشش کی مگر رائیگاں گئی۔ مسلمان عثمان کے رویہ اور ان کے حکام کے ظلم سے نالاں تھے۔ عثمان اپنی بات پر اڑ گئے۔

انقلابیوں نے عثمان کے محل کا محاصرہ کرلیا' جبکہ محل کے اردگرد سخت پہرہ لگادیا تھا۔

مگر انقلابی دیوار پھاند کر خلیفہ کے کمرہ میں در آئے اور انہیں وہیں قتل کر دیا' مروان اور دیگر منافقین بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔

طلحہ و زبیر کو خلافت کی طمع تھی لہٰذا انہوں نے انقلابیوں کی خوب مدد کی، لیکن لوگ صرف ایک ہی آدمی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور وہ تھے حضرت علیؑ۔ سارے لوگ حضرت علیؑ کے گھر کے سامنے جمع ہو گئے اور خلافت قبول کرنے پر اصرار کرنے لگے۔ لیکن حضرت علیؑ نے انکار کردیا۔ صحابہ میں مالک اشتر وغیرہ نے مزید اصرار کیا اور مالک اشتر نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہوکر جوشیلی تقریر کی۔

اے لوگو!

''یہ اوصیاء کے وصی ہیں''

''یہ انبیاء کے علم کے وارث ہیں''

''ان کے ایمان کی گواہی کتاب خدا دے رہی ہے''

''اس کے رسولؐ نے جنتِ رضوان کی خبر دی ہے''

''ان میں سارے فضائل جمع ہیں''

''ان کے علم اور سابق الاسلام ہونے میں اولین و آخرین میں سے کسی نے شک نہیں کیا ہے۔''

مالک اشتر نے بیعت کی اور ان کے اتباع میں پھر تمام مسلمانوں نے بیعت کی۔

اور جب حضرت علیؑ خلیفہ بن گئے، نئے دور کا آغاز ہوا، لہٰذا سارے ظالم حاکموں کی معزولی کا حکم صادر کیا اور ان کی جگہ پر متقی اور خیر اندیش لوگوں کو معین کیا۔

جنگِ جمل

بعض لوگوں کو حکومت و خلافت کی طمع تھی اور یہ، طلحہ و زبیر، تھے انہوں نے مکہ جا کر عائشہ بنت ابی بکر کو بھڑکایا۔

مروان نے مسلمانوں کا چرایا ہوا مال اس سلسلہ میں خرچ کیا اور ایک بڑا لشکر تیار کیا اور خون عثمان کے انتقام کا نعرہ بلند کر دیا۔

یہ لشکر شہر بصرہ کی طرف چلا۔ وہاں کے حاکم کی داڑھی نوچ کر باہر نکال دیا، بیت المال پر قابض ہو گیا۔

حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کو عزم محکم کے ساتھ اس سرکشی کا مقابلہ کرنا ہی تھا لہٰذا اپنے لشکر کے ساتھ بصرہ کی سمت روانہ ہوئے۔

آپؑ نے اپنے بیٹے امام حسنؑ اور جلیل القدر صحابی عمارؓ بن یاسر کو کوفہ روانہ کیا تا کہ وہاں کے لوگوں کو جہاد کی دعوت دیں۔

اس زمانے میں والی کوفہ ابو موسیٰ اشعری تھا۔ اس نے لوگوں کو جہاد سے پہلو تہی اور حضرت علیؑ کی نافرمانی پر اکسانا شروع کر دیا۔

کئی روز گزر گئے اور امام حسنؑ و عمارؓ بن یاسر واپس نہ آئے تو حضرت علیؑ نے مالک اشتر کو روانہ کیا۔ مالک اشتر دلیر آدمی تھے اور مستقل مزاجی میں مشہور تھے وہ جانتے تھے کہ کوفہ کے مسلمان اپنے دشمن کے خلاف حضرت علیؑ کی مدد کریں گے۔ صرف ابو موسیٰ اشعری

رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

مالک اشتر کوفہ پہنچے اور لوگوں کو اپنے اتباع کی دعوت دی، ایک جم غفیر ان کے پاس جمع ہو گیا، مالک اشتر ان لوگوں کے ساتھ دارالامارہ پہنچے۔ وہاں سے دربانوں کو بھگا دیا۔

ابو موسیٰ اشعری اس وقت مسجد میں لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ تم لوگ اپنے گھر سے باہر نہ نکلو، حضرت علیؑ کا حکم تسلیم نہ کرو۔ دربان نے ابو موسیٰ اشعری سے بتایا کہ قصر پر مالک اشتر کا قبضہ ہو گیا ہے۔

ابو موسیٰ اشعری نے کوفہ چھوڑنے کے لیے ایک روز کی مہلت مانگی جو دے دی گئی۔

اسی روز مالک اشتر مسجد میں آئے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور انہیں حضرتؑ کی نصرت کی ترغیب دلائی۔

ان ہی میں سے ایک لشکر تیار کیا جس میں اٹھارہ ۱۸ ہزار سپاہی تھے۔

ان میں سے نو (۹) ہزار امام حسنؑ کی قیادت میں خشکی کے راستہ پر روانہ ہوئے تاکہ عراق کے جنوب میں "ذی قار" کے مقام پر حضرت علیؑ کے لشکر سے ملحق ہو جائیں۔ باقی دریا کے راستہ سے روانہ ہوئے۔

حضرت علیؑ کی قیادت میں لشکر بصرہ کی طرف روانہ ہوا اور عائشہ، طلحہ و زبیر اور مروان کے لشکر کے قریب پہنچ گیا۔

مالک اشتر میمنہ اور عمارؓ بن یاسر میسرہ کے سپہ سالار تھے۔ قلب لشکر میں خود حضرت علیؑ تھے۔ آپؑ کے پہلو ہی میں آپؑ کے فرزند محمد ابن حنفیہ علم لیے کھڑے تھے۔

بی بی عائشہ کے لشکر نے علیؑ کے لشکر پر زیادتی کی اور اس پر تیر برسانا شروع کر دیئے۔ جس سے کچھ زخمی اور متعدد قتل ہو گئے۔

حضرت علیؑ کے لشکر نے بھی ایسا ہی جواب دینا چاہا لیکن آپؑ نے منع کیا اور فرمایا:

''تم میں سے کس کے پاس قرآن ہے کہ جوان کے پاس جائے اور ان سے کہے کہ اس کو حاکم بنالو؟ جو جائے گا وہ اسے یقیناً قتل کردیں گے۔''

ایک جوان آگے بڑھا اور عرض کی:

''میرے پاس قرآن ہے، یا امیرالمومنین!''

اے مسلم! قرآن بلند کر کے لشکر جمل کی طرف بڑھو!

بی بی عائشہ چلائی: ''اس پر تیروں کی بارش کردو، ان پر تیر برسائے دیئے گئے اور وہ شہید ہو کر زمین پر گر پڑے۔''

اس وقت حضرت علیؑ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اور اللہ سے دعا کی کہ حق اور حق والوں کو کامیابی عطا کر ......اور فرمایا:

''اے اللہ! آنکھیں تجھ ہی پر لگی ہوئی ہیں' تیرے ہی سامنے ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں' اے ہمارے رب! تو ہی ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کر کہ تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

اس کے بعد امام نے حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اشتر نے بڑھ کر دلیرانہ جنگ شروع کردی۔ جمل کے چاروں طرف شدید جنگ ہو رہی تھی۔

حضرت علیؑ نے حکم دیا کہ اونٹ کے پیر کاٹ دو، پھر خونریزی بند ہو جائے گی اور قتل کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

مالک ایک بڑا لشکر لے کر اونٹ کی طرف بڑھے۔

مالک شجاعت و دلیری سے جنگ میں مشغول تھے یعنی زخمیوں کو قتل نہیں کر رہے تھے

جنگ سے فرار کرنے والوں کا تعاقب نہیں کر رہے تھے۔

مالک اخلاقِ علیؑ کے پیرو تھے' وہ وصی رسولؐ سے محبت رکھتے تھے۔ حضرت علیؑ بھی مالک سے محبت رکھتے تھے' کیونکہ وہ پرہیز گار تھے اور پرہیزگاروں کو دوست رکھتے تھے۔

فتح یابی

شدید جنگ کے بعد حضرت علیؑ کا لشکر اونٹ کو پے کرنے میں کامیاب ہو گیا، جس سے مدمقابل لشکر کی معنوی حیثیت خاک میں مل گئی اور جنگ کرنے والے میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔

حضرت علیؑ نے جنگ بند کرنے کا حکم صادر کیا اور فرمایا: ''عائشہ کا پورا احترام کیا جائے اور عزت واحترام کے ساتھ انہیں مدینہ روانہ کیا جائے۔''

حضرت علی علیہ السلام نے اسیروں کو آزاد کر دیا، زخمیوں کے علاج کا حکم دیا اور سب کو معاف کر دیا۔

مالک اشتر اور عمارؓ بن یاسر عائشہ کے پاس پہنچے تو عائشہ نے کہا:

''مالک! تم میرے بھانجے کو قتل کرنا چاہتے تھے۔''

مالک نے جواب دیا:

''ہاں! اگر میں بوڑھا نہ ہوتا اور تین دن کے روزہ سے نہ ہوتا تو میں امتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے نجات دلا دیتا۔''

کوفہ میں

حضرت علیؑ نے چند روز بصرہ میں قیام کیا اور پھر اپنے لشکر کے ہمراہ کوفہ کی سمت روانہ

ہو گئے۔ معرکوں میں اشتر کی مثال شیر کی سی تھی، بے نظیر شجاعت کے ساتھ جنگ کرتے تھے اسی لیے دشمن ان سے تھراتے تھے۔ لیکن عام حالات میں ایک غریب کی زندگی گزارتے تھے، ایک معمولی چادر سر پر ڈالے رہتے اور اتنی انکساری کے ساتھ راستہ چلتے کہ اکثر لوگ انہیں پہچان نہیں پاتے تھے۔

ایک روز مالک چلے جا رہے تھے ایک بے وقوف کھجور کھا رہا تھا اور گٹھلیاں اِدھر اُدھر پھینک رہا تھا۔ جب مالک اس کے سامنے سے گزرے تو ایک گٹھلی اس نے آپ کی پشت پر ماری اور ہنسنے لگا۔ ایک شخص نے اس سے کہا:

"کیا کرتے ہو؟ تم اس شخص کو پہچانتے ہو کون ہے؟"

اس نے جواب دیا:

"ہرگز نہیں ......کون ہے؟"

"یہ مالک اشتر ہیں۔"

مالک اشتر چلے گئے' کیونکہ مومن اس بات کی پرواہ نہیں کرتا ہے کہ بے وقوف آدمی نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ پھر مالک کو مکہ میں محمدؐ کے ساتھ مشرکین کا سلوک یاد آ گیا کہ وہ آپؐ پر خاک اور گندی چیزیں ڈالتے تھے' مگر آپ کچھ نہ کہتے تھے۔

مالک مسجد میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا کی' اس شخص کے گناہوں کی بخشش کی' دُعا مانگی جس نے آپ کو گٹھلی ماری تھی۔ وہ شخص دوڑا ہوا مسجد میں آیا اور خود کو مالک کے پیروں میں گرا دیا۔ معذرت کرنے لگا اور کہا:

"میں اپنے فعل پر نادم ہوں میرا عذر قبول کر لیجئے۔"

مالک نے مسکرا کر جواب دیا:

"اے بھائی! میں تم پر ناراض ہوں، میں اس لیے مسجد میں آیا تھا تا کہ نماز پڑھوں اور تمہارے لیے استغفار کروں۔

جنگِ صفین

حضرت علیؓ حکومت چلانے اور شہروں کے حکومتی منصوبوں کے لیے پرہیزگار لوگوں کو منتخب کر رہے تھے۔ لہٰذا مالک اشترؓ کو شام کے علاقہ میں، موصل، سنجار، نصیبین، ہیت اور عانات کا حاکم مقرر کیا۔

معاویہ نے خلیفہ کی بات تسلیم نہ کی اور شام میں اپنی علیحدہ حکومت قائم کر لی۔

حضرت علیؓ نے بہت کوشش کی کہ معاویہ اطاعت کرے، متعدد خطوط ارسال کیے، وفود بھیجے جنہوں نے اس سے گفتگو کی لیکن یہ چیزیں بے فائدہ ثابت ہوئیں لہٰذا حضرت علیؓ نے ایک لشکر تیار کیا اور اس کی سپہ سالاری مالک اشترؓ کے سپرد کر دی۔

لشکر شام کی طرف روانہ ہوا۔ جب "قرقیسیا" نام مقام پر پہنچا تو وہاں شام کے لشکر سے مقابلہ ہوا جو کہ ابی الاعور سلمی کی سپہ سالاری میں آیا تھا۔

مالک اشترؓ نے لشکر کے سپہ سالار کو سرکشی سے باز رکھنے اور امیر المومنین کی اطاعت میں داخل کرنے کی لاکھ کوشش کی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ رات میں شام کے لشکر نے موقع غنیمت سمجھ کر، آگاہ کیے بغیر، حملہ کر دیا جبکہ یہ کام شریعت اور اخلاق کے منافی تھا کیونکہ یہ دھوکا ہے۔

حضرت علیؓ کے لشکر نے باغیوں کے حملہ کا مقابلہ کیا اور ان میں سے متعدد افراد کو قتل کر دیا اور پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔

ایک بار پھر مالک کی جرأت و شجاعت آشکار ہوئی۔ آپ نے ابی الاعور کے پاس

قاصد بھیجا اور اس کو مبارزہ کی دعوت دی۔

قاصد نے کہا:

"اے اوالاعور! مالک نے تمہیں مبارزہ کے لیے بلایا ہے۔"

معاویہ کے لشکر کا سپہ سالار بزدل تھا کہنے لگا:

"میں ان سے مبارزہ نہیں کرنا چاہتا۔"

معاویہ کی قیادت میں شام کے لشکر کے پاس بہت بڑی رسد پہنچ گئی۔

صفین کے میدان میں فرات کے آس پاس دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا۔

معاویہ کے لشکر نے ساحلی علاقوں پر قبضہ کرلیا اور نہر پر پہرہ بٹھا دیا۔

یہ فعل بھی شریعت اسلامیہ اور جنگی قواعد کے خلاف تھا۔

حضرت علیؑ نے صحابی رسولؐ صعصعہ بن صوحان کو گفتگو کے لیے معاویہ کے پاس روانہ کیا۔ صعصعہ معاویہ کے خیمہ میں داخل ہوئے اور کہا:

"اے معاویہ حضرت علیؑ نے کہلایا ہے کہ ہم کو ہماری ضرورت بھر فرات سے پانی بھر لینے دو ورنہ ہم جنگ کریں گے اور جو غالب ہوگا وہی پانی پیئے گا۔"

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد معاویہ نے کہا:

"میرا جواب تھوڑی دیر میں مل جائے گا۔"

حضرت علیؑ کا نمائندہ وہاں سے نکل آیا، معاویہ نے بعض لوگوں سے مشورہ کیا ولید نے کہا:

"انہیں اس وقت تک پانی نہ دیا جائے جب تک تسلیم نہ ہو جائیں۔"

اس بات پر مکمل طریقہ سے عمل کیا گیا۔

معاویہ نے اپنے پاس ان اشرار لوگوں کو جمع کیا تھا جو دین اور انسانیت کی حرمت کو نہیں جانتے تھے۔

مالک اشتر فرات کے ساحل پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ فوجی دستے پہنچ رہے ہیں، سمجھ گئے کہ معاویہ فرات پر سخت پہرہ لگانا چاہتا ہے۔

حضرت علیؑ کے لشکر کو پیاس ستانے لگی، مالک بھی پیاسے تھے، حبذی نے ان سے کہا:

''میرے مشکیزہ میں تھوڑا سا پانی ہے اسے پی لیجئے۔''

مالک نے انکار کردیا اور کہا:

''ہرگز۔۔۔۔ اس وقت تک پانی نہ پیوؤں گا جب تک سب سیراب نہ ہوں گے۔''

مالک حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

''اے امیرالمومنین! ہمارے لشکر کو پیاس مارے ڈال رہی ہے اور اب جنگ کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے۔''

علیؑ نے جواب دیا:

''یقیناً جس نے آگاہ کردیا وہ معذور ہے۔''

لشکر کے درمیان حضرت علیؑ نے خطبہ دیا اور انہیں مرنے اور مارنے کی ترغیب دلائی۔

''اگر مغلوب ہو کر زندگی گزارنا ہے تو جیتے جی موت ہے' اور غالب آ کر مرنا بھی جینے کے برابر ہے' بہترین حیات یہ ہے کہ انسان شہید کی موت مرے۔''

جنگِ صفین میں سب سے پہلے مالک اشتر نے حملہ کیا اور دلیری سے جنگ کی اور فرات کے کنارہ کی طرف پیش قدمی کی۔

شدید حملوں کے بعد فرات کے ساحل کو آزاد کرالیا اور معاویہ کے لشکر کو پسپا ہونے پر

مجبور کردیا۔

پانی سے معاویہ کے لشکر کو پیچھے دھکیل دیا گیا تو انہوں نے فرات پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لیے حیلہ بازی کی۔

اگلے روز حضرت علیؑ کے لشکر کے درمیان ایک تیر آ کر گرا، تیر کے ساتھ ایک خط بندھا ہوا تھا، لشکر والوں نے اہتمام کے ساتھ خط پڑھا۔

خط ہاتھوں ہاتھ تیزی سے منتقل ہوتا رہا اور یہ خبر پھیل گئی کہ شام کے لشکر میں شریک تمہارے ایک خیر خواہ بھائی کی طرف سے: معاویہ تمہاری طرف فرات کاٹنا چاہتا ہے اور غرق کر دینا چاہتا ہے، بچو!

خط کے مضمون کی لشکر نے تصدیق کی اور پیچھے ہٹ گیا۔ شامیوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور ایک بار پھر فرات پر قبضہ جمالیا۔

مگر حضرت علیؑ کے لشکر نے شدید حملہ کر کے مقبوضہ علاقہ کو آزاد کرالیا۔

معاویہ کو اس کا بہت افسوس ہوا۔ اور عمرو بن عاص سے پوچھا:

”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ علیؑ ہم پر پانی بند کر دیں گے؟“

عمرو بن عاص نے جواب دیا:

”علیؑ ایسا نہیں کریں گے جیسا تم نے کیا تھا۔“

شام کے لشکر کو بھی افسوس تھا۔ لیکن انہیں جلد ہی یہ خبر مل گئی کہ حضرت علیؑ نے پانی بند نہیں کیا ہے بلکہ ان کے لیے بھی گھاٹ چھوڑ دیئے ہیں۔

بعض شامیوں نے حضرت علیؑ اور معاویہ کے درمیان فرق کو اچھی طرح محسوس کر لیا کہ معاویہ کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہر جائز و ناجائز کام کر لیتا ہے۔ مگر حضرت علیؑ ایسے

نہیں ہیں وہ فضائل کی روشنی میں اور اخلاق انسانی کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ لہٰذا بعض سپاہی رات میں خفیہ طریقہ سے معاویہ کے لشکر کو چھوڑ کر حضرت علیؑ کے لشکر میں آ گئے'' کیونکہ علیؑ نے حق وانسانیت کا ثبوت فراہم کردیا ہے۔

معاویہ

مالک اشتر کا وجود معاویہ کی آنکھوں میں کھٹکتا رہتا تھا' کیونکہ جنگ میں ان کی شجاعت و بہادری نے حضرت علیؑ کے لشکر کے حوصلہ بلند کئے تھے اور شامیوں کے کلیجے دہلا دیئے تھے۔ معاویہ نے سوچا کہ انفرادی جنگ کے ذریعہ مالک اشتر کو راستہ سے ہٹایا جائے۔ مروان سے کہا کہ تم مالک کا قصہ پاک کردو۔ لیکن مالک سے مروان خوف زدہ رہتا تھا لہٰذا اس نے معاویہ سے معذرت چاہی اور کہا:

''اس سلسلہ میں آپ ''ابنِ عاص'' سے کیوں مدد حاصل نہیں کرتے وہ تو آپ کا دایاں بازو ہے۔''

معاویہ نے یہ کام عمرو بن عاص کے سپرد کیا تو اس نے بہ دل نخواستہ منظور کرلیا۔

ابنِ عاص مالک اشترؓ سے مبارزہ طلبی کے لیے نکلا۔

مالک ہاتھ میں نیزہ لے کر اس کی طرف بڑھے اور دفاع کا موقع دیئے بغیر اس پر کاری ضرب لگائی جس سے اس کا چہرہ زخمی ہوگیا چنانچہ اس نے میدان سے بھاگ کر جان بچائی۔

عمارؓ کی شہادت

گھمسان کی جنگ ہورہی تھی، عمار لشکر علیؑ کے میسرہ کی سپہ سالاری کررہے تھے اور بوڑھے ہونے کے باوجود بہادری کے ساتھ قتال کررہے تھے۔

جب آفتاب غروب ہو گیا تو عمارؓ نے افطار کے لیے کچھ طلب کیا' کیونکہ وہ روزہ سے تھے۔ ایک سپاہی نے انہیں دودھ سے بھرا ہوا پیالہ دیا' عمارؓ کو اس وقت رسول ﷺ کی بشارت یاد آ گئی اور کہا:

بہت سے لوگوں کو آج کی رات شہادت نصیب ہوگی۔ رسولؐ نے مجھ سے فرمایا تھا:

''اے عمارؓ! تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا اور اس دنیا سے تمہاری آخری غذا دودھ ہوگا۔''

جلیل القدر صحابی نے روزہ افطار کیا اور ایمان سے معمور دل کے ساتھ میدانِ جنگ میں پہنچ گئے اور شہادت پانے تک قتال کرتے رہے۔

حضرت علیؑ اس شہید کی لاش پر آئے اور غم زدہ ہو کر فرمایا:

اللہ عمارؓ پر رحم کرے جس دن وہ اسلام لائے اللہ عمارؓ پر رحم کرے جس دن وہ شہید ہوئے' اللہ عمارؓ پر رحم کرے اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔ اے عمارؓ! تمہیں جنت مبارک ہو۔

عمارؓ بن یاسر کے شہید ہونے سے میدان جنگ کا نقش ہی بدل گیا، ایک طرف تو حضرت علیؑ کے لشکر کی عظمت و معنویت دوبالا ہوگئی دوسری طرف معاویہ کی فوج کا سر جھک گیا۔ کیونکہ تمام مسلمانوں کو رسولؐ کی حدیث یاد تھی کہ جس میں آپؐ نے عمارؓ سے فرمایا تھا:

''اے عمارؓ! تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔''

سب نے محسوس کر لیا کہ معاویہ اور اس کا لشکر باطل پر ہے، علیؑ اور ان کا لشکر حق پر ہیں۔ لہٰذا علیؑ کے لشکر نے حملوں پر حملے شروع کر دیئے جس سے معاویہ اور اس کے لشکر کی شکست کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

نئی حیلہ بازی

حضرت علیؑ کے لشکر کو دھوکا دینے کے لیے معاویہ نیا حربہ تلاش کرنے لگا، اس نے ''عمرو بن عاص'' سے مشورہ کیا۔

عمر بن عاص نے کہا:

''ہم انہیں قرآن کے ذریعہ دھوکا دے سکتے ہیں، ان سے کہیں گے: ہمارے اور تمہارے درمیان کتابِ خدا ہے۔''

اس حیلہ سے معاویہ کی باچھیں کھل گئیں؛ لہٰذا فوراً نیزوں پر قرآن بلند کرنے کا حکم دے دیا۔

جب علیؑ کے لشکر نے قرآن دیکھے تو جنگ بند کرنے کی سوچنے لگے؛ بہت سے فوجیوں پر یہ حیلہ کارگر ہو گیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: ''یہ ایک دھوکا ہے؛ میں نے سب سے پہلے کتابِ خدا کی طرف بلایا تھا، اور میں نے سب سے پہلے قبول کیا تھا۔ بے شک انہوں نے خدا کے اس حکم کی نافرمانی کی ہے جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے اور خدا کے عہد کو توڑ ڈالا ہے۔''

لیکن افسوس، بیس ہزار سپاہیوں نے امامؑ کی نافرمانی کی اور کہنے لگے:

''جنگ بندی کا اعلان کیجئے اور مالک اشتر کو محاذ سے واپس بلائیے۔''

حضرت علیؑ نے ایک سپاہی کو مالک اشتر کے پاس بھیجا کہ جنگ بند کر دو۔

اشتر نے جنگ جاری رکھتے ہوئے کہا:

''چند لمحوں میں ہمیں آخری فتح حاصل ہو جائے گی۔''

سپاہی نے کہا: لیکن حضرت علیؑ بیس ہزار سرکشوں کے محاصرہ میں ہیں جو آپؑ کو یہ

دھمکی دے رہے ہیں کہ اگر جنگ بند نہ ہوئی تو ہم آپؐ کو قتل کر دیں گے۔

مالک واپس لوٹنے پر مجبور ہو گئے اور کہا:

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

تحکیم

مالک جانتے تھے معاویہ نے کیا چال چلی ہے، یہ ایک حیلہ ہے، لیکن امام علیؑ کے حکم سے فوراً واپس آ گئے تاکہ فتنہ کھڑا نہ ہو جائے' وہ شجاع سپہ سالار اور اطاعت شعار فوجی تھے۔

معرکہ آرائی ختم ہو گئی کتابِ خدا کو حاکم بنانے پر طرفین کا اتفاق ہو گیا۔

معاویہ نے عمرو بن عاص کو اپنا نمائندہ بنا کر باہم بات چیت کے لیے بھیجا۔

حضرت علیؑ نے بھی عقل مند ذہین اور کتابِ خدا کے عالم انسان عبداللہ کو اپنا نمائندہ منتخب کیا' لیکن سرکشوں نے ایک بار پھر اس کا انکار کر دیا اور کہنے لگا:

''ہم ابوموسیٰ کو اپنا نمائندہ منتخب کرتے ہیں۔''

حضرت علیؑ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''میں اس سے خوش نہیں ہوں، عبداللہ بن عباس اس سے بہتر ہے۔''

سرکشوں نے اس کا انکار کر دیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا:

''اشتر کو نمائندہ بنا دو!''

اس کا بھی انکار کر دیا اور ابوموسیٰ ہی کو نمائندہ بنانے پر مُصر ہے۔

حضرت علیؑ نے فتنہ کا سدباب کرتے ہوئے فرمایا:

''اب تمہاری مرضی جو چاہو کرو!''

اس طرح بات چیت کے لیے دونوں نمائندے ایک جگہ جمع ہو گئے۔

عمر بن عاص نے سوچا کہ ابو موسیٰ کو دھوکا دیا جائے لہٰذا اس سے کہا:

"اے ابو موسیٰ! فتنہ کا سبب معاویہ و علی ہیں ہم ان دونوں کو خلافت سے الگ کرتے ہیں اور کسی تیسرے آدمی کو منتخب کرتے ہیں۔"

اشعری حضرت علیؑ سے بغض رکھتا تھا اس نے ابنِ عاص کی رائے سے اتفاق کیا اور تمام لوگوں کے سامنے کہا:

"میں علیؑ کو خلافت سے اس طرح اُتارتا ہوں جس طرح اپنی انگلی سے انگوٹھی اُتارتا ہوں۔"

پھر اپنی انگوٹھی اُتاری۔

اب عمر بن عاص نے خیانت کے ساتھ کہا:

"لیکن میں معاویہ کو ایسے ہی خلافت پر برقرار رکھتا ہوں جس طرح اپنی انگوٹھی اپنے ہاتھ میں...... یہ کہہ کر اس نے انگوٹھی پہن لی۔"

نافرمانی کرنے والوں کے سر شرم سے جھک گئے۔ انہوں نے توبہ کی اور اطاعتِ امیر المومنینؑ کی طرف پلٹ آئے لیکن حضرت علیؑ سے کہنے لگے آپؑ بھی توبہ کیجئے اور جنگ کا اعلان کیجئے۔

لیکن امام انسان تھے عہدہ و میثاق کا احترام کرتے تھے کیونکہ ایک سال تک جنگ بندی پر اتفاق ہوا تھا لہٰذا......

حضرت علیؑ نے ان سے فرمایا: "اس مدت تک صبر کرو"۔ مگر یہاں بھی انہوں نے نافرمانی کی اور اطاعت سے خارج ہو گئے لہٰذا انہیں خوارج کہا جانے لگا۔

مصر

معاویہ نے سوچا کہ مصر پر قبضہ جمالیا جائے لہٰذا اس نے ایک بڑا لشکر قبضہ کرنے کے لیے بھیج دیا۔ اس وقت محمد بن ابی بکر مصر کے حاکم تھے۔

والی مصر نے بہت جلد فوجی امداد مانگی' تا کہ مصر پر معاویہ کی فوج کے حملہ سے پہلے امداد پہنچ جائے۔

حضرت علیؑ نے مالک اشتر کو روانہ کیا اور ان سے فرمایا:

خدا تم پر رحم کرے مصر جاؤ، میں تم سے کچھ نہیں کہتا ہوں، میں تمہاری رائے ہی کافی سمجھتا ہوں۔

اللہ سے مدد طلب کرو!

نرمی کی جگہ نرمی اور سختی کی جگہ پر سختی کرنا۔

اشتر مصر کی جانب روانہ ہو گئے۔

معاویہ کو اس سے بہت دکھ ہوا' کیونکہ جانتا تھا کہ مالک اشتر اگر مصر پہنچ گئے تو ان کا نفوذ ہو جائے گا۔ لہٰذا ان کے قتل کی تدبیر سوچنے لگا۔

جب معاویہ کسی آدمی کو قتل کرنا چاہتا تھا تو اسے زہر ملا ہوا شہید دے دیتا تھا۔

یہ زہر معاویہ قسطنطنیہ سے منگاتا تھا اور روم بڑے ہی اہتمام سے بھیج دیتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ معاویہ اس سے مسلمان کو قتل کرے گا۔

عمرو بن عاص نے کہا:

''میرا ایک جاننے والا مصر کے حدود میں قلزم شہر میں رہتا ہے وہ بڑا زمین دار ہے۔ یقیناً مالک اس شہر سے گزریں گے اور وہاں استراحت کے لیے ٹھہریں گے۔''

معاویہ نے کہا:

"اس سے رابطہ قائم کرواور بتادو کہ اگر تم نے اشتر کو قتل کر دیا تو ہم تاحیات تم سے ٹیکس نہیں لیں گے۔"

معاویہ کا ایلچی تیزی کے ساتھ گیا اپنے ساتھ زہر ملا شہد بھی لے گیا تا کہ اس شخص کو دیکر مہم سر کرنے کا طریقہ بھی بتائے۔

شہادت

اس زمیندار نے معاویہ کی رائے سے اتفاق کیا اور اس سے زہر ہلاہل لے لیا اور مالک اشتر کے پہنچنے کا منتظر رہا۔

چند روز کے بعد مالک قلزم شہر پہنچ گئے۔

والی مصر کے زمیندار نے اپنے گھر دعوت کی۔ مالک اشتر نے شکریہ کے ساتھ اس کی دعوت قبول کر لی۔ اس زمیندار نے زہر ملا شہد بھی دستر خوان پر رکھ دیا۔ جب مہمان نے ایک چمچ شہد کھایا تو انہیں آنتوں میں شدید درد محسوس ہوا اور سازش کو سمجھ گئے۔ اور اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

بسم اللہ...... انا للہ و انا الیہ راجعون

مومن و مطمئن اشتر نے خندہ پیشانی سے موت کا استقبال کیا' کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کا راستہ جنت و اسلام کا راستہ ہے۔

جب مالک اشتر کے شہید ہونے کی خبر معاویہ کو ملی تو وہ خوشی سے اچھل پڑا اور کہنے لگا:

"علیؑ بن ابی طالبؑ کے دو ہاتھ تھے۔ ایک صفین کے دن کٹ گیا تھا اور وہ تھے عمارؓ بن یاسر۔ اور دوسرا آج قطع ہو گیا ہے اور وہ ہیں مالک اشتر۔"

حضرت علیؑ کو مالک اشتر کی موت کا بہت غم ہوا اور غمزدہ ہو کر فرمایا:

"خدا مالک پر رحم کرے۔"

وہ میرے لیے ایسے ہی تھے جیسا میں رسولؐ کے لیے تھا۔ بے شک مالک "رضوان اللہ علیہ" علیؑ سے محبت رکھتے تھے اور آپؑ کی اطاعت کرتے تھے جیسا کہ حضرت علیؑ محمدؐ سے محبت رکھتے اور اطاعت کرتے تھے۔

اس طرح مالک اشتر نے اپنی جہاد سے معمور زندگی ختم کی تا کہ انکی درخشاں سیرت ہر جگہ کے مسلمان جوان کے لیے نمونہ بنی رہے۔

۱۰

حضرت حبیب ابن مظاہرؓ

تا حد نگاہ صحرا پھیلا ہوا تھا، آسمان تاروں سے بھر چکا تھا۔

بوڑھے نے اپنی عمر کے پچھتر (۷۵) سال اپنے خیمہ میں گزارے، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور چل دیئے۔

دور سے بھیڑیوں کی آواز سنی، لیکن بوڑھا کسی چیز سے خوف نہیں کھاتا تھا وہ نہر فرات کے نزدیک قبیلہ بنی اسد کے بڑے خیمہ تک پہنچنے کا عزم کر چکا تھا۔ قریب پہنچا تو بعض کتے بھونکے۔ بنی اسد کے کچھ لوگ ایک بڑے خیمہ میں بیٹھے ہوئے رات کے وقت باتیں کر رہے تھے۔ بوڑھے نے انہیں سلام کیا وہ آنے والے کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے، اس کے چہرہ سے سکون و وقار عیاں تھا، لیکن بنی اسد کے افراد اسے نہیں پہچانتے تھے۔

بوڑھا بیٹھ گیا...... وہ اس کے پاس آئے اور اس کے مطمئن و پروقار چہرہ پر روئی کی سی سفید داڑھی کی طرف دیکھنے لگے۔

میں حبیب ہوں

بوڑھے نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا:

''میں حبیب ابن مظاہر ہوں، بنی اسد کے ایک گھرانہ سے تعلق رکھتا ہوں۔''

ایک سن رسیدہ آدمی جو انساب سے آگاہ ہے وہ پہچان جاتا ہے کہتا ہے:

''ان کا کہنا صحیح ہے یہ رئاف بن اشتر ابن فقعس بن طریف بن قیس بن الحرث بن

ثعلبہ بن دودان بن اسد ہیں۔

ایک دوسرے آدمی نے کہا:

"ہاں یہ رسولؐ کے صحابی ہیں، حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت میں کوفہ میں ساکن ہو گئے تھے۔ حضرت علیؑ کے ساتھ جنگِ جمل وصفین اور نہروان میں بھی شریک تھے۔"

ان میں سے ایک نے پوچھا:

"اے بنی اسد کے بوڑھے! آپ کے یہاں آنے کا کیا سبب ہے؟"

حبیب نے پروقار انداز میں کہا:

"میں تمہارے پاس نیکی کے ساتھ آیا ہوں، اپنی قوم کا نقیب بن کر نہیں آیا ہوں، اہتمام کے ساتھ لوگ اس کے قریب پہنچ گئے" اور کہا:

"امیر المومنین علیؑ اور فاطمہ زہراؑ بنتِ رسولؐ کے بیٹے حسینؑ آئے ہیں ایک مومنین کی جماعت کے ساتھ تمہارے قریب ہی پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ ان کے دشمنوں نے قتل کرنے کے لیے گھیر لیا ہے۔ میں اس لیے تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ ان کی حمایت کرو اور رسولؐ کی حرمت کی نگہبانی کرو۔ قسم خدا کی، اگر تم نے ان کی نصرت کی تو خدا ضرور تمہیں دنیا و آخرت کے شرف سے نوازے گا۔"

ایک شخص، جس کا نام عبداللہ بشیر اسدی تھا، اُٹھا اور کہنے لگا:

"خدا تمہاری کوشش کو قبول کرے، اے ابو القاسم! قسم خدا کی تم ایسی کرامت کے ساتھ آئے ہو کہ جس سے محبت کا جذبہ رکھنے والے متاثر ہوئے ہیں، لیکن میں سب سے پہلے اس بات کو قبول کرتا ہوں۔"

بہت سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، خاندان کے مرد، عورتیں اور بچے بیدار ہو گئے،

سب نے ان کی تائید کی اور نواسۂ رسول ﷺ امام حسین علیہ السلام سے دفاع کیلئے لوگ جنگ کیلئے تیار ہو گئے۔

رضا کارانہ طور پر جنگ میں شریک ہونے والوں کی تعداد نوے (۹۰) تک پہنچ گئی۔ حبیب انہیں اس علاقہ کی طرف لے چلے جسے کربلا کہتے ہیں۔ جہاں امام حسینؑ آپؑ کے اہلبیتؑ وانصار محاصرہ میں ہیں۔

بنی اسد میں ایک خیانت کار آدمی بھی ہے وہ رات کے سناٹے میں چھپ کر یزید کے لشکر کے سپہ سالار عمر بن سعد کو خبر دینے کے لیے جاتا ہے۔ لشکرِ یزید نے امام حسینؑ کے قافلہ تک پہنچنے کے سارے راستے قطع کر دیئے اور پانی بھی بند کر دیا تھا۔

عمر بن سعد نے ازرق کی سرکردگی میں پانچ سو جنگجوؤں پر مشتمل ایک لشکر بھیجا۔

لشکر نے بنی اسد کا راستہ روک دیا، ازرق نے بنی اسد سے کہا کہ واپس لوٹ جاؤ' لیکن انہوں نے انکار کر دیا تو جنگ چھڑ گئی' جس میں بنی اسد سے کچھ قتل اور بعض زخمی ہو گئے۔

رضا کاروں کے لشکر نے یہ محسوس کر لیا کہ مقابلہ میں بہت بڑا لشکر ہے اور پھر اس کی پشت پناہی کیلئے بھی بہت کچھ ہے لہٰذا انہوں نے پیچھے ہٹنے کو ترجیح دی۔

جب وہ بنی اسد کے خیمے میں پہنچے تو انہوں نے قوم والوں سے کہا کہ یہاں ٹھہرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ لوگوں نے خیمے اکھاڑنا شروع کر دیئے اور صحرا کے دامن میں دوسری جگہ منتقل ہونے لگے۔ حبیب تن تنہا لوٹ آئے، جو بیتی تھی انہیں اس کا بڑا قلق تھا، امام حسینؑ کو اس کی خبر دی۔

امام حسینؑ نے فرمایا:

وما تشاؤونَ الا ان یشاء اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

کربلا میں

معاویہ مر گیا تو اس کے بعد اس کا بیٹا یزید تخت پر متمکن ہوا، خلافت بادشاہت میں بدل گئی جس کو بیٹے باپ سے میراث میں پاتے ہیں۔

یزید فاسق تھا، یعنی اسلام سے منحرف تھا، شراب پیتا تھا، حرام کام انجام دیتا تھا۔ لہو ولعب کتوں اور بندروں کے ساتھ کھیلنے میں وقت گزارتا تھا، امام حسینؑ نے اس کی بیعت کو ٹھکرا دیا۔

زیادہ تر اسلامی شہروں میں لوگ بنی امیہ کے ظلم سے عاجز تھے، وہ سوچتے تھے کہ معاویہ مر جائے گا تو اس کے ظلم وتشدد سے گلوخلاصی ہو جائے گی۔

جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ یزید خلیفہ بن گیا ہے تو انہیں بہت رنج ہوا اور ان کے غضب کا شعلہ بھڑک اٹھا اسلامی ممالک پر یزید کیسے حکومت کر سکتا ہے وہ اسلام کا پاس ولحاظ نہیں کرتا ہے، مسلمانوں سے اسے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟!؟

کوفہ کے لوگ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے محبت رکھتے تھے، کیونکہ انہوں نے آپؑ کے زمانہ میں آپؑ کا عدل ورحم دیکھا تھا، لہٰذا انہوں نے امام حسینؑ کے پاس ہزاروں خطوط روانہ کئے، پھر لوگ آپؑ کی سیرت وکردار سے واقف تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ حسینؑ اپنے مسلمان بھائیوں سے کتنی محبت وعطوفت رکھتے ہیں۔

مکہ میں امام حسینؑ کے پاس بہت سے وفود خطوط لے کر حاضر ہوتے تھے اور سب کا مضمون یہ ہوتا تھا کہ ہمارے پاس تشریف لائیے کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔

جب لوگ ظلم وتشدد کا نشانہ بنتے ہیں، بھوکوں مرتے ہیں اور اذیتیں اٹھاتے ہیں تو اس وقت وہ ایسے انسان کو تلاش کرتے ہیں جو انہیں ظلم سے نجات دلاتے، غلامی سے چھڑائے

لہٰذا سب کی آنکھیں امام حسینؑ ہی پر لگی ہوئی تھیں۔ تنہا آپؑ ہی کی ذات تھی جو انہیں ظلم و شدائد سے نجات دلا سکتی تھی۔

امام حسینؑ نے ان کی دعوت قبول کر لی اور یزید بن معاویہ کے خلاف انقلاب برپا کرنے کا عزم کر لیا اور مکہ سے کوفہ کی سمت روانہ ہو گئے۔ اپنے ساتھ اہل و عیال کو لیا اور اہلبیتؑ و انصار میں سے کچھ مرد بھی آپ کے ہمراہ چلے۔

محاصرہ

امام حسینؑ کے قافلہ کا راستہ روکنے کے لیے ابن زیاد نے ہزار جنگجوؤں پر مشتمل ایک لشکر بھیجا۔

شدید گرمی پڑ رہی تھی، لشکر والوں کا پانی ختم ہو چکا تھا، جب امام حسینؑ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ انہیں پانی پلاؤ، چنانچہ انہیں اور ان کے گھوڑوں کو پانی پلایا گیا۔

وہ نہر فرات اور قافلہ امام حسینؑ کے پاس پہنچ گئے تھے لہٰذا انہوں نے وہیں خیام نصب کر لیے۔ دوسرے فوجی دستے بھی پہنچتے رہے یہاں تک کہ یزید کے لشکر میں چار ہزار سے زائد جنگجو شامل ہوئے، تو لشکر نے فرات کے ساحل پر قبضہ کر لیا، امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کا محاصرہ کر لیا اور ان پر پانی بند کر دیا۔

عمر بن سعد نے قرۃ بن قیس کو بھیجا اور اس سے کہا:

"حسینؑ سے پوچھو کہ کوفہ کیوں آئے ہیں؟"

جب قرۃ بن قیس آیا تو امام حسینؑ نے حبیب ابن مظاہر سے دریافت کیا!

"کیا تم اسے پہچانتے ہو؟"

حبیب نے عرض کی:

"جی ہاں...... یہ قرہ بن قیس ہے۔ میں اسے پہچانتا ہوں۔ یہ سوچا سمجھا آدمی ہے، میرے خیال میں یہ آپؐ سے قتال نہیں کرے گا۔"

قرہ آیا...... امام حسینؑ کو سلام کیا اور عمر بن سعد کا پیغام پہنچایا، امام حسینؑ نے فرمایا:

"کوفہ والوں نے مجھے خط لکھ کر اپنے یہاں بلایا ہے۔ اگر انہیں میرا آنا ناگوار ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔"

قرۃ بن قیس خاموش ہو گیا...... حبیب نے کہا:

"افسوس ہے قرہ...... تمہارے اوپر، کیسے تم ظالموں کے پاس لوٹ کر جارہے ہو، امام حسینؑ کی نصرت کرو۔"

قرۃ نے کہا:

"ابھی تو میں عمر سعد کے پاس جواب لے کر جاؤں گا اس کے بعد غور کروں گا۔"

نویں محرم

۶۱ھ ماہ محرم کی نویں تاریخ آئی تو رات کے وقت عمر بن سعد نے حملہ کرنے کا حکم دے دیا، اس کا لشکر امام حسینؑ کے خیموں کی طرف بڑھا۔

زینب بنتِ علیؑ نے دشمن کے آنے کی آواز سنی تو اپنے بھائی حسینؑ سے کہا: "دشمن قریب آگئے ہیں۔"

امام حسینؑ نے اپنے بھائی عباسؑ کو حکم دیا کہ ان سے آنے کا سبب پوچھو!

حضرت عباسؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے، آپؐ کے ہمراہ بیس سوار اور تھے حبیب بن مظاہر بھی ساتھ تھے۔ عباسؑ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا مقصد ہے؟

انہوں نے کہا:

"یا تو آپ لوگ بغیر کسی قید و شرط کے ابن زیاد کی فرمانبرداری قبول کرلیں، یا جنگ کیلئے تیار ہو جائیں۔"

صورت حال سے آگاہ کرنے کے لیے حضرت عباسؑ حضرت امام حسینؑ کی طرف لوٹ گئے۔

حبیب وہیں قائم رہے، اور انہیں نصیحت کرنے لگے۔

خدا کی قسم کل خدا کے سامنے تم سب سے بدترین لوگ قرار پاؤ گے، وہ لوگ جنہوں نے اپنے خلاف اعمال بھیجے ہیں اور رسول کی ذریت، ان کے اہلبیتؑ اور اس شہر "کوفہ" کے راتوں کو نماز پڑھنے والوں کو قتل کیا۔

عزرہ نے کہا:

"اے حبیب! تم اپنے نفس کا تزکیہ کرو۔"

زہیر نے اس کا جواب دیا:

"اسے تو خدا نے پاک کردیا ہے، اور اسے ہدایت بھی کردی ہے، اے عزرہ! تم خدا سے ڈرو! بے شک تمہارے لیے میری یہ نصیحت ہے۔"

عزرہ نے کہا:

"اے زہیر! ہم تو تمہیں اہل بیتؑ کا شیعہ نہیں سمجھتے تھے۔"

زہیر نے کہا: "میں حج سے واپس لوٹ رہا تھا، راستہ میں ان کا اور میرا ساتھ ہو گیا تو مجھے اللہ کے رسولؐ یاد آگئے تو میں نے یہی بہتر سمجھا کہ ان کی نصرت کروں اور خود کو ان پر قربان کردوں۔"

نماز کیلئے

جب حضرت عباسؑ نے اپنے بھائی کو ماجرہ سنا دیا تو امام حسینؑ نے فرمایا:

"ان کے پاس جاؤ...... آج رات سے کل تک کیلئے مہلت طلب کرو تا کہ ہم رات میں اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور اس سے دعا و استغفار کریں، خدا جانتا ہے کہ مجھے نماز، تلاوتِ قرآن اور دعا و استغفار سے کتنی محبت ہے۔"

حضرت عباسؑ ان کے پاس سے لوٹ آئے اور آنے والی کل تک کیلئے مہلت طلب کی۔

ابنِ سعد نے کچھ سوچا اور خیال کیا...... ہو سکتا ہے کہ امام حسینؑ اپنے فیصلہ کو بدل دیں اور تسلیم ہو جائیں، لہٰذا اس نے مہلت دے دی اور کہا:

"ہم نے تمہیں کل تک کی مہلت دے دی ہے اگر تم تسلیم ہو گئے تو ہم تمہیں امیر ابن زیاد کے پاس لے چلیں گے، اور اگر انکار کیا تو ہمیں تمہیں چھوڑیں گے نہیں۔"

جنگ کی تیاری

امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب نماز، دعا اور تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو گئے ہو سکتا ہے اس دنیا میں ان کی آخری رات ہو۔

خیمے ایک دوسرے سے فاصلہ پر لگے ہوئے تھے، امام حسینؑ نے انہیں اتنے قریب قریب لگانے کا حکم دیا کہ جس سے ان کی میخیں ایک دوسرے سے الجھ جائیں اور حملہ کے وقت دشمن آسانی سے نہ اکھاڑ سکیں، اسی طرح خیام کی پشت پر خندق کھودنے کا حکم دیا تا کہ ایک محاذ سے جنگ کی جا سکے۔

امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور ان سے فرمایا:

"میں خدا کی ثناء کرتا ہوں بہترین ثناء اور خوشحال وتنگ حالی میں اس کی حمد کرتا ہوں، پالنے والے میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے نبوت کے ذریعہ ہمیں بزرگی عطا کی قرآن کی تعلیم دی، دین سمجھایا، ہمیں کان، آنکھیں اور دل عطا کیا اور ہمیں مشرکین میں قرار نہیں دیا۔"

"امابعد! میں نہیں جانتا کہ میرے اصحاب سے بہتر اور میرے اہل بیتؑ سے زیادہ نیک کسی کو اصحاب واہل بیتؑ ملے ہوں۔ میرے طرف سے خداوند عالم تمہیں جزاءِ خیر عطا کرے، میں سمجھتا ہوں کہ دشمنوں کی طرف سے کل جنگ کا آغاز ہوگا اور یہ آخری دن ہے میں تم سب کو چلے جانے کی اجازت دیتا ہوں، تم سے اپنی بیعت اٹھالیتا ہوں، تم میں سے ہر ایک آدمی میرے اہلبیتؑ سے ایک ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر نکل جائے۔"

سب نے جانے سے انکار کردیا، ذلت کی زندگی جینے کی کوئی قیمت نہیں ہے اور کہا: ہم اپنی جان ومال، اہل آپؑ پر فدا کردیں گے اور آپؑ کے شانہ بشانہ جنگ کریں گے۔

اسیر

اسی اثناء میں ایک جوان آیا جو کہ اپنے باپ محمد بن بشیر حضرمی کو تلاش کررہا تھا۔

جوان نے اپنے باپ سے کہا "میرا بھائی تہران کے قریب گرفتار کرلیا گیا ہے"

باپ نے کہا "مجھے یہ پسند نہیں کہ وہ اسیر ہو اور میں اس کے بعد زندہ ہوں"

امام حسینؑ نے فرمایا "میں نے تم سے اپنی بیعت اٹھالی ہے، لہٰذا تم اپنے بیٹے کو اسیری سے رہا کرانے کیلئے کوشش کرو"

محمد بن بشیر نے یہ کہتے ہوئے انکار کردیا "اگر میں آپؑ کو چھوڑوں تو درندے مجھے زندہ ہی کھاجائیں"

امام حسینؑ نے انہیں پانچ کپڑے عطا کیئے جن کی قیمت ایک ہزار دینار تھی، پھر فرمایا:

"اپنے بیٹے کو دے دو تا کہ وہ اپنے بھائی کی رہائی کیلئے کوشش کرے۔"

امام حسینؑ کے اصحاب ظالموں کے ساتھ ذلت کی زندگی جینے پر موت کو ترجیح دیتے تھے۔

خیمہ زینب علیہا السلام

نصف شب میں امام حسینؑ قریب کے ٹیلوں کا معائنہ کرنے کے لیے نکلے تو آپؑ کو آپؑ کے اصحاب میں سے نافع بن ہلال جملی نے دیکھ لیا اور آپؑ کے پیچھے چل دیے، امام حسینؑ نے ان سے نکلنے کا سبب دریافت کیا تو اُس نے کہا:

"فرزندِ رسولؐ! ڈرتا ہوں کہ کوئی آپؑ پر حملہ نہ کردے۔"

امام حسینؑ نے فرمایا:

"میں نشیب وفراز جگہوں کے معائنہ کیلئے نکلا ہوں جہاں سے گھڑسواروں کے حملوں کا خوف ہے۔"

امام حسینؑ ہلال کا ہاتھ تھامے ہوئے لوٹ رہے تھے، اثناء راہ میں امام حسینؑ نے ہلالؓ سے فرمایا:

"کیا رات کے اندھیرے میں دو پہاڑوں کے درمیان سے فرار کر کے اپنی جان بچاؤ گے، یہ سن کر ہلال رونے لگے اور عرض کی: "آپؑ کو کیسے تنہا چھوڑ دوں؟ خدا کی قسم ایسا ہر گز نہیں ہوگا" یہاں تک کہ آپؑ کے ساتھ جامِ شہادت نوش کروں۔"

جب امام حسینؑ کے قریب پہنچے، خیمہ زینبؑ میں داخل ہوئے، ہلالؓ باہر ہی انتظار کرنے لگے۔

ہلال نے سنا کہ بی بی زینبؑ اپنے بھائی سے کہہ رہی ہیں" کیا آپؑ نے اپنے اصحاب کا امتحان لے لیا ہے، ان کی نیتوں کو پرکھ لیا ہے، ڈرتی ہوں! کہیں جنگ کے وقت

وہ آپؑ کو تنہا چھوڑ کر نہ چلے جائیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا:

"خدا کی قسم میں نے انہیں آزما لیا ہے وہ سب دلاور ہیں وہ مجھ سے پہلے جام شہادت کی طرف ایسے ہی ہمک رہے ہیں جیسے شیر خوار بچہ ماں کے پستان کیلئے ہمکتا ہے"، جب نافع نے بی بی زینبؑ کا کلام سنا تو روتے ہوئے حبیب بن مظاہر کے خیمہ میں پہنچے اور ان سے روداد سنائی اور کہا "بہتر یہ ہے کہ ہم ان کے خیمہ کے پاس جا کر انہیں یقین دلا دیں ایسا نہ ہو کہ عورتیں بیدار ہو جائیں اور وہ بھی ان کے ساتھ رنج و محن میں شریک ہو جائیں۔

حبیب اُٹھے خیمہ چھوڑ دیا اور ندا دی "اے حمیت و غیرت والو!

لوگ اپنے خیمہ سے نکل پڑے، حبیب کے پاس جمع ہو گئے، حبیب نے ان سے کہا "ہمارے ساتھ خیمہ زینبؑ کے پاس چلو تا کہ ہم بی بی زینبؑ اور دوسری عورتوں کو اطمینان دلا دیں۔

لوگ اپنا اسلحہ اٹھا کر خیمہ زینبؑ کی طرف چلے، قریب پہنچ کر سب حبیب کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہا "اے رسولؐ زادیو! یہ تمہارے جوانوں کی چمکتی ہوئی تلواریں ہیں، سب نے قسم کھائی ہے کہ جو بھی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا ان سے ان کی گردن اڑا دیں گے۔ یہ تمہارے غلاموں کے نیزے ہیں۔ انہیں تمہارے دشمنوں کے سینوں میں اتارنے کی قسم کھائی ہے۔

یہ کلمات سن کر بی بی زینبؑ اور ان کے ساتھ دوسری عورتیں رونے لگیں اور سب نے بیک زبان کہا "اے پاک بازو! رسولؐ کی بیٹیوں اور امیر المومنینؑ کے خاندان کی عورتوں کی حفاظت کرو۔

حبیب رونے لگے ان کے ساتھ دوسرے اصحاب پر بھی گریہ طاری ہو گیا اور سب نے قسم کھائی کہ مرتے دم تک مقاومت و دفاع کریں گے۔

خواب

سب اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے، بعض سونے لگے تا کہ کل کے معرکہ میں فرحت کے ساتھ جائیں، بعض تلاوتِ قران اور نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔

امام حسینؑ اپنے خیمہ میں تلوار کو صیقل کر رہے تھے کہ آپؑ کو تھکن محسوس ہوئی تو آنکھیں موند لیں۔ نیند آ گئی، سحر کا وقت تھا، حسینؑ نے خواب میں دیکھا کہ کتوں نے آپؑ پر حملہ کر دیا ہے اور آپؑ کو کاٹنے لگے ہیں ان کے درمیان ایک چتکبرہ کتا ہے جو آپؑ کی گردن پر حملہ کرنا چاہتا ہے اور گوشت نوچنا چاہتا ہے، حسینؑ نیند سے بیدار ہوئے اور فرمایا:

انا للہ و انا الیہ راجعون

عاشو

دسویں محرم کی صبح طلوع ہو چکی تھی، امام حسینؑ نے اور آپؑ کی اقتداء میں اصحاب نے صبح کی نماز ادا کی، پھر وہ جنگ کیلئے تیار ہوئے، آپؑ نے لشکر کو چھوٹے چھوٹے تین حصوں میں تقسیم کیا، میمنہ، اس کے سپہ سالار زہیر بن قین تھے، میسرہ، اسکے سپہ سالار حبیب بن مظاہر تھے، قلب لشکر، اس کے سپہ سالار آپؑ کے بھائی حضرت عباسؑ تھے۔

امام حسینؑ ناقہ پر سوار ہوئے اور لشکر یزید کے پاس پہنچے، انہیں نصیحتیں کیں اور اس جرم کا ارتکاب کرنے سے منع کیا سمجھایا، لیکن بے فائدہ، انہیں شیطان نے گمراہ کر دیا تھا۔ وہ یادِ خدا کو بھول چکے تھے۔

جنگ

یزید کے لشکر کی طرف سے زیادتی شروع ہوگئی، انہوں نے حسینؑ کے خیمہ پر تیر برسانا شروع کردیئے۔

امام حسینؑ کے اصحاب نے کہا "اے شریفو! موت کی طرف بڑھو"

دونوں لشکر معرکہ میں الجھ گئے، دونوں میں نہ برابری تھی نہ کوئی تناسب تھا۔ ستر جانباز تیس ہزار کے لشکر کے مقابلہ میں تھے۔

جنگ کا پہلا مرحلہ ختم ہوگیا اور امام حسینؑ کے آدمی اپنے ٹھکانے پر واپس آگئے۔

یزید کے لشکر نے وحشیانہ حملہ کردیا، امام حسینؑ کے لشکر نے ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور فرزندِ رسولؐ سے دفاع کرتے ہوئے اصحاب شہید ہونے لگے۔

مسلم کی جنگ

عمر بن حجاج نے نہر فرات کی سمت سے بڑا حملہ کیا، اصحاب امام حسینؑ نے اسکا جواب دیا اور دلیرانہ جنگ کی۔

امام حسینؑ کے اصحاب میں سے مسلم بن عوسجہ لشکر یزید کے دسیوں فوجیوں سے تنہا جنگ کرتے رہے لیکن کہاں تک لڑتے آخرکار زخمی ہوکر زمین پر گر پڑے۔

جب امام حسینؑ نے یہ حالت دیکھی تو دشمن پر شیر کی طرح لپکے حبیب بن مظاہر بھی آپؑ کے ساتھ تھے اور مسلم بن عوسجہ کو نجات دلائی۔

مسلم اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں گزار رہے تھے۔

امام حسینؑ نے رندھی ہوئی آواز میں فرمایا:

"اے مسلم! خدا تم پر رحم کرے"

ان میں سے بعض نے اپنا وقت پورا کر لیا اور بعض انتظار میں ہیں اور انہوں نے اپنے موقف میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔

حبیب اپنے دوست کے پاس بیٹھ گئے اور کہا "اے مسلمؓ! تمہارے زخمی ہو جانے سے مجھے بہت ملال ہے میں تمہیں جنت کی بشارت دیتا ہوں۔

مسلمؓ نے آہستہ سے کہا "تمہیں اللہ نیک بشارت دے"۔ حبیب نے کہا "اگر میں تمہارے بعد جیتا تو کہتا کہ اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے مجھے وصی بنا دو۔ مسلمؓ نے حبیب کی طرف دیکھا اور پھر امام حسینؑ کی طرف ملتفت ہوئے اور کہا "اے حبیبؓ! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اپنی جان کو امام حسینؑ پر قربان کر دینا۔ حبیبؓ نے جرأت کے ساتھ کہا "خدا کی قسم ایسا ہی کروں گا"۔

مسرت

آج حبیب یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ان کا دل مسرت سے بھر گیا ہے، چہرہ پر مسکراہٹ ہے، ایک صحابی کو تعجب ہوتا ہے اور ان سے کہتا ہے "کیا یہ خوش ہونے کا وقت ہے؟"

حبیب نے کہا "کیونکہ خوش نہ ہوں جبکہ جانتا ہوں کہ عنقریب شہید ہو جاؤں گا اور اس کے بعد جنت میں پہنچ جاؤں گا"۔

آخری نماز

صبح سے ظہر تک جنگ ہوتی رہی۔ امام حسینؑ کے اصحاب میں سے ایک نے سورج کی طرف دیکھا، معلوم ہوا کہ زوال ہو چکا ہے، نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: جنگ روک دو تا کہ نماز ادا کی جائے۔

حصین بن نمیر چلایا "اے حسینؑ! تمہاری نماز قبول نہیں ہوگی"

حبیب بن مظاہر نے غضبناک ہو کر کہا "گدھے تم یہ سمجھتے ہو کہ آلِ رسولؐ کی نماز قبول نہیں ہوگی اور تمہاری نماز قبول ہو جائے گی"

خاتمہ

حصین کو غصہ آ گیا، اس نے اپنے گھوڑے کو کوڑا مارا اور حبیب پر حملہ کر دیا، حبیب نے اس کا مقابلہ کیا اور اس کے گھوڑے کے منہ پر ضرب لگائی، حصین بن نمیر زمین پر گر پڑا۔

حصین کو بچانے کے لیے دسیوں فوجی آ گئے تو حبیب ان سے الجھ گئے اور دلیرانہ قتال کیا۔ ضعیف العمر ہونے کے باوجود حبیب نے ان میں سے چھ کو قتل کر ڈالا۔ جنگ کی گھما گھمی میں ایک دھوکہ باز نے حبیب بن مظاہر کو تاک کر نیزہ مارا اور وہ ریت پر شہید ہو کر گر پڑے۔ اس طرح اس جلیل القدر صحابی کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا کہ جس نے اسلام کے دفاع میں پوری زندگی صرف کی۔

حصین بن نمیر نے حبیب کے قتل ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ ان کا سر قلم کر کے اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا اور اپنی اس پست حرکت پر مباہات کرتے ہوئے لشکر کے درمیان میں ٹہلنے لگا۔

امام حسینؑ نے اپنے صحابی کو بچانے کی کوشش کی، لیکن جب آپؑ پہنچے تو کام تمام ہو چکا تھا، غم سے آپؑ کے آنسو نکل پڑے۔

میرے نفس اور میرے صحابی کی حمایت کا اجر خدا کے ہاتھ......

انا للہ وانا الیہ راجعون

غم زدہ امام حسینؑ اپنی جگہ واپس تشریف لے آئے' کیونکہ آپؑ اپنے قریب ترین اور مخلص وباوفا صحابی سے محروم ہو چکے تھے۔

مومنوں کے قلب

آج جب انسان دنیا بھر کے آزاد سردار کی زیارت کے لیے کربلا جاتا ہے تو دور سے سونے کا ایک بلند گنبد اور لمبے لمبے مینار دیکھتا ہے۔ پھر عطر و بہار کی خوشبو سے معمور حرم مطہر میں داخل ہوتا ہے تو امام حسینؑ کی ضریح کے پاس ایک ضریح دیکھتا ہے یہ بنی اسد کے سردار اور وفاداروں کے شیر حبیب بن مظاہر کی ضریح ہے۔

یقیناً جو امام حسینؑ کی زیارت کرتا ہے وہ ان کے حواری کو بھی اس طرح سلام کرتا ہے۔

سلام علیٰ حبیب بن مظاهر اسدی

۱۱

حضرت میثم تمارؓ

کوفہ کی مسجد میں حضرت علیؑ کو شہادت پائے ہوئے بیس سال ہو چکے۔ تھے، اب کوفہ ۶۰ھ کے آخری دن گزار رہا تھا۔

صبح کا وقت تھا، میثمؓ حسب عادت کھجور کے درخت کے پاس آئے اس کے چاروں طرف پانی کا چھڑکاؤ کیا، زمین سے خوشبو پھوٹ نکلی، دو رکعت نماز بجالائے اور پھر کھجور سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔

وہ بیس سال سے زیادہ زمانہ سے اس کھجور کی دیکھ بھال کرتے چلے آرہے ہیں، یہ کھجور پہلے سوکھی اور برگ و بار سے خالی نہیں تھی، بیس سال قبل پھل اور پتوں والی اور سایہ دار تھی۔

سالہائے سال سے میثمؓ اسے دیکھتے چلے آرہے تھے اور ہر دفعہ اسکے پاس دو رکعت نماز پڑھتے اور کھجور کو مخاطب کر کے کہتے "خدا نے تجھے میرے لیے اور مجھے تیرے لیے پیدا کیا ہے۔

میثمؓ اس کھجور سے بہت مانوس تھے جب وہ ہری بھری تھی اس وقت بھی اسے پانی دیتے تھے پھر وہ دن بھی آیا کہ وہ سوکھ کر خشک لکڑی بن گئی پھر اس کے اوپر کا حصہ کاٹ دیا گیا ،اب اس ہرے بھرے درخت کا تنہ باقی بچا ہے۔

لیکن جب بھی فرصت ملتی ہے میثمؓ اسے ضرور دیکھنے آتے ہیں۔

یہ میثمؓ کون ہے؟ اور اس کھجور سے ان کے ربط کا کیا قصہ ہے؟

ولادت

میثمؓ تمار شہر کوفہ کے نزدیک نہروان میں پیدا ہوئے، اصل میں یہ ایرانی ہیں؛ بچپنے میں قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت کے غلام تھے۔

حضرت علیؑ نے انہیں خرید کر آزاد کیا یعنی انہیں ان کی حریت لوٹا دی۔ حضرت علیؑ عنفوانِ شباب ہی سے کنویں اور نہریں کھودتے اور باغوں کی سینچائی کرتے تھے۔ جب خاصا پیسہ جمع ہو جاتا تو اس سے غلام یا کنیز خرید کر آزاد کر دیتے تھے۔ جس سے انہیں ان کی حریت واپس مل جاتی تھی۔

جب میثمؓ آزاد ہو گئے تو انہوں نے کوفہ کے بازار میں کھجوریں بیچنا شروع کر دیں۔ میثمؓ بہت ہی سادہ زندگی گزارتے تھے، ان کے دل میں بس اسلام اور علیؑ کی محبت ہی تھی۔

حضرت علیؑ نے یہی سمجھایا تھا کہ اسلام ہی حریت کا راستہ ہے، اگر انسان عزت و سربلندی کی زندگی گزارنا اور سعادت کے ساتھ دنیا سے اٹھنا چاہتا ہے تو اسے خدا اور روزِ آخرت پر ایمان لانا چاہیے اور خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرنا چاہیے۔

میثمؓ کی زندگی ایسے ہی گزرتی رہی، کوفہ کے بازار میں کھجوریں بیچتے ہوئے، دنیاوی زندگی کی رنگینیاں پسند نہیں ہیں۔

حضرت علیؑ حضرت میثمؓ تمار کو ان کی صفائے روح اور طہارتِ نفس کی بنا پر دوست رکھتے ہیں لہٰذا کبھی بازار میں ان کی دوکان پر تشریف لے جاتے ہیں، گفتگو کرتے ہیں اور انہیں تعلیم دیتے ہیں، میثمؓ علیؑ کی باتوں کو کان لگا کر سنتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ علیؑ علم نبیؐ کا باب ہیں، رسولؐ کا ارشاد ہے: "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں"

اصلی نام

اگر حضرت علیؑ سے میثمؓ کی ملاقات نہ ہوتی تو وہ قبیلہ اسد کی عورت ہی کے غلام رہتے ان کا نام سالم تھا۔ جب حضرت علیؑ نے میثمؓ کو عورت سے خریدا تو انکا نام پوچھا، انہوں نے کہا: ''سالم''

علیؑ نے فرمایا:

''رسولؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ عجم میں تمہارا نام میثمؓ ہے''

میثمؓ نے تعجب کے ساتھ کہا! میرے اصلی نام سے تو کوئی بھی واقف نہیں ہے، اللہ اور اس کا رسولؐ سچا ہے۔ اس دن کے بعد میثمؓ حضرت علیؑ سے جدا نہیں ہوئے۔ یقیناً شاگرد کو ایسا عظیم استاد مل گیا تھا جس نے رسولؐ کی آغوش میں تربیت پائی تھی۔

صحرا میں

جو بھی رات کے وقت صحرا میں جاتا ہے وہ آسمان کو ستاروں سے بھرا دیکھتا ہے۔ نتیجہ میں اس کا دل اللہ کی اطاعت کی طرف جھک جاتا ہے۔

حضرت علیؑ رات کے وقت صحرا میں جاتے اور اللہ کی عبادت کرتے اور اس سے دعائیں مانگتے تھے۔ بعض اوقات آپؑ کے ہمراہ اصحاب میں سے بھی کوئی ہوتا تو آپ جتنا چاہتے علوم وحی سے نوازتے تھے۔

ایک روز میثمؓ صحرا میں آپؑ کے ساتھ تھے، آپؑ ان سے گفتگو کرتے، تعلیم دیتے اور انہیں مستقبل میں پیش آنے والی چیزوں سے خبردار کر دیتے تھے، امام کو علم غیب نہیں ہوتا ہے لیکن وہ جاننا چاہتے ہیں جان لیتے ہیں، ہاں انہیں رسولؐ کی بیان کردہ ساری چیزیں یاد تھیں

جن میں آپ نے مستقبل میں رونما ہونے والی اشیاء کے بارے میں خبر دی تھی۔

میثمؒ تمام باتوں کو غور سے سنتے تھے اور جب امامؑ نماز کے لیے اٹھتے تو وہ بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھتے اور امام کی مناجات کو غور سے سنتے تھے۔ اس طرح حروف ان کے ذہن پر نقش ہو جاتے اور ان کے نفس میں کلمات جلوہ گر ہو جاتے تھے۔

میثمؒ کی دوکان

میثمؒ سے ملاقات کے لیے امامؑ بازار میں تشریف لاتے ہیں۔ ان کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، بات چیت کرتے ہیں، بعض لوگ وہاں سے گزرتے ہیں لیکن خلیفہ کو نہیں پہچانتے۔ جو لوگ امام کو پہچانتے ہیں وہ حیرت زدہ رہ جاتے ہیں کہ خلیفہ ایک کھجور بیچنے والے آدمی کے پاس بیٹھتے ہیں۔

ایک روز حضرت علیؑ بازار میں کھجور کی دوکان پر تشریف لے گئے اور میثمؒ کے پاس بیٹھ گئے، میثمؒ امامؑ سے اجازت لے کر قضائے حاجت کے لیے چلے گئے دوکان ایسے ہی چھوڑ گئے، حضرت علیؑ کھجور کی دوکان پر تشریف فرما ہیں۔ اسی اثناء میں ایک شخص آتا ہے چار درہم کی کھجوریں خریدتا ہے اور چلا جاتا ہے۔

میثمؒ آتے ہیں درہم دیکھتے ہیں حیرت میں پڑ جاتے ہیں کیونکہ درہم کھوٹے تھے، امام مسکراتے ہوئے فرماتے ہیں: "درہم والا ابھی واپس آئے گا"

واپس! میثمؒ کو اور زیادہ تعجب ہوتا ہے کہ وہ شخص کیوں واپس آئے گا جو کھوٹے درہم میں بہترین کھجور لے گیا ہے۔

تھوڑی دیر بعد درہم والا لوٹ آتا ہے۔ بے قراری کے ساتھ کہتا ہے: "مجھے یہ کھجوریں نہیں چاہئیں، اندرائن سے بھی زیادہ کڑوی ہیں کھجور کیسے کڑوی ہو گئیں؟

امامؑ نے فرمایا:

''جیسے تمہارے درہم کھوٹے ہو گئے''

حیرت سے درہم والے کا منہ کھل گیا، اپنے درہم لے کر واپس چلا گیا۔

حبر الامت

میثمؓ بہت بڑے عالم تھے، انہوں نے حضرت علیؑ سے علم حاصل کیا تھا۔ ایک روز میثمؓ نے ابنِ عباسؓ سے فرمایا:

اے ابنِ عباس تفسیر قرآن کے بارے میں تم جو چاہو مجھ سے پوچھ لو، قرآن کی تنزیل میں نے امیر المومنینؑ سے سیکھی ہے اور انہوں نے مجھے اس کی تاویل و تفسیر سکھائی ہے۔

ابن عباسؓ اپنے استاد کے سامنے شاگرد کی طرح بیٹھتے ہیں اور تفسیر و تاویل کا علم حاصل کرتے ہیں۔

اہلِ کوفہ کے بڑے لوگوں میں سے میثمؓ جب بھی عمرو بن حریث کو دیکھتے تو کہتے تھے ''عن قریب میں تمہاری ہمسائیگی میں آؤں گا، میرا خیال رکھنا''۔

عمرو کو ان باتوں سے تعجب ہوتا اور کہتے: ''کیا تم ابنِ مسعود یا ابنِ حکم کا گھر خریدنا چاہتے ہو؟ لیکن میثمؓ خاموش ہو جاتے اور عمرو بن حریث دانتوں میں انگلی دبا کے رہ جاتے۔ میثمؓ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

دن اور سال گزرتے رہے' کوفہ میں ایک کے بعد دوسرے ظالم حاکم اور گورنر آتے رہے' لوگوں کو بدترین سزائیں دیتے رہے۔

بازار

جب زیاد ابن ابیہ کوفہ کا حاکم مقرر ہوا تو اس نے امام علیؑ کے اصحاب کو یکے بعد دیگرے راستے سے ہٹانا اور انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔

وہ علیؑ اور آپ کے دوستوں کے دشمن معاویہ کا حکم نافذ کرتا ہے، ہر روز منبروں سے حضرت علیؑ پر لعنت کرنے کا حکم دیتا ہے۔

ایک روز بازار والوں نے اس حاکم کے ظلم کی شکایت کی جس کو گورنر نے مقرر کیا تھا، لیکن وہ ڈرتے تھے، لہٰذا وہ میثمؓ کے پاس آئے اور اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی شکایت کی اور کہا: "ہمارے ساتھ امیر کے پاس چلئے، اس سے بازار کے حاکم کی شکایت کر کے اس کی معزولی کا مطالبہ کریں گے اور اس کی جگہ کسی دوسرے کو مقرر کرنے کا مطالبہ کریں گے۔

میثمؓ ان کے ہمراہ گئے، قصر میں داخل ہوئے۔ گورنر سے گفتگو کی اور اسے بازار کے حالات سے آگاہ کیا۔

ایک سپاہی مخالفین میں سے تھا وہ میثمؓ کی گفتگو اور بے باکی سے غضبناک ہو گیا، اس نے کہا: "اے امیر! اس شخص سے آپ واقف ہیں"؟ یہ جھوٹا ہے اس کا مولا بھی جھوٹا ہے، یہ حضرت علیؑ کا چاہنے والا ہے، میثمؓ نے کہا: "میں سچا ہوں، میرے مولا امیر المومنینؑ بھی سچے ہیں۔"

محمدؐ کے انتقال کے بعد جلیل القدر صحابی حبیب ابنؓ مظاہر بھی حضرت علیؑ ہی کے ساتھ رہتے تھے، وہ امیر المومنینؑ کے بہت ہی معتمد صحابہ میں سے تھے، ایک روز میثمؓ گھوڑے پر اس جگہ سے گزرے جہاں بنی اسد کے کچھ لوگ بیٹھے تھے دوسری طرف سے گھوڑی پر سوار حبیب بن مظاہر تشریف لائے، بنی اسد کے سامنے دونوں کی ملاقات ہوئی، مختصر گفتگو ہوئی

جسے بنی اسد والوں نے غور سے سنا۔

حبیب نے مسکراتے ہوئے کہا: "گویا میں گنجے اور بڑے پیٹ والے کو رزق کے گھر کے پاس خربوزہ بیچتے ہوئے دیکھ رہا ہوں کہ جس کو رسولؐ کے بیتؑ کی محبت کے جرم میں دار پر چڑھایا جائے گا"۔

میثمؓ نے کہا: "میں ایک سرخ زلف والے آدمی کو پہچانتا ہوں جو اپنے نبی کے نواسے کی نصرت کیلئے نکلے گا اور قتل کر دیا جائے گا" کوفہ میں اس کا سر لایا جائے گا"۔

دونوں دوستوں نے اپنی اپنی راہ لی اور بنی اسد آہستہ آہستہ آپس میں گفتگو کرنے لگے، ہم نے ان دونوں سے بڑا جھوٹا نہیں دیکھا ہے۔

اسی اثناء میں ادھر سے حبیبؓ و تمارؓ کے دوست اور حضرت علیؑ کے مخلص صحابی رشیدؓ ہجری گزرے، اور اپنے دوستوں کے بارے میں پوچھا تو بنی اسد والوں نے بتایا" دونوں یہاں تھے ابھی ابھی جدا ہو کر گئے۔ دونوں ایسی ایسی باتیں کہہ رہے تھے"، رشید مسکرائے اور کہا" خدا میثمؓ پر رحم کرے" وہ یہ کہنا بھول گئے کہ جو حبیب کا سر لائے گا اسے سو درہم زیادہ دیئے جائیں گے۔

رشید بھی چلے گئے تو بنی اسد کے لوگوں کے تعجب کی انتہا نہ رہی اور ان کے بارے میں کہنے لگے خدا کی قسم یہ ان دونوں سے زیادہ جھوٹے ہیں۔

مہینوں گزر گئے۔ ۶۱ھ محرم کا مہینہ آ گیا تو بنی اسد نے دیکھا کہ ابنِ زیاد کا سپاہی کوفہ کی سڑکوں پر ایک طویل نیزے کے اوپر حبیب بن مظاہرؓ کا سر لے کر گھوم رہا ہے۔

قافلہ

معاویہ بن ابوسفیان مر گیا تو تمیں سال کی عمر میں اس کا بیٹا یزید تختِ خلافت پر متمکن

ہوا، یزید شراب خوار تھا، زیادہ تر وقت لہو ولعب، کتوں اور بندروں سے کھیلنے میں گزارتا تھا۔

امام حسینؑ کسی لحاظ سے بھی اس کی بیعت نہیں کر سکتے تھے، وہ خلافت کا اہل نہیں تھا، وہ مسلمانوں پر حکومت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا، کوفہ والے معاویہ کے ظلم سے عاجز آ چکے تھے لہٰذا انہوں نے خط لکھ کر امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تا کہ آپؑ بنی امیہ کے ظلم سے انہیں نجات دلائیں۔

کوفہ کے حالات جاسوسوں نے یزید سے بتا دیئے، یزید نے مسلمانوں کے دشمن سرجون سے مشورہ کیا۔ سرجون نے کہا بصرہ کے ساتھ ساتھ عبیدہ اللہ بن زیادہ کو کوفہ کا بھی حاکم بنا دو۔

قید خانہ

عبیداللہ بن زیادہ نے کوفہ جا کر گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کر دیا' بہت سے مسلمانوں کو قید خانہ میں ڈال دیا، خصوصاً حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب اور امام حسین علیہ السلام کے حامیوں کو۔ میثمؒ کا مقدر بھی قید خانہ ہی تھا، مختار ثقفی اور عبداللہ بن حارث بھی پکڑے گئے۔ تینوں ایک ہی وارڈ میں تھے۔ جب سانحہ کربلا رونما ہوا تو قیدیوں کو بھی نواسہ رسولؐ کی شہادت ملی تو انہیں بہت غم ہوا۔

مختار نے اپنے دونوں ساتھیوں، میثمؒ تمار اور عبداللہ بن حارث سے کہا: "خدا سے ملاقات "یعنی موت" کیلئے تیار ہو جاؤ۔ یہ ظالم امام حسینؑ کے قتل کے بعد سب کو قتل کر دے گا"۔ عبداللہ بن حارث نے کہا: "جی ہاں اگر ہم آج قتل نہ ہوئے تو کل قتل کیے جائیں گے۔ ہرگز تم دونوں کو قتل نہیں کرے گا۔"

میثمؒ مختار کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا "مجھے میرے حبیب علیؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے نقل کر کے یہ خبر سنائی ہے کہ تم عنقریب خروج کرو گے اور حسینؑ اور ان کے انصار کے خون کا انتقام لو گے اور اس شیطانی گروہ کے سرغنہ عبیداللہ بن زیادہ کا سر تمہارے قدموں سے روندا جائے گا۔ اس کے بعد میثمؓ نے عبیداللہ بن حارث سے کہا "تم خروج کرو گے اور بصرہ کے حاکم بنو گے"۔

ایمان

یقیناً خدا نے میثمؓ کو محکم یقین عطا کیا تھا وہ چٹان کی مانند تھے، کسی سے خوف نہ کھاتے تھے، لوگ عبیداللہ بن زیاد سے خوف زدہ رہتے اور اس کے سامنے کانپتے تھے، لیکن میثمؓ تمار اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وقت آخر قریب ہے اور ظلم کیلئے بقا نہیں ہے اور ظالم بھی سدا باقی نہیں رہا ہے۔

معاویہ اور اس کے بیٹے یزید کے زمانہ حکومت میں حضرت علیؑ کی محبت سب سے بڑا جرم تھا، چنانچہ علیؑ سے محبت رکھنے والے کو وحشت ناک سزائیں دی جاتی تھیں۔

سپاہی حضرت علیؑ کے اصحاب کو جلا وطن کرتے' ان کی تحریک کو کچل دیتے، قید خانوں میں ڈال دیتے یا قتل کر دیتے تھے۔

حضرت علیؑ ان چیزوں سے باخبر تھے' لہٰذا انہوں نے اپنے اصحاب کو وصیت کی۔

ایک روز میثمؓ سے فرمایا:

"اے میثمؓ! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب بنوامیہ تمہیں مجھ سے برأت کی طرف بلائیں گے"۔ میثمؓ نے عرض کی: "خدا کی قسم میں آپؑ سے برأت نہیں کروں گا"۔ یقیناً میثمؓ تمار کا عقیدہ تھا کہ امامؑ سے برأت یعنی اسلام سے برأت ہے اور اسلام سے برأت کفر ہے۔

امامؑ نے فرمایا:

''اگر نہیں کرو گے تو قتل کیے جاؤ گے اور دار پر چڑھائے جاؤ گے''

میثمؒ نے کہا: ''میں صبر کروں گا اور راہ خدا میں یہ ''مصیبت'' تو کچھ بھی نہیں ہے''۔

امامؑ نے فرمایا:

''جنت میں تم میرے ساتھ رہو گے''

خاتمہ

کربلا میں امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ابنِ زیاد نے حضرت علیؑ کے بہت سے صحابہ خصوصاً میثمؒ تمار کو شہید کرنے کا فیصلہ کیا۔

عبید اللہ ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ میثمؒ کو قید سے نکال کر میرے سامنے لاؤ، میثمؒ سے بلند آواز میں کہا: ''میں نے سنا ہے کہ تم علیؑ کے دوست ہو''

میثمؒ! ہاں

ابنِ زیاد۔ ان ''علیؑ'' سے برأت و بیزاری کا اعلان کرو.....

میثمؒ اگر نہ کروں تو.....؟

ابنِ زیاد۔ ''تو'' قتل کردوں گا۔

میثمؒ خدا کی قسم امیر المومنینؑ نے مجھے خبر دی ہے عنقریب تو مجھے قتل کردے گا اور دار پر چڑھائے گا اور میرے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹے گا۔

ابنِ زیاد نے غصہ میں کہا: ''میں تمہارے امامؑ کی پیشگوئی کو جھوٹا ثابت کروں گا''

میثمؒ اس حق کا مذاق اڑاتے ہوئے ہنسے۔

ابن زیاد نے اپنے سپاہی کو حکم دیا کہ میثمؒ کو عمرو بن حریث کے قریب والی کھجور پر لٹکا دو اور صرف ان کے ہاتھ اور پیر قطع کردو۔

ہمسایہ

جب عمرو بن حریث نے میثمؓ کو کھجور پر لٹکے ہوئے دیکھا تو میثمؓ کی اس بات کا مقصد سمجھ گئے کہ عنقریب میں تمہارا ہمسایہ بنوں گا اور تم میرے ساتھ نیک برتاؤ کرنا۔ لہٰذا عمرو بن حریث نے اپنی ایک لڑکی سے کہا: ''دار کی جگہ پر جھاڑو لگا کر پانی چھڑک دو''

ایک شخص نے میثمؓ کی حالت دیکھ کر افسوس کیا اور کہا: ''یقیناً تم اس مصیبت سے بچ سکتے تھے''۔ یعنی اگر تم حضرت علیؑ سے برأت کا اظہار کر دیتے تو زندہ بچ جاتے۔ میثمؓ نے خندہ پیشانی کے ساتھ کہا: ''خدا کی قسم یہ کھجور میرے لیے اُگی تھی اور میں اس کے لیے زندہ تھا''۔

اس وقت لوگوں کے سمجھ میں بات آ گئی کہ میثمؓ عرصہ دراز تک اس کھجور کو کیوں دیکھنے آتے تھے۔

اے لوگو!

میثم تمارؓ نے اس طرح لوگوں سے گفتگو شروع کر دی:

''اے لوگو! تم میں سے جو بھی حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی حدیث سننا چاہتا ہے وہ میرے پاس آ جائے۔ انہوں نے مختلف قسم کے علوم بیان کرنا شروع کر دیئے۔ لوگ ان کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ جاسوسوں نے میثمؓ کی جس نے ان کی ظلم و جہالت پر استوار حکومت کی بنیاد ہلا دی تھی کی شکایت پہنچا دی تو ابنِ زیادہ نے ان کی زبان کاٹ دیئے جانے کا حکم دے دیا، اور جلاّد ان کی طرف بڑھا تو میثمؓ نے یہ کہتے ہوئے زبان نکالی ''بے شک امیر المومنین نے مجھے اس کی خبر دی تھی''۔ پھر دوسرا جلاد آگے بڑھا اور اس نے یہ کہہ

کر نیزہ مارا" میں جانتا ہوں خدا کی قسم تم رات کو عبادت اور دنوں کو روزہ کی حالت میں گزارتے تھے"۔

اس طرح ایک مجاہد کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔

دار پر

دار پر چڑھے ہوئے میثمؓ کے چاروں طرف پولیس نے سخت پہرہ بٹھا دیا' کیونکہ لوگ اس شہید انسان سے بہت محبت رکھتے ہیں کہ جس نے اپنی حیات کو لوگوں کیلئے عمل خیر انجام دینے میں گزارا ہے۔

ایک شب میں سات اشخاص جمع ہوئے، یہ بھی بازار میں کھجوریں بیچتے تھے۔ اس شہید سے بے پناہ محبت رکھتے تھے، انہوں نے یہ طے کیا کہ اس پاکیزہ جسم کو دفن کر دیا جائے۔

نصف شب میں دار کے قریب پہنچے اور پہرہ دار کو غافل کرنے کے لیے کچھ دور پر آگ روشن کی، جب آگ کے شعلے بلند ہونے لگے تو پہرہ دار آگ کے پاس جمع ہو گئے، اسی وقت کھجور فروخت کرنے والوں میں سے دو سولی پر چڑھی ہوئی لاش کے پاس گئے' ایک نے کھجور کے تنے کو پکڑ لیا اور دوسرے نے اُسے اُکھاڑ لیا۔

دوستوں نے اس عظیم شہید کی لاش کو اٹھایا، کوفہ سے باہر لے جا کر لاش کو رکھ دیا اور بند کھولے۔ لکڑی کو دور پھینک دیا، شہید کی لاش کو دفن کیا اور ان کی قبر پر ایک علامت بنا دی۔

چھ سال گزر گئے، کوفہ میں مختارؓ نے انقلاب کا نعرہ بلند کر دیا۔ شہر موصل کی نہر خازر کے ساحلی علاقہ میں مختار اور عبید اللہ بن زیاد کے لشکر میں جنگ ہوئی اور ابراہیم اشتر کی تلوار سے عبید اللہ بن زیاد کا سر کٹ گیا۔

جب اس کا سر مختارؓ کے پاس لایا گیا تو وہ اپنے تخت سے اُترے اور اس شیطان کے

منہ پر اپنا پیر رکھا تو میثمؓ کی قید خانہ والی بات یاد آ گئی۔

اے مختارؒ! تم عنقریب خروج کرو گے، حسینؑ اور ان کے اصحاب و انصار کے قاتلوں سے انتقام لو گے اور اپنا پیر اس کے منہ پر رکھو گے، یہ مجھے امیر المومنینؑ علیؑ ابن ابی طالبؑ نے خبر دی ہے۔

زمانہ میں انقلاب آیا، خلادوں کا نام ونشان باقی نہ رہا، وہ بھی مٹ گئے۔ ان کے ساتھ ان کا ظلم وسرکشی بھی مٹ گئی، جو بھی ان کا ذکر کرتا ہے وہ ان پر اور انہیں حاکم بنانے والوں پر لعنت کرتا ہے۔

آج جب کوئی زائر نجف اشرف سے کوفہ کے آثار دیکھنے کے لیے جاتا ہے تو وہ راستے میں ایک مرصع گنبد دیکھتا ہے جہاں اس شہید علیہ السلام کی ضریح ہے جس نے اپنے ٹھوس موقف اور مقاومت سے سرکشوں کو لرزا بر اندام کر دیا تھا۔

۱۴

حضرت مختار ثقفیؓ

اسلامی ممالک پر بیس سال حکومت کرنے کے بعد ماہ رجب ۶۰ھ میں معاویہ بن ابی سفیان اس دنیا سے چلا گیا، اپنی حکومت کے زمانہ میں اس نے محمدؐ کے بہت سے صحابی، حجر بن عدی کندی، عمرو بن الحق خزاعی، رشید ہجری کو قتل کیا۔ نواسۂ رسولؐ امام حسنؑ مجتبیٰ مالکؓ اشتر، اور سعد بن ابی وقاص وغیرہ کو زہر سے شہید کیا۔

مسلمانوں کی مرضی و مشورہ کے بغیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنا دیا اور خلافت بادشاہت بن گئی۔ جسے بیٹے باپ سے میراث میں حاصل کرتے ہیں۔ اس سے مسلمان غضبناک ہو گئے، کیونکہ یزید شراب خور اور فاسق جوان تھا، جس کا وقت لہو ولعب اور کتوں اور بندروں سے کھیلنے میں گزرتا تھا۔

کوفہ اور دوسرے شہروں کے مسلمانوں کی تمنا تھی کہ امام حسینؑ خلیفہ بن جائیں وہ رسولؐ کے نواسے ہیں، ایمان و تقویٰ میں مشہور اور فقیروں و مسکینوں کی خبر گیری کرنے میں معروف ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں نے حسینؑ کے پاس کوفہ سے سیکڑوں خط اور وفد بھیجے تا کہ امام حسینؑ کوفہ آ کر انہیں ظلم سے نجات دلائیں۔

امام حسینؑ مدینہ منورہ میں تھے، یزید کی بیعت کو اسلام کے خلاف سمجھتے تھے لہٰذا اس کی بیعت کو ٹھکرا دیا اور اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیلؑ کو اپنا سفیر بنا کر کوفہ روانہ کیا۔

امام حسینؑ نے اپنے ابنِ عم کو وصیت کی کہ اس شخص کے گھر مہمان ہونا جو اہلِ کوفہ کے

نزدیک معتمد و معتبر ہو۔

کوفہ

کوفہ میں لوگ امام حسینؑ کی آمد کے منتظر تھے، وہ بنی امیہ کے ظلم سے عاجز تھے، حضرت علیؑ کے عدل کے مشتاق تھے۔

کوفہ والوں کو خبر ملی کہ مسلم ابنِ عقیلؑ تشریف لائے ہیں، مختار ثقفیؒ کے گھر مہمان ہیں۔ اس طرح امام حسینؑ کے سفیر مسلم ابن عقیلؑ سے ملاقات اور حکم خدا کے نفاذ پر ان کی بیعت کرنے کے لیے لوگ مختار کے گھر جمع ہو گئے۔

کوفہ والوں کے سامنے مسلمؑ نے امام حسینؑ کا خط پڑھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

حسینؑ ابن علیؑ کی طرف سے مومنین و مسلمین کے سر برآوردہ اشخاص کے نام

امابعد!

ہانیؒ و سعیدؒ دونوں تمہارا خط لے کر میرے پاس آئے، یہ تمہارے آخری نمائندے تھے جو میرے پاس پہنچے ہیں۔ میں تمہارے مطلب و مقصد کو سمجھ گیا ہوں، تم نے تحریر کیا ہے کہ آپؑ کے سوا کوئی ہمارا امام نہیں ہے، ہمارے پاس تشریف لایئے ہوسکتا ہے خدا ہمیں آپؑ کے ذریعہ حق و ہدایت پر جمع کر دے، میں نے اپنے چچازاد بھائی اور اپنے اہل بیتؑ میں سے اپنے معتمد مسلم بن عقیلؑ کو تمہارے پاس بھیجا ہے اور ان سے کہہ دیا ہے کہ مجھے تمہاری حالت و کیفیت سے آگاہ کریں، پس اگر انہوں نے یہ لکھا کہ تم میں سے صاحبانِ عقل و فضل اس مقصد پر متفق ہیں جو تمہارے نمائندوں نے بیان کیا اور میں نے تمہارے خط میں پڑھا ہے، تو میں جلد ہی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا، انشاءاللہ.....

اپنی جان کی قسم! امام صرف وہ ہے جو کتاب خدا کے مطابق عمل کرتا ہے، عدل قائم کرتا ہے، حق سے متمسک ہوتا ہے اور اپنے نفس کے بارے میں خدا سے ڈرتا ہے۔

مسلمانوں کی امید بندھ گئی، امام حسینؓ کا خط غور سے سنا۔

مختارؓ اُٹھے اس بات پر سفیر حسینؓ کی بیعت کی کہ اسلامی حکومت قائم کریں گے، ظالموں کے خلاف انقلاب برپا کریں گے اور کمزوروں کی مدد کریں گے۔

مسلمانوں میں سب سے پہلے مختارؓ نے بیعت کی اور ان کے بعد ہزاروں لوگوں نے بیعت کی یہاں تک بیعت کرنے والوں کی تعداد اٹھارہ ہزار ہو گئی۔

حضرت مختار ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مختار بن ابی عبیدہ ثقفی، یکم ہجری نبوی میں شہر طائف میں پیدا ہوئے، ان کے والد ان لوگوں میں سے ہیں جو اسلام لائے اور اس کے وفادار رہے، جن معرکوں کے نتیجہ میں فارس کے شہروں میں اسلامی فتوحات حاصل ہوئیں ان میں سے بعض میں عبیدہ سپہ سالار تھے، معرکہ جس میں سدھائے ہوئے ہاتھی کے حملہ میں شہید ہو گئے تو ان کی جگہ ان کے بیٹے جبر نے لشکر کی قیادت سنبھالی لیکن وہ بھی شہید ہو گئے۔

کوفہ میں مختارؓ کا گھر انقلابی قیادت کا مرکز تھا، ہر روز وہاں مسلمانوں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ جاسوسوں نے دمشق میں یزید کو اس کی خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ کوفہ کا گورنر نعمان بن بشیر انصاری بے اعتنائی و تساہلی سے کام لے رہا ہے۔

یزید نے مسلمانوں کے دشمن عیسائی سرجون سے مشورہ کیا، سرجون نے کہا" بصرہ کے گورنر عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا بھی گورنر بنا دو"۔

عبیداللہ بن زیاد کوفہ پہنچا اور مسلم کو گرفتار کرنے کا حکم صادر کر دیا۔

مسلم کوفہ کے کسی گھر میں چھپے ہوئے تھے، مختار کو گرفتار کر لیا گیا اور انہیں اس اذیت ناک قید خانہ میں ڈال دیا گیا جو سرداب میں واقع تھا۔

عبید اللہ بن زیاد نے نیک لوگوں سے زندان بھر دیا اور مسلم بن عقیلؑ کی تلاش میں جاسوس کوفہ میں گشت کرنے لگے۔

مجبور ہو کر مسلم نے انقلاب کا نعرہ بلند کر دیا، ہزاروں آدمی آپؑ کے پاس جمع ہو گئے، چند روز تک مسلم نے ان لوگوں کے ساتھ دارالامارہ کا محاصرہ جاری رکھا۔

عبید اللہ پست فطرت تھا۔ اس نے یہ افواہیں پھیلانا شروع کر دیں کہ عنقریب شام سے بہادر لشکر پہنچنے والا ہے، وہ کوفہ کو تباہ اور لوگوں کو تہہ تیغ کر دے گا۔

لوگوں نے ان افواہوں کی تصدیق کی اور سفیرِ حسینؑ کو تنہا چھوڑ دیا، ایک مرتبہ مسلم پھر روپوش ہونے پر مجبور ہو گئے۔

طوعہ کے گھر

جاسوسوں نے یہ سراغ لگا لیا کہ جناب مسلمؑ ایک بوڑھی و پاکیزہ عورت طوعہ کے گھر میں چھپے ہوئے ہیں۔ مسلم کی گرفتاری کے لیے ابنِ زیاد نے فوج بھیج دی۔ جب فوج نے مسلمؑ سے کہا کہ خود کو ہمارے حوالہ کر دو تو انہوں نے انکار کر دیا اور تن تنہا ان سے جنگ کرنے لگے، بہت زیادہ زخمی ہو گئی تو فوج نے کہا: "تمہارے لیے امان ہے"، آپؑ نے جنگ بند کر دی، گرفتار کر لئے گئے اور فوج ابنِ زیاد کے دربار میں لے گئی۔

عبید اللہ ابنِ زیاد اہلِ بیتؑ اور ان کے شیعوں سے بہت دشمنی رکھتا تھا، لہٰذا اس نے جناب مسلمؑ اور ان کے ساتھی ہانی بن عروہ کے قتل کرنے اور ان کے جسموں کو قصر کے اوپر لٹکانے کا حکم دیا۔ جب حاکم چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگوں کو قیدی بنانے اور انہیں قتل کرنے لگا

تو شہر کوفہ پر خوف طاری ہو گیا۔

حج کے زمانہ میں امام حسینؓ نے مکہ کے قصد سے مدینہ منورہ کو ترک کیا۔ جب آپؓ کو یہ معلوم ہوا کہ یزید نے میرے قتل کیلئے جاسوس بھیج دیئے ہیں تو آپؓ نے مکہ کو خیر باد کہنا ہی بہتر سمجھا اور فرمایا:

''میں نہیں چاہتا کہ میرے قتل سے حرمت کعبہ پر حرف آئے''

امام حسینؓ کوفہ کی سمت روانہ ہوئے، راستے میں آپؓ کو مسلمؓ، ہانیؓ اور قیس بن مسہرؓ صیدادی کے قتل ہو جانے کی خبر ملی۔

صحراء کربلا میں امام حسینؓ کے قافلہ کا ایک ہزار کے لشکر سے سامنا ہوا جس نے آپؓ کا راستہ روکا۔ اس کے بعد مسلسل فوجیں آتی رہیں، یہاں تک کہ چار ہزار فوج جمع ہو گئی۔ جب فوج نے امام حسینؓ سے کہا ''یا خود کو ہمارے سپرد کر دو یا یزید کی بیعت کر لو یا جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ'' تو آپؓ نے فرمایا:

''ہمیں ذلت قبول نہیں ہے''

امام حسینؓ نے شہادت کا راستہ اختیار کیا۔ دسویں محرم کی صبح سے معرکہ کربلا شروع ہوا۔ ہزاروں کی تعداد میں پیادہ اور سوار فوجیوں نے وحشیانہ حملہ کیا تو امام حسینؓ اور آپ کے اصحاب نے جوان مردی سے حملوں کا جواب دیا اور دشمن کے ہوش اڑا دیئے۔ اس طرح ستر جانبازوں نے صبح سے عصر تک میدانِ جنگ میں مقاومت کی۔ جب امام حسینؓ کے ساتھ کوئی نہ رہا تو ان ہزاروں سے جنگ کرنے کے لیے آپؓ تن تنہا نکلے اور اپنی شجاعت و دلیری سے وہ جنگ کی جو تاریخ بشریت میں ثبت رہے گی۔ قتل امام حسینؓ کے بعد فوج نے خیموں میں آگ لگا دی، پھر عورتوں اور بچوں کو اسیر کر لیا اور

شہیدوں کے سر قلم کر کے نیزوں پر چڑھائے۔

سرِ حسینؑ

شمر نے عبیداللہ بن زیاد کے سامنے نواسہ رسول کا سر پیش کیا۔ لوگوں نے حسینؑ کا سر دیکھا تو رونے لگے اور فرزند رسولؐ کی نصرت سے پہلو تہی کرنے پر شرمندہ ہوئے۔

عبیداللہ بن زیاد نے مختار کو قید سے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب سپاہیوں نے مختار کو حاضر کیا اور انہوں نے حسینؑ کا سر دیکھا تو غم سے آہ کی۔ اس وقت سے مختار انقلاب برپا کرنے اور انبیاء کی اولاد کے قاتلوں، جو اس نفس کے قتل کرنے والے ہیں جس کا قتل خدا نے حرام کیا ہے اور لوگوں کا حق غصب کرنے والوں سے قصاص لینے کے بارے میں سوچنے لگے۔

حضرت میثم تمار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

علیؑ کے اصحاب میں سے میثمِ تمار صالح اور نیک آدمی تھے اور علم امامؑ سے بہت کچھ حاصل کیا تھا۔ مختار کو جب قید خانہ میں ڈال دیا گیا تھا تو میثمؓ بھی ان کے ساتھ قید میں تھے۔
ایک روز مختار نے میثمؓ سے کہا: "یہ ظالم ابنِ زیاد فرزندِ رسولؐ کے بعد ہمیں بھی قتل کر دے گا"

میثمؓ نے کہا: "مجھے میرے حبیب علیؑ نے خبر دی ہے کہ میں "میثمؓ" عنقریب قتل کیا جاؤں گا اور کھجور کے درخت پر مجھے سولی دی جائے گی، لیکن تم مختار قید سے رہائی پاؤ گے اور اس شیطان "ابن زیاد" سے جنگ کرو گے اور اس کا سر تمہارے پیر کے نیچے ہوگا۔

صفیہ

مختار کی بہن صفیہ، عبداللہ بن عمر بن الخطاب کی زوجہ تھی اور عبداللہ کے تعلقات یزید

بن معاویہ سے بہت اچھے تھے وہ مختار کے لیے واسطہ بن گئے۔ عبیداللہ مختار کے قتل کا عزم کر چکا تھا لیکن یزید کی طرف سے بہت جلد ایک قاصد پہنچا اور مختار کی آزادی کا پروانہ لایا۔

عبیداللہ بن زیاد نے خط پڑھا، یزید کے حکم کی تعمیل کی، مختار کو قید سے بلوایا اور سنگدلی سے کہا: ''میں تمہیں صرف تین دن کی مہلت دیتا ہوں اگر اس کے بعد کوفہ میں پائے گئے تو قتل کر دوں گا''۔ مختار نے مکہ کے قصد سے کوفہ چھوڑ دیا۔

عبداللہ ابن زبیر

عبداللہ بن زبیر اپنی خلافت کا اعلان کر چکا تھا، لوگوں نے اس کی بیعت کر لی تھی، بعض تو اس سے محبت رکھتے تھے اور کچھ نہیں۔ بنی امیہ سے نفرت کی وجہ سے اس کی طرف آ گئے تھے۔

مختار عبداللہ بن زبیر اور اس کی طمع سے واقف تھے، لیکن چونکہ ابن زبیر ظالم بنی امیہ کا دشمن تھا اس لیے مختار نے اس کی بیعت کر لی۔

اسی اثناء میں مدینہ والوں نے کہ جن میں زیادہ تر رسولؐ کے صحابی تھے، یزید کے خلاف اس وقت شورش برپا کی جب وہ امام حسینؑ کو قتل اور آپؑ کے اہل بیتؑ کو اسیر کر چکا تھا۔ لیکن مسلم بن عقبہ جن کو اس زمانہ میں مجرم بن عقبہ کہا جاتا تھا کی سرکردگی میں لشکر نے مدینہ منورہ اور حرم نبویؐ پر حملہ کر دیا، قتل اور آبروریزی کے مرتکب ہوئے۔ اس حملہ میں پندرہ سو نیک نفس قتل ہو گئے' جن میں سات سو صحابی اور تابعین تھے، عورتوں کو بیچنے کے لیے بازاروں میں پیش کیا گیا۔ اس قتل و غارت گری کے بعد لشکر یزید مکہ کی سمت بڑھا' تا کہ اسے مطیع بنائے۔

خانہ خدا سے دفاع

مکہ جاتے وقت راستے میں مجرم بن عقبہ کو بچھو نے ڈس لیا' وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا تو حصین بن نمیر سپہ سالار بن گیا، سانحہ کربلا میں یہ بھی شریک تھا۔فوج نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کرلیا، فوجیوں نے ٹیلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر پوزیشن سنبھالی۔انہوں نے منجنیقیں، جو کہ توپ سے مشابہ ہوتی تھیں، نصب کیں اور ان سے آگ کے گولے پھینکنے شروع کر دیئے۔ حصین بن نمیر نے شہر مکہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔فوج نے منجنیق سے حملے شروع کر دیئے۔ایک فوجی نے کہا: "انہوں نے کعبہ میں پناہ لے لی ہے"۔سپہ سالار نے کہا: "کعبہ پر حملہ کردو... کیونکہ ہم یزید کے حکم کی تعمیل کریں گے"۔فوج نے منجنیقوں سے کعبہ پر حملہ کر دیا، مسجدوں اور گھروں پر پتھر برسنے لگے۔خانہ کعبہ کی دیواروں میں آگ لگ گئی۔اس شدید حملے کے بعد حصین بن نمیر نے سواروں کو حکم دیا کہ مکہ پر ٹوٹ پڑو اور جو بھی سامنے آئے اُسے قتل کر دو۔سواروں نے حملہ کر دیا اور اسلحے سے لیس پیادہ فوج نے ان کا اتباع کیا۔حرم میں معرکہ آرائی ہوئی، خانہ خدا سے دفاع کرتے ہوئے مختار بہادری سے جنگ کر رہے تھے، انہوں نے لشکر کو پیچھے دھکیل دیا اور واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا۔

محاصرہ اور شدید جنگ کے دوران ہی انہیں اہم خبر ملی کہ دمشق سے ایک سوار آیا اور حصین بن نمیر سے ملاقات کر کے کہا: "میں بہت اہم خبر لایا ہوں"

کہو!

"خلیفہ یزید بن معاویہ مر گیا ہے"

کیا؟

حصین نے دمشق سے آنے والے سے کہا "اور کسی کو اس سے مطلع نہ کرنا" لیکن شام

کے لشکر میں جو کہ محاصرہ خانہ خدا پر حملہ کرنے اور پھر نماز کے وقت اس کی طرف رُخ کرنے سے عاجز آ چکا تھا، یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

کوفہ کی طرف

جب حصین بن نمیر پسپا ہو گیا اور دمشق چلا گیا تو محاصرہ ختم ہو گیا، اب کوفہ سے چار سال سے زائد باہر رہنے کے بعد واپسی کا ارادہ کیا۔

یزید بن معاویہ کے جہنم واصل ہونے کے بعد عبید اللہ بن زیاد کوفہ سے فرار ہو کر دمشق چلا گیا۔

کوفہ والوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور عبداللہ بن زبیر کی تائید کا اعلان کر دیا۔ عبداللہ ابن زبیر نے مطیع کے بیٹے کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا، اس کے پاس وہ لوگ بھی جمع ہو گئے جو معرکہ کربلا میں شریک تھے۔

ایک روز ان میں سے ایک نے کہا: ”اے امیر! سلیمان بن صرد سے زیادہ خطرناک مختار ہیں' سلیمانؓ نے شام والوں سے جنگ کرنے کے لیے کوفہ سے خروج کیا تھا، لیکن مختار امام حسینؓ کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لیے کوفہ ہی میں انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں“۔

دوسرے نے کہا: ”اے امیر! بہتر ہے کہ انہیں قید کر دیجئے، بہتر یہی ہے کہ سیلاب سے پہلے بند لگا دیں“۔ امیر نے ان کی بات تسلیم کر لی اور مختار کی گرفتاری اور انہیں قید میں ڈالنے کا حکم دے دیا۔

سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلیمان بن صرد جلیل القدر صحابی تھے، یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں قتلِ امام حسینؓ

اور آپؑ کی نصرت نہ کرنے کا غم تھا' لہٰذا سلیمان نے کوفہ والوں سے کہا کہ اپنی توبہ اور کربلا میں امام حسینؑ کی نصرت سے پہلو تہی کرنے پر اپنی شرمندگی کا اعلان کریں۔

چار ہزار مسلمانوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا، سلیمان نے ان لوگوں سے لشکر تشکیل دیا اور امام حسینؑ کے قاتل اور ان کے اہلبیتؑ کو اسیر کرنے والے بنی امیہ کے خلاف شورش کا اعلان کر دیا۔ فوج کی قلت کے باوجود تائبین جنگ کے لیے تیار تھے، لہٰذا وہ قبر امام حسینؑ کی زیارت کرنے اور وہاں گریہ کرنے کے بعد شام کی طرف بڑھے۔ شام اور عراق کی سرحد پر واقع عین الوردہ کے مقام پر عبید اللہ ابن زیاد کے لشکر سے مقابلہ ہوا۔ عبید اللہ بن زیاد کا لشکر اسی (۸۰) ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا دونوں میں شدید جنگ ہوئی۔ اس میں سلیمان بن شداد سپہ سالار رہا تو وہ باقی لشکر سمیت کوفہ لوٹ گیا۔

خط

مختار نے قید خانہ سے رفاعہ اور اس کے دوستوں کو درج ذیل مضمون کا خط لکھا۔

اما بعد!

"تمہارے ظالموں کے دہلا دینے سے خدا نے تمہارے اجر کو زیادہ کیا اور تمہارے گناہوں کو مٹا دیا ہے، تم نے جو کچھ خرچ کیا اور جو منزلیں طے کیں اور جو بھی قدم اٹھایا ہے ان میں سے ہر ایک کے عوض خدا نے تمہارا ایک درجہ بلند کیا ہے اور اس کی جزاء میں ایک نیکی لکھ دی ہے۔"

رفاعہ نے جوابی خط لکھا

میں اور میرے ہمنوا حملہ کر کے تمہیں آزاد کرانے کے لیے تیار ہیں، لیکن مختار نے اشارہ سے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا۔

انقلاب

عبداللہ ابن عمر بن الخطاب نے ایک مرتبہ پھر مختار کی سفارش کی اور مختار رہا کر دیئے گئے۔ زندان سے رہائی پاتے ہی مختار نے لوگوں کو انقلاب برپا کرنے اور قاتلین امام حسینؑ سے قصاص لینے کے لیے مہم شروع کر دی۔

اس اثناء میں مختار کو حضرت علیؑ کے بیٹے محمد بن حنفیہ کا خط ملا، جس سے ان کی تائید کی گئی، لوگ اور زیادہ ان کے پاس جمع ہونے لگے۔ ابراہیم ابن مالک اشتر بھی ان میں شامل ہو گئے، یہ بڑی فوج کے سپہ سالار اور دلیر تھے۔

انقلابیوں نے طے کیا کہ ۶۲ھ ماہ ربیع الاول کو ۱۴ تاریخ میں شب پنجشنبہ میں انقلاب کا نعرہ بلند کریں گے۔

جاسوس ان تقریروں کو حاکموں تک پہنچا رہے تھے اور مختار کے اقدام سے انہیں ڈرا رہے تھے، گشتی پولیس کوفہ کی گلیوں میں انقلابیوں کی گرفتاری کے لیے دوڑ رہی تھی۔

انقلاب کا آغاز

ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ شب سہ شنبہ میں یعنی مقررہ تاریخ سے دو روز قبل جب ابراہیم بن مالک اشتر اور ان کے ہمراہ بعض دیگر اشخاص مختار کے گھر جا رہے تھے تو راستے میں گشتی پولیس سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

پولیس کے داروغہ نے کرخت آواز میں پوچھا..... ''کون ہو تم''؟

ابراہیم نے جواب دیا..... ''میں ابراہیم اشتر ہوں''۔

داروغہ نے کہا: ''تمہارے ساتھ کون لوگ ہیں اور کیا تمہارے پاس رات میں نکلنے کا

اجازت نامہ ہے؟

ابراہیم نے کہا: ”نہیں“۔

داروغہ نے کہا: ”اب تو تمہیں گرفتار کرنا ضروری ہے“

قبل اس کے کہ داروغہ ابراہیم کو گرفتار کرے ابراہیم نے داروغہ پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، تو دوسرے سپاہی بھاگ کھڑے ہوئے۔

ابراہیم اور ان کے ہمراہی مختار کی طرف دوڑے تا کہ انہیں واقعے سے خبردار کریں۔

ابراہیم نے کہا: ”فوراً انقلاب کا نعرہ بلند کرنا ضروری ہے“

مختار نے پوچھا: ”کیا ہوا“؟

پولیس کا داروغہ قتل ہو گیا، اور فوراً انقلاب کا نعرہ بلند کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے، مختار نے اس خبر کو نیک شگونی سے تعبیر کیا اور کہا ” خدا تمہیں خیر کی بشارت دے، یہ پہلی فتح ہے۔

اے خونِ حسینؑ کا انتقام لینے والو!

مختار نے آگ روشن کرنے کا حکم دیا، یہ علامت متفق علیہ تھی، اسی طرح انقلابی نعرہ لگانے کا حکم دیا، یا منصور امت، جنگِ بدر میں یہی نعرہ رسولؐ نے بلند کیا تھا۔

اے خونِ حسینؑ کا انتقام لینے والو! اس نعرہ نے رات کی تاریکی میں سوئے ہوئے کوفہ والوں کو بیدار کر دیا، انقلابی مختار کے گھر جمع ہونے لگے، یہ گھر انقلاب کی قیادت کا مرکز بن گیا تھا، کوفہ کی شاہراہوں اور گلی کوچوں میں شدید جنگ ہونے لگی، گورنر کی فوج اور اس کے سپاہیوں نے ہتھیار ڈال دیئے، خود گورنر حجاز کی طرف فرار ہو گیا۔

مسجد کوفہ میں

مختار مسجد کوفہ میں منبر پر گئے اور انقلاب کے مقاصد کا اعلان کیا۔تم میری اس بات پر بیعت کرو کہ میں کتابِ خدا اور اس کے رسولؐ کی سنت پر عمل کروں گا، اہلِ بیتؑ کے خون کا انتقام لوں گا، جن لوگوں نے حرام کو حلال سمجھ لیا ہے ان سے جہاد کروں گا، کمزور سے دفاع کروں گا۔لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔مختار کی سیاست میں انہوں نے لوگوں کے درمیان حضرت علیؑ کی مساوات اور عدل دیکھا۔

مختار نے نسلی و قومی تعصب کو ہٹا دیا' جبکہ بنی امیہ عرب کو غیر عرب پر فضیلت دیتے تھے، مختار نے عدل سے کام لیا۔

فتح

عین الوردہ کے معرکہ کے بعد اموی لشکر کوفہ کی سمت بڑھا۔شہر موصل پر قابض ہو گیا، اس کے بعد کوفہ کی طرف بڑھنے کے لیے تیار ہوا۔

مختار نے نیک و صالح اور شجاعت میں مشہور یزید بن انس کی قیادت میں تین ہزار کا لشکر تیار کیا۔

مختار کا لشکر شہر موصل کے اطراف و اکناف میں پہنچ گیا اور اموی لشکر سے دو معرکہ ہوئے' دونوں میں فتح پائی۔

یزید بن انس کی موت واقع ہو جانے سے ان کے لشکر والوں کے حوصلوں پر بہت برا اثر پڑا، اموی لشکر کی کثرت سے مرعوب تھے لہٰذا وہ کوفہ واپس لوٹ آئے۔

مختار کے مخالفوں، خصوصاً قاتلانِ امام حسینؑ نے یہ افواہیں پھیلانا شروع کر دیں کہ

مختار کا لشکر شکست کھا چکا ہے اور یزید بن انس جنگ میں قتل ہو گئے ہیں لہٰذا مختار نے دلیر سپہ سالار ابراہیم بن مالک اشتر کو سات ہزار کے لشکر کے ساتھ موصل جانے کا حکم دیا۔

جب لشکر کوفہ سے روانہ ہو گیا تو مختار کے دشمنوں نے موقع پر غنیمت سمجھا اور شیث بن ربعی، جو معرکہ کربلا میں پیادہ فوج کا سپہ سالار تھا، کے گھر جمع ہوئے اور مختار کی حکومت گرانے کیلئے منصوبہ بنانے لگے۔ وہاں مختار کے ایسے دشمن بھی بہت تھے جن کے فوائد و امتیازات مختار کی سیاست سے ختم ہو گئے تھے۔ اس طرح سرکش لوگ اسلحہ سے لیس سڑکوں پر نکل آئے اور دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا۔ شدید و سخت محاصرہ کے باوجود مختار نے ایک سوار کو ابراہیم کے پاس بھیجا اور انہیں صورتحال سے آگاہ کیا اور واپس لوٹ آنے کا حکم دیا۔

تین روز کے محاصرہ کے بعد لشکر کے لوٹنے سے سرکشوں کا اژدھام چھٹ گیا۔ گرفتاریاں شروع ہو گئیں، بعض تمرد پسند بھاگ نکلے۔

امام حسینؑ کے شیر خوار کا قاتل حرملہ بن کاہل گرفتار ہو گیا جس کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، اسی طرح سنان بن انس بھی گرفتار ہوا جو قتلِ حسینؑ میں شریک تھا، اسے بھی اجل کا لقمہ بنایا، معرکہ کربلا میں لشکر یزید کے سپہ سالار عمر بن سعد وغیرہ کو بھی قتل کیا گیا۔ شیث بن ربعی بصرہ بھاگ گیا، شمر ذی الجوشن بھی بھاگ نکلا لیکن اس کا تعاقب کیا گیا اور واسط کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات میں گرفتار کر لیا گیا، اور اس سے قصاص لیا گیا، شمر ہی نے امام حسینؑ کا سر قلم کیا تھا، وہی آپؑ کے سر اقدس کو کوفہ اور کوفہ سے شام لے گیا تھا اور یزید کے پاس جا کر کہا تھا: ''میرا دامن سونے اور چاندی سے بھر دے'' میں نے مہذب سردار کو قتل کیا ہے۔ اسے قتل کیا ہے جو ماں باپ کے لحاظ سے سب سے افضل ہے۔

مختار صالح آدمی تھے، جب وہ خدا کی کسی نعمت کا شکر ادا کرنا چاہتے تھے تو روزہ رکھتے

تھے۔ لہٰذا مختار نے خدا کی اس نعمت کا شکرادا کرنے کے لیے کہ اس نے اہل بیتؑ رسولؐ کے دشمنوں پر، کہ جنہوں نے نواسہ رسولؐ کو قتل کیا اور ان کے اہل بیتؑ کو اسیر کیا، فتح عطا کی ہے، اس نعمت کا روزہ رکھا۔ مختار کا عقیدہ تھا کہ خدا کی نعمتیں بے شمار ہیں' ان کا احصاء نہیں کیا جا سکتا ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے"ان تعد وا نعمة الله لا تحصوها "لہٰذا وہ سال کے زیادہ تر دنوں میں روزہ سے رہتے تھے۔

خازر کا معرکہ

ابراہیم کا لشکر خازر نہر پر پہنچ گیا اور عبید اللہ بن زیادہ کے لشکر سے ٹکرایا۔ گھمسان کی جنگیں ہوئیں۔ قتال میں کوفہ کے لشکر نے بہادری سے کام لیا۔ جرأت سے حملہ کیے اور اموی لشکر کے سپہ سالار و قائد کو نشانہ بنایا اور عبید اللہ بن زیاد، اور حصین بن نمیر اور دیگر بڑے بڑے سپہ سالاروں کو قتل کر دیا اور انہیں شکست فاش دی۔ اسلامی ممالک میں مختار کی فتح یابی کی خبر پہنچ گئی۔ عبید اللہ بن زیاد کے قتل سے مسلمان بہت مسرور ہوئے۔

خازر کا معرکہ خداوند عالم کے اس قول کا مصداق تھا:

كم من فئةقليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله

ابراہیم بن مالک اشتر کے چھوٹے سے لشکر نے اپنے سے دس گنا بڑے لشکر پر فتح پائی۔

عبدالملک بن مروان

مختار کی سیاست تھی کہ عبداللہ بن زبیر سے صلح اور دشمن اسلام بنی امیہ کے مخالفین کو متحد کیا جائے۔ لیکن زبیر کا بیٹا صرف حکومت وتسلط کے چکر میں تھا لہٰذا مختار کی کامیابی اس کے لیے تشویش کا باعث تھی، خصوصاً اس کا تخریبی جذبہ اس وقت اور بھڑک اٹھا جب مختار نے

سانحہ عاشورہ کے مرتکبوں سے انتقام لے لیا۔

یزید بن معاویہ جہنم واصل ہوا اور اس کا بیٹا معاویہ تخت پر بیٹھا، وہ خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا تھا، اس نے اپنے دادا کے ظلم اور حق غصب کرنے کا اعتراف کیا اور اپنے باپ کے فاسق ہونے، امام حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کے ساتھ جو ظلم کیا تھا اس کا بھی اعتراف کیا اور اس نے تخت خلافت سے اترنے کا اعلان کر دیا۔ مروان بن حکم کو خلافت کی طمع تھی اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور حکومت پر قابض ہو گیا۔ چھ ماہ تک حکومت کی اور مر گیا، اس کے بعد عبدالملک بن مروان نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔

مدینہ پر قبضہ و تسلط کرنے کے لیے عبدالملک نے ایک بڑا لشکر بھیجا، جب مختار کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے مدینہ رسول کو بچانے کیلئے تین ہزار فوجیوں پر مشتمل ایک لشکر روانہ کیا۔ عبداللہ بن زبیر نے بھی مدینہ کی حمایت میں دو ہزار کا لشکر بھیجا تھا۔ یہ تو اس کا ظاہری پہلو تھا، لیکن اصل میں وہ مختار کے لشکر کو دھوکہ دینا چاہتا تھا۔ جب مختار کا لشکر جنگ میں مشغول ہو گیا تو ابن زبیر کے لشکر نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور دھوکہ دیا، چنانچہ مختار کے طرفداروں میں سے دسیوں مر گئے اور باقی فرار کر گئے جو بھوکے پیاسے صحرا میں مرے۔

زبیر کے بیٹوں کو علویوں سے دشمنی تھی لہذا مکہ سے باہر انہیں جبل رضوی پر جمع کیا اور وہیں رہنے پر مجبور کیا، ان کے گھروں کو منہدم کر دیا۔

مختار نے علویوں کو رہائی دلانے کے لیے پانچ ہزار کا لشکر روانہ کیا، لشکر نے انہیں رہائی دلائی اور انہیں ان کے مسمار شدہ گھروں کی طرف لوٹا دیا۔

مصعب بن زبیر

عبد بن زبیر نے بصرہ پر ایسے شخص کو حاکم بنانے کے لیے سوچا جو سنگدلی میں فرد ہو،

زبیر کے بیٹے کو اپنے بھائی مصعب بن زبیر کے علاوہ کوئی نظر نہ آیا لہٰذا اسے بصرہ بھیج دیا۔ مصعب بصرہ پہنچا اور وہاں تقریر کی جس میں ہر طرح سے مختار پر سب و شتم کیا اور کہا ''میں نے سنا ہے کہ تم اپنے امیروں سے پھر جاتے ہو اور قبل اس کے کہ تم مجھ سے پھرو میں نے اپنے نفس کو سنگدلی سے بدل لیا ہے''۔

مختار کی عدالت سے فرار کرنے والے اور جن کے ہاتھ نیک لوگوں کے خون سے رنگین تھے وہ مصعب بن زبیر کو مختار سے جنگ کرنے کے لیے اُکساتے تھے۔

خاتمہ

مصعب نے ایک بڑا لشکر جمع کیا اور اس کو لے کر کوفہ کی طرف بڑھا۔ مختار کو اس کی پیش قدمی کی خبر ملی، ابراہیم بن مالک اشتر ابھی تک شہر موصل ہی میں تھے۔

اپنی مختصر فوج کے ساتھ مجبوراً مقابلہ کے لیے نکلے' چنانچہ کوفہ کے جنوب میں مقام حروراء میں دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا، ابتدائی حملوں میں مختار کو کامیابی حاصل ہوئی پھر مختار کے لشکر کے اوپر آفتیں ٹوٹ پڑیں تو وہ کوفہ لوٹنے پر مجبور ہو گئے تا کہ قصر کے اندر محفوظ ہو جائیں۔

مسلسل چار ماہ تک قصر کا محاصرہ جاری رہا' اس مدت میں مختار گلی کوچوں کی جنگوں کے ذریعہ محاصرہ توڑنے کی کوشش کرتے رہے' لیکن کوفہ والوں نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا تو وہ اپنی مختصر فوج کے ساتھ تنہا رہ گئے۔

۶۷ھ میں رمضان کی چودہ کو مختار نے قصر چھوڑنے کا فیصلہ کیا اور اپنے اصحاب سے کہا: ''محاصرہ سے ہم کمزور ہو رہے ہو' ہم کو دشمن کے مقابلہ کیلئے نکلنا چاہیے' تا کہ عزت کی موت مر جائیں' مختار کی یہ بات صرف سترہ آدمیوں نے قبول کی' چنانچہ ان کے ساتھ مختار محل

کا محاصرہ کرنے والے ہزاروں فوجیوں سے جنگ کیلئے باہر آئے۔ مختار اپنے خچر پر سوار ہو کر جنگ کر رہے تھے' باوجود کہ اس وقت وہ (۶۷) سال کے تھے' ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بے نظیر شجاعت کا مظاہرہ کیا' یہاں تک کہ شہید ہو کر زمین پر گر پڑے۔

مصعب نے قصر میں باقی بچ جانے والے لوگوں کو امن کا دھوکہ دیا اور ان سے عہد کیا کہ تمہارے ساتھ برا سلوک نہ کیا جائے گا۔

لیکن جب انہوں نے قصر کے دروازے کھول دیئے تو اس نے سب کو قتل کرنے کا حکم دے دیا چنانچہ ایک دن میں سات ہزار انسان قتل کیے گئے۔ ایسا خوفناک سماں تھا کہ تاریخ کوفہ میں جس کی مثال نہیں تھی۔

مومنہ عورت

مصعب نے مختار کی زوجہ کو گرفتار کرنے کا حکم دیا' یہ مومنہ صالحہ ادب اور حسب و نسب والی عورت تھی جسے عمرۃ کہتے تھے' یہ نعمان بن بشیر انصاری کی بیٹی تھی۔ مصعب نے کہا کہ: "اپنے شوہر سے بیزاری کا اظہار کرو، اس نے انکار کرتے ہوئے کہا "تم مجھے اس شخص پر تبرا کرنے کے لیے کہتے ہو جو کہتا تھا میرا رب اللہ ہے"، وہ دن میں روزہ رکھتا تھا، رات کو حالت نماز میں گزارتا تھا، اس نے خدا رسولؐ کی خاطر اپنا خون بہا دیا، اس نے نواسۂ رسولؐ حسینؑ بن علیؑ کے خون کا انتقام لیا۔

مصعب نے ڈراتے ہوئے کہا "عنقریب تم بھی اپنے شوہر کے پاس پہنچ جاؤ گی"

مومنہ عورت نے جواب دیا "جو شہادت مجھے راہِ خدا میں نصیب ہو گی وہ میرے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، وہ موت ہے کہ جس کے بعد جنت ہے، قسم خدا کی علیؑ میرے مولا ہیں اور اس پر میں کسی چیز کو فضیلت نہیں دیتی ہوں۔

مصعب نے انہیں قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا، پس رات کے وقت انہیں کوفہ وحیرہ کے درمیان ایک جگہ پر لایا گیا، صحرا کے بیچ اور تاریکی میں جلاد بڑھا اور اپنی تلوار اس مومنہ اور صالحہ عورت کی گردن پر چلائی۔

خدا ان پر رحم کرے وہ ان مقاصد سے دفاع کرتے ہوئے شہید ہوگئیں کہ جنکی وجہ سے امام حسینؑ نے شہادت پائی تھی اور ان ہی اہداف پر مختار نے عمل کیا تھا۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلی عورت ہے جس کے ہاتھ باندھ کر گردن زنی کی گئی ہے۔

مختار اور ان کی زوجہ کی جنگ سے تاریخ جہاد کا سنہری صفحہ پلٹتا ہے جو رہتی دنیا تک درخشاں رہے گا۔ اسی سال سے لوگ یہ اشعار پڑھتے ہیں جو کہ ان کے شوہر مختار کے مرثیہ کے عنوان سے عمر بن ربیعہ نے کہے تھے۔

میرے لیے نہایت ہی حیرت انگیز ہے یہ بات کہ ایک لمبی گردن والی حسین عورت کو قتل کردیا گیا۔

اسے بے جرم وخطا قتل کیا گیا ہے.....راہِ خدا میں اس کا خون بہا ہے۔
قتل ہونا اور قتل کرنا ہمارا اور پردہ میں احترام سے رہنا عورتوں کا فرض ہے۔

۱۳

حضرت سعید ابن جبیرؓ

۹۴ھ میں شہرِ واسط

محل کے سبھی لوگ سو چکے تھے پہرہ دار اور لشکر والے برآمدہ میں ٹہل رہے تھے ان کے ہاتھوں میں مشعلیں، تلواریں اور نیزے تھے۔

دو پہرہ دار اس بڑے ہال کے دوازے پر کھڑے تھے جس میں عراق کا حاکم حجاج بن یوسف سو رہا تھا۔

ایک پہرہ دار نے اپنے ساتھی سے کہا "میں نے سنا ہے کہ امیر دیوانہ ہو گیا ہے"

دوسرے نے جواب دیا "یہ تو واضح ہے اس کے افعال اسکا منہ بولتا ثبوت ہیں، جس دن سے اس نے اس نیک و صالح انسان، سعید بن جبیر کو قتل کیا ہے اس دن سے صحیح طریقہ سے اسے نیند نہیں آتی، سوتے سوتے ہڑبڑا کر اٹھ جاتا ہے اور چلاتا ہے! سعید بن جبیر سے میرا کیا واسطہ"۔

امیر نے یقیناً لاکھوں انسانوں کو تہہ تیغ کر دیا ہے۔ اس کے قید خانہ میں پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں قید ہیں۔ اسی اثناء میں حجاج پھر نیند سے گھبرا کر اٹھا اور چلانے لگا، میرا سعید بن جبیر سے کیا واسطہ۔

پہرہ دار نے اپنے ساتھی سے کہا "میں سمجھتا ہوں پھر سعید آئے تھے"

دوسرے نے سوال کیا "یہ صالح انسان کون ہے"؟

سعید بن جبیر

سعید بن جبیر حبشہ کے رہنے والے تھے، بنی اسد کے غلاموں میں سے تھے ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی، کوفہ میں رہتے تھے، اپنے زمانہ کے تابعین میں اعلم تھے، زہد و تقویٰ میں مشہور تھے اور امام زین العابدین علی بن الحسینؑ کے صحابی تھے۔

نماز

سعید نماز سے زیادہ کسی اور چیز کو پسند نہیں کرتے تھے، اپنی والدہ کے ساتھ پاکیزہ زندگی گزارتے تھے، ان کی اطاعت کرتے تھے، کیونکہ والدین کے راضی ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے۔

سعید مرغے کی آذان پر بیدار ہوتے تھے، بستر چھوڑ دیتے، وضو کرتے اور صبح کی نماز بجالاتے تھے، اور پھر سورج بلند ہونے تک قرآن کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔

ایک دن سعید صبح کی نماز کے لیے نہیں اٹھے کیونکہ اس روز مرغا نہیں بولا تھا۔ طلوع آفتاب کے بعد بیدار ہوئے تو انہیں بہت افسوس ہوا کیونکہ صبح کی نماز قضا ہو چکی تھی، مرغے پر غصہ آیا کیونکہ اس نے بانگ نہیں لگائی تھی۔ مرغ کو دیکھا تو غضبناک ہو کر کہا "تجھے کیا ہو گیا تھا؟ خدا تیری آواز قطع کرے"۔ اس دن سے مرغے کی بانگ نہیں سنی گئی۔

سعید کی ماں نے جب یہ محسوس کیا کہ ان کے بیٹے سعید کی دعا قبول ہو گئی ہے تو ان سے کہا "اے سعید! بیٹے تم کسی کے لیے بددعا نہ کرنا"۔

سعید نے ماں کی اطاعت کی اور سوائے ایک دفعہ کبھی کسی کو بددعا نہ دی اور وہ بددعا کب دی۔

آیئے اس تابعی کی شہادت کا واقعہ پڑھیں جس نے کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کے لیے اپنی پوری زندگی جہاد میں گزار دی۔

عبدالملک بن مروان

عبدالملک بن مروان جب مسلمانوں کا خلیفہ ہوا تو اس نے قرآن کو بند کرتے ہوئے کہا "یہ اب تمہارے اور میرے درمیان جدائی ہے"۔ عبدالملک نے اپنی حکومت کے پایہ مضبوط و محکم بنانے کی خاطر آگ اور لوہے سے کام لیا، ظالم حاکم مقرر کیے جو لوگوں پر ظلم و تشدد سے حکومت کرتے تھے، مثلاً خالد بن عبداللہ قسری کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا اور ان حاکموں کو لوگوں کے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

حجاج بن یوسف

حجاج کوفہ پہنچا منہ پر کپڑا لپیٹ کر منبر پر گیا، کچھ دیر خاموش رہا، اس کے بعد منہ پر لپٹا ہوا کپڑا اترا اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا "عراق والو! اے نفاق و عداوت رکھنے والو"

ان پر سب و شتم کیا اور پھر کہا "مجھے عبدالملک نے کوڑا اور تلوار عطا کی ہے، یعنی مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں قتل کروں اور سزائیں دوں کوڑا سزا دینے اور تلوار قتل کرنے کے لیے ہے، تو کوڑا تو ٹوٹ گیا ہے تلوار میرے پاس موجود ہے، یعنی میرے پاس قتل سے کم سزا نہیں ہے"۔

اس طرح دہشت گردی کا دور شروع ہوا چنانچہ لوگوں کو قتل اور اسیر کیا جانے لگا' بہت سے صحابہ اور تابعین کے ساتھ کمیل بن زیاد کو بھی قتل کر دیا گیا، حجاج نے اپنی حکومت کے دوران ایک لاکھ بیس ہزار انسانوں کو قتل کیا، پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتوں کو قید خانہ میں

محبوس کیا، اس کے علاوہ اس کے قید خانہ میں بہت سے چھوٹے بچے بھی تھے۔

مجنون

حجاج کے ظلم کی آگ ہر جگہ بھڑکی ہوئی تھی، یہاں تک کہ صحرا اور جنگلوں میں بھی لوگ اس کے نام سے ڈرتے تھے۔

حجاج ایک روز صحرا کی طرف نکل گیا اس نے ایک دیہاتی کو تنہا دیکھا تو حجاج نے اس سے کہا ”حجاج کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“ دیہاتی نے کہا ”بہت بڑا ظالم ہے“ حجاج نے کہا؟ امیر المومنین عبدالملک کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ دیہاتی نے کہا“ وہ اس سے بھی بڑا ظالم ہے“ حجاج نے کہا ”کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟...... نہیں کون ہو تم؟ ”میں حجاج ہوں“ اب تو دیہاتی خوف کے مارے کانپنے لگا اور کہنے لگا“ اے امیر کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں“؟ حجاج نے کہا ”نہیں کون ہو تم؟“ دیہاتی نے ڈرتے ہوئے کہا ”میں بنی ثور کا غلام ہوں سال میں دو مرتبہ میں مجنون ہو جاتا ہوں آج بھی مجھ پر جنون کا دورہ پڑا ہوا ہے، اس بات پر حجاج کو ہنسی آ گئی اور اسے چھوڑ دیا۔

حجاج نے اسے اس وقت چھوڑا جب اس نے خود کو مجنون ظاہر کیا۔ واضح ہے کہ مجنون سے عبدالملک کی حکومت متاثر ہونے والی تھی۔

انقلاب

حجاج کی سیاست یہ تھی کہ مسلمانوں کو سرحدوں پر جنگ و جدال میں مشغول رکھا جائے تا کہ دو فائدوں میں سے ایک حاصل ہو سکے یا ہمسایہ ملکوں کی زمین اور ان کے مال و دولت پر قبضہ یا مسلمانوں کا قتل اور ان سے خلاص، لہٰذا جنگ ختم بھی ہو جاتی اور

مسلمان کامیاب بھی ہو جاتے تو بھی انہیں دوسرے ملک میں دور تک چلے جانے کیلئے نئے احکام دیئے جاتے۔

ایک روز حجاج نے عبدالرحمٰن بن اشعث کو ایک بڑے لشکر کا سپہ سالار بنا کر ترک کے بادشاہ رتبیل سے جنگ کے لیے روانہ کیا، مسلمانوں کی فتح ہوئی تو عبدالرحمٰن نے حجاج کو اس کی خبر دی کہ وہ مفتوحہ زمین پر قابض ہے اور فوجیوں کے آرام کی خاطر جنگ بند کر دی ہے۔ حجاج نے اس کے پاس ایک خط بھیجا جس میں عبدالرحمٰن کے اوپر تنقید کی اور دوبارہ جنگ شروع کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ ترک کے زیادہ تر شہروں پر قبضہ کرو۔

عبدالرحمٰن حجاج کے پست مقصد کو سمجھ گیا اور لشکر والوں کو بھی اس سے آگاہ کر دیا، مسلمان حجاج سے اس کے ظلم کی بنا پر نفرت کرتے تھے اور عبدالملک سے اس لیے نفرت کرتے تھے کہ اس نے حجاج کو ان پر مسلط کیا تھا۔

جب عبدالرحمٰن نے انقلاب کی نعرہ بلند کیا تو سارے لشکر نے لبیک کہا اور سب نے حجاج و عبدالملک بن مروان کے خلاف شورش کر دی، عبدالرحمٰن ظلم کا خاتمہ کرنے کے لیے عراق کی طرف لوٹا، راستہ میں لوگ عبدالرحمٰن بن اشعث کے لشکر میں شامل ہوتے رہے۔

قاریوں کی فوج

قارئین قرآن اس زمانہ میں مسلمانوں میں علم تفسیر اور دوسرے علوم میں مرجع و اعلم سمجھے جاتے تھے، لوگ ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور چونکہ عبدالرحمٰن کے لشکر میں ان کی تعداد اچھی خاصی ہو گئی تھی لہٰذا انہوں نے اپنا ایک مخصوص دستہ بنا لیا تھا جسے "کتیبۃ القراء" کہتے ہیں اور کمیل بن زیاد اس فوجی دستہ کے سپہ سالار تھے، انقلابیوں نے بہت سے علاقوں کو حجاج اور عبدالملک بن مروان کے دست ظلم سے بجستان (افغانستان) ایران میں کرمان و

فارس اور بصرہ و کوفہ کو آزاد کرا لیا تھا۔ عبدالرحمٰن کے لشکر نے اپنے شدید حملے جاری رکھے اور ان میں فتح حاصل کی۔

اس عظیم انقلاب و شورش نے عبدالملک کے چھکے چھڑا دیئے اس نے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا اور یہ اعلان کیا کہ اگر انقلابی ہتھیار ڈال دیں گے تو میں حجاج کو معزول کر دوں گا۔ مسلمان جانتے تھے کہ المیہ کی بنیاد خود عبدالملک ہے جس نے اسلامی ممالک پر حجاج ایسے ظالم حاکموں کو مقرر کیا ہے لہٰذا انہوں نے عبدالملک کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور اس سے حکومت چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا۔

حجاج کی مدد کیلئے عبدالملک نے ایک بہت بڑا لشکر بھیجا دونوں لشکر کوفہ کے قریب "دیر جماجم" نامی جگہ پر جمع ہو گئے اور گھمسان کا رن پڑا، اس میں حجاج کامیاب ہو گیا، عبدالرحمٰن بن اشعث ترک ممالک کی طرف فرار کر گیا، حجاج نے بہت سے انقلابیوں کو اسیر کر لیا اور پھر سولی پر چڑھا دیا۔

شہید کمیل بن زیاد، قاریوں کی فوج کے سپہ سالار تھے وہ بھی ایک مدت تک روپوش رہے لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان کی وجہ سے خاندان والوں کو اذیتیں دی جا رہی ہیں تو وہ خود پیش ہو گئے اور حجاج نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔

مکہ کی سمت

سعید بن جبیر مکہ کی طرف فرار ہو گئے تا کہ وہاں زندگی بسر کر سکیں چنانچہ انہوں نے مکہ کے قریب اس وادی کو اختیار کیا جہاں انہیں کوئی نہیں جانتا تھا۔

حجاج کے جاسوس، ان کی تلاش میں ہر جگہ پھیلے ہوئے تھے، حجاج سے زیادہ عبدالملک جبیر کا دشمن تھا، لہٰذا اس نے خاص قاصد خالد بن عبداللہ قسری کے ہاتھ مکہ والوں کے پاس

خط بھیجا۔ کالد بن عبداللہ قسری مکہ پہنچا اس وقت محمد بن مسلمہ مکہ کا حاکم تھا، اس نے حاکم کے خطاب کو بند کیا اور خود منبر پر گیا، عبدالملک کی مہر لگا ہوا خط نکالا، اسے مکہ والوں کے سامنے کھول کر پڑھا۔

یہ خط عبدالملک کی طرف سے مکہ والوں کے نام ہے!

امابعد

میں نے خالد بن عبداللہ قسری کو تمہاری ولی مقرر کیا لہٰذا تم اس کی بات سنو اور اطاعت کرو، کوئی شخص اس کے خلاف کوئی کام انجام نہ دے ورنہ اس کی سزا صرف قتل ہے اور جو شخص اپنے گھر میں سعید بن جبیر کو پناہ دے گا میں اس سے بری ہوں، والسلام

خط کا مفہوم یہ تھا...... جو بھی سعید بن جبیر کی مدد کرے گا اسے پھانسی دی جائے گی، جب خالد عبدالملک کا خط پڑھ چکا تو چلا کر کہا "جس گھر میں بھی سعید ملیں گے میں اس گھر کے مالک کو قتل کر دوں گا اور اس کے گھر کے ساتھ ہمسایوں کے گھروں کو بھی مسمار کر دوں گا، پھر اس نے سعید کو سپرد کرنے کے لیے تین رز دکی مہلت دی"۔

وادی میں

سعید جانتے تھے کہ جو بھی ان کی مدد کو بڑھے گا وہ ضرور قتل کیا جائے گا، لہٰذا انہوں نے کسی سے مدد نہیں مانگی بلکہ اپنے چھوٹے سے خاندان کے ساتھ مکہ سے قریب ایک وادی میں ساکن ہوگئے تھے۔

ایک دن ایک جاسوس نے سعید بن جبیر کے ٹھکانے کا پتہ لگا لیا تو اسکی خبر دینے کے لیے وہ سرعت کے ساتھ خالد بن عبداللہ قسری کے پاس گیا۔ مکہ کے حاکم نے سعید بن جبیر

کی گرفتاری کا حکم دے دیا، کچھ مسلح سوار وادی میں گئے تو انہوں نے پتھروں کے درمیان ایک چھوٹا سا خیمہ دیکھا۔ جب یہ سوار اپنے گھوڑوں سے اتر کر سعید کے خیمہ کے قریب پہنچے تو اس وقت وہ نماز میں مشغول تھے۔ جب ابن سعید نے مسلح اشخاص کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ بابا کو گرفتار کرنے آئے ہیں۔ بیٹا باپ کی وجہ سے رونے لگا تو باپ نے کہا "بیٹے روتے کیوں ہو میں نے ستاون سال زندگی بسر کی ہے یہ بہت بڑی عمر ہے"، باپ نے بیٹے کو صبرو تحمل کی وصیت کر کے وداع کیا۔

سعید بن جبیر نے نہایت ہی اطمینان سے خود کو شہہ سواروں کے سردار کے سپرد کر دیا، سردار سعید کی شخصیت سے بہت متاثر ہوا وہ یہ منظر دیکھ کر متاثر ہوا کہ سعید اس صحرا میں خدا کیلئے نماز پڑھ رہے ہیں اور سعید نے جس انداز و اطمینان کے ساتھ اپنے بیٹے کو وداع کیا تھا اس نے بھی سردار کو بہت متاثر کیا، سردار نے کہا "تمہیں گرفتار کرنے کے لیے مجھے امیر نے حکم دیا ہے میں تمہیں گرفتار کرنے سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں، آپ جس ملک میں چاہیں چلے جائیں میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا"۔

سعید نے شہہ سواروں کے سردار سے پوچھا "کیا تم اہل وعیال والے ہو؟" سردار نے جواب دیا "جی ہاں" سعید نے کہا! "کیا تمہیں اس بات کا خوف نہیں ہے کہ میرے انتقام میں انہیں قتل کر دے گا" سردار نے کہا "انہیں میں خدا کی پناہ میں چھوڑتا ہوں"۔ سعید نے فرار کرنے کی پیشکش کو قبول نہ کیا تا کہ حاکم نیک لوگوں سے انتقام نہ لے اور خود کو حوالہ کر دیا۔

کعبہ

مکہ کا امیر خانہ کعبہ سے ٹیک لگائے ہوئے اپنی پولیس کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا پولیس سعید بن جبیر کو لے کر آئی مکہ کے حاکم خالد بن عبداللہ قسری نے حکم دیا کہ سعید کے ہاتھوں کو

اس کی گردن سے باندھ دیا جائے۔ایک شامی نے کہا "اے امیر اسے معاف کر دیجیئے حجاج کے پاس نہ بھیجئے ورنہ وہ قتل کردے گا نہ نیک وصالح آدمی ہے،قربۃ الی اللہ اس کی جان بچا لیجئے،ہوسکتا ہے خدا آپ سے راضی ہو جائے۔امیر نے کہا" خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبدالملک مجھ سے اسی وقت راضی ہوگا جب میں خانہ کعبہ کو منہدم کروں گا تو میں اس کی اینٹ سے اینٹ بجادیتا یہاں تک کہ وہ مجھ سے راضی ہو جاتا،ایسے لوگوں کو عبدالملک مقرر کرتا تھا اور ایسے سنگ دلوں کو مسلمانوں پر مسلط کرتا تھا،وہ خونخوار اور ظالم ہوتے تھے، رضائے خدا کی بالکل پروانہ کرتے تھے بلکہ وہ عبدالملک کو خوش کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اسی لیے سعید بن جبیر اور دوسرے مومنین نے انقلاب برپا کیا تھا۔

واسط

حجاج نے کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک شہر بسایا جس کو واسط کہتے ہیں اس شہر کے بیچوں بیچ اپنے اور اپنے ہمنواؤں کے لیے ایک بڑا محل بنوایا اور ایک قید خانہ تعمیر کروایا جس میں نیک اور شریف لوگوں کو سزا دی جاتی تھی،اسی قید خانہ میں ہزاروں مرد اور ہزاروں عورتیں اور بچے تھے۔

حجاج اپنے عظیم الشان محل میں بیٹھا تھا،اس کے اطراف میں پہرہ دار بیٹھے تھے پاس ہی میں اس کا طبیب تیاذوق تھا،حجاج کا دلچسپ مشغلہ تھا کہ وہ لوگوں کو قتل ہوتے اور ان کے خون کو بہتے ہوئے دیکھتا تھا۔

لہٰذا جب سعید بن جبیر کو لایا گیا تو ہر چیز تیار تھی،جلاد کھڑا تھا،اشارہ کا منتظر تھا،سعید خون کی بو سے بھرے محل میں داخل ہوئے۔لیکن خوف زدہ نہ ہوئے کیونکہ وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے تھے۔

حجاج نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟

......سعید بن جبیر

حجاج نے کہا "بلکہ شقی بن کسیر"

انہوں نے کہا "میرے اور میرے باپ کے نام کو میری والدہ جانتی ہیں"

حجاج نے کہا "تم نے بھی شقاوت کی تمہاری ماں نے بھی"

سعید بولے "غیب کا علم صرف خدا کو ہے"

حجاج خاموش ہو گیا پھر اس نے ہاتھ اٹھایا

مضحکہ اڑانے والے لوگ آ گئے اور مضحکہ خیز حرکتیں شروع کر دیں۔

حجاج نے زور سے قہقہہ لگایا، حاضرین ہنس پڑے، صرف سعید خاموش رہے۔

حجاج نے پوچھا "تم کیوں نہیں ہنسے؟"

سعید نے مغموم لہجہ میں کہا "میں نے کوئی مضحکہ خیز چیز نہیں دیکھی اور وہ کیونکر مسکرا سکتا ہے جو کہ مٹی سے پیدا ہوا اور مٹی کو آگ کھا جاتی ہے"۔

حجاج نے کہا "میں ہنس رہا ہوں"

خدا نے ایسے ہی اطوار پر ہمیں پیدا کیا ہے۔

حجاج نے خزانہ لانے کا حکم دیا نگہبانوں نے سونے چاندی اور ہیروں سے بھرا ہوا بڑا صندوق لا کر رکھ دیا۔ حجاج نے سونے چاندی کے ٹکڑے اور قیمتی ہیرے سعید کے سامنے بکھیر دیئے۔ حجاج نے پوچھا "اس سلسلہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟" سعید نے اسے ایک سبق دیتے ہوئے کہا "اگر اسکی شرط کے مطابق صرف کیا جائے تو بہت ہی اچھا ہے" حجاج نے پوچھا "اس کی شرط کیا ہے؟" قیامت کی خوفناک و پریشان کن حالات سے بچنے کیلئے

اس کے ذریعہ امن وامان خریدی جاتی ہے۔

سعید کی نپی تلی باتوں سے ایک مرتبہ حجاج پھر خاموش ہوگیا۔ حجاج جلاد کی طرف ملتفت ہوا اور انہیں قتل کرنے کا اشارہ کیا۔ جلاد اس جلیل القدر تابعی کی طرف بڑھا۔ سعید مطمئن قلب کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ قتل سے پہلے مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے، کعبہ کی طرف رخ کر کے کہا "وجھت وجھی للذی فطر السمٰوات والارض حنیفا مسلما وما انا من المشرکین"

حجاج چلایا! اس کا رخ قبلہ کی طرف سے پھیر دو۔ جلاد نے ان کا رخ دوسری طرف کر دیا تو سعید نے کہا "تم جدھر بھی رخ کر کے کھڑے ہو جاؤ ادھر ہی وجہ اللہ ہے"۔

پھر حجاج چلایا "اسے زمین پر گرا دو" سعید نے کہا "اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور ہم تمہیں اسی میں لوٹائیں گے اور پھر اسی سے اٹھائیں گے، حجاج غصہ سے چیخا "اس کی گردن مار دو" اب سعید نے آسمان کی طرف دیکھا اور اس طرح خدا سے دعا کی! "اے اللہ اس ظلم کے بعد اسے مہلت نہ دے، اس سے میرے خون کا انتقام لے لے اور امت محمدؐ سے مجھے آخری مقتول قرار دے"۔

اپنی ماں کی وصیت کے بعد صرف سعید نے یہ بددعا کی......

جلاد نے سعید کی گردن پر تلوار ماردی جس سے آپ کا سر محل کے فرش پر گر پڑا اور اس وقت حیرت انگیز واقعہ پیش آیا سر سے آواز آئی "لا الہ الا اللہ"

حجاج مستقل اچھل کر بہنے والے خون کی طرف دیکھ رہا تھا، خون کی کثرت نے اسے حیرت زدہ کر دیا حجاج اپنے طبیب تیاذوق کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے پوچھا کہ اس کا کیا راز ہے، طبیب نے کہا "جن لوگوں کو تو نے پہلے قتل کیا وہ خوف زدہ تھے، ان کا خون رگوں

میں جم گیا تھا لہٰذا ان کا تھوڑا ہی خون بہہ سکا"۔

لیکن سعید بن جبیر قطعاً خوف زدہ نہ تھے ان کا دل اپنی طبعی حالت میں برقرار تھا، بے شک سعید کا دل ایمان سے معمور تھا، لہٰذا وہ موت سے نہیں ڈرے وہ خدا کی بارگاہ میں شہید پہنچے اور سعید رہے جیسا کہ ان کے والدین نے ان کا نام رکھا تھا۔

اس جرم کے بعد حجاج کی عقل مختل ہوگئی وہ خواب میں ڈراؤنی تصویریں دیکھتا تھا اور خوف زدہ ہو کر اٹھتا اور چلاتا تھا۔ مجھے کیا ہو گیا اور سعید کو کیا ہوا؟۔ اس جرم کے بعد حجاج پندرہ دن سے زیادہ زندہ نہیں رہا۔

بے شک اللہ نے اس شہید کی دعا قبول کی، سعید حجاج کی ظلم و جرائم سے بھری ہوئی زندگی کا آخری مقتول تھا۔

جب اس کے قید خانے کے دروازے کھولے گئے تو اس میں پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں اور بچے پائے گئے۔

جلاد بھی اسی سال جہنم واصل ہوا، اور ان دونوں کا قصہ آنے والی نسلوں کیلئے عبرت بن گیا سعید کا تذکرہ تاریخ عزت واحترام کے ساتھ کرتی ہے اور حجاج پر رہتی دنیا تک لعنت ہوتی رہے گی۔

۱۴

حضرت کمیل ابن زیادؓ

مومنین شب جمعہ میں نماز عشاء کے بعد صف بنا کر بیٹھ جاتے ہیں اور خالق ورحیم خدا کی بارگاہ میں اپنی خطاؤں کی بخشش اور اس کی رضا کے حصول کے لیے گریہ وزاری کرتے ہیں۔ مسجدوں کی میناروں سے ایسے شیریں اور دلنشیں جملے نشر ہوتے ہیں جو ستاروں سے بھرے ہوئے آسمان تک پہنچتے ہیں۔ اے اللہ میں تجھ سے تیری اس رحمت کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں جو ہر شہ کو محیط ہے۔ تیری اس قدرت کا واسطہ دیکر مانگتا ہوں کہ جسکے ذریعہ تو نے ہر چیز کو مغلوب کر رکھا ہے اور ہر شے اس کے سامنے عاجز ہے۔ تیری اس عزت کا واسطہ دے کر جسکے سامنے کوئی چیز پائیدار نہیں، تیری اس عظمت کا وسیلہ جو ہر شے سے عیاں ہے، تیری سلطنت کا واسطہ دے کر جس سے کوئی چیز باہر نہیں ہے اور تیرے جلوہ ذات کا واسطہ دیکر جو ہر شے کی فنا کے بعد باقی رہے گا۔

اس محکم نپی تلی اور موثر زبان میں دعا ہوتی ہے، انسان جانتا ہے کہ وہ اپنے اس عظیم خالق کو کس طرح مخاطب کرے جس نے حیات اور عقل ایسی نعمت سے نوازا اور پاکیزہ رزق عطا کیا ہے، درج ذیل کلمات پر یہ دعا ختم ہوتی ہے۔

یا سریع الرضا...... اے جلد خوشنود ہونے والے، اس شخص کو بخش دے جسکے پاس دعا کے علاوہ کچھ نہیں ہے، بے شک تو جو چاہتا ہے کرتا ہے، اے وہ کہ جسکا نام دواء اور جسکا ذکر شفا ہے، جسکی طاعت میں شفا ہے، جسکی کل پونجی امید ہی ہے، جب انسان اس دعا کے

بارے میں علم کرتا ہے کہ یہ کس کی دعا ہے تو اسے جواب ملتا ہے "یہ دعائے کمیل ہے" اس دعا کا قصہ کیا ہے اور یہ کمیل کون ہیں؟

کمیل بن زیاد نخعی ثقہ تابعین میں سے تھے، امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے صحابی تھے، اپنی قوم میں شریف و محترم تھے، نسبی لحاظ سے یمنی تھے، عہد امیر المومنینؑ میں ان کا خاندان کوفہ میں ساکن ہو گیا تھا۔

کمیل اس تحریک میں شامل ہو گئے تھے جو عبدالرحمٰن بن اشعث کی قیادت میں حجاج کے خلاف شروع ہوئی تھی اور قاریوں کے فوجی دستے کے سپہ سالار تھے۔

آغاز

رسولؐ کا ارشاد ہے "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں"

یقیناً حضرت علیؑ بہت بڑے عالم تھے، انہوں نے بہت سے علوم حاصل کئے تھے، ایک مرتبہ فرمایا "مجھے رسولؐ نے علم کے ہزار باب تعلیم دیئے ہیں اور ہر ایک سے ہزار باب کھلتے ہیں"۔

نیز فرمایا "علم کی زکوٰۃ اس کی تعلیم دینا اور اسے پھیلانا ہے۔

لہٰذا حضرت علیؑ اپنے اصحاب کو اس وقت تک تعلیم دیتے رہتے جب تک وہ علم و تعلیم کو پسند کرتے تھے۔

ایک روز حضرت علیؑ اپنے اصحاب کو اس وقت تک تعلیم دیتے رہتے جب تک وہ علم و تعلیم کو پسند کرتے تھے۔

ایک روز حضرت علیؑ کمیل کا ہاتھ پکڑ کر کوفہ سے باہر تشریف لے گئے۔

رات کا سماں تھا، فلک تاروں سے بھر چکا تھا، شمال کی طرف سے دل لبھانے والی

ہوائیں چل رہی تھیں۔

حضرت علیؑ نے کمیل سے فرمایا" اے کمیل یہ قلوب ظرف ہیں اوران میں بہترین دل وہ ہیں جن میں علوم کا خزانہ ہے۔بس جو میں کہتا ہوں اسے محفوظ کرلو"۔

لوگوں کی تین قسمیں ہیں......عالم ربانی و متعلم علی سبیل النجاۃ، وہ طالب علم جو کہ رستگاری کی تلاش میں رہتا ہے اور وہ لوگ ہیں جو کمزور مکھیوں کی طرح ہیں وہ ہر آواز کے پیچھے اور ہر چلنے والی ہوا کی طرف مائل ہوجاتے ہیں وہ علم کی روشنی حاصل نہیں کرتے ہیں اور نہ محکم پایہ کا سہارا لیتے ہیں۔

اے کمیل! علم مال سے بہتر ہے، علم تمہارا محافظ ہے جبکہ مال کی تمہیں حفاظت کرنا پڑتی ہے، مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے، اے کمیل! اموال جمع کرنے والے جیتے جی ہلاک ہوجاتے ہیں اور علماء رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔

دعائے خضر

امیر المومنینؑ بصرہ کی مسجد میں تشریف فرما تھے۔آپؑ کے اصحاب بھی آپؑ کے پاس جمع تھے ان میں سے ایک نے قران کی درج ذیل آیت کی تفسیر دریافت کی

فیھا یفرق کل امرٍ حکیم

امامؑ نے فرمایا" یہ ماہ شعبان کی پندرھویں شب ہے" پھر امامؑ نے یہ کہتے ہوئے قسم کھائی قسم اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں علیؑ کی جان ہے جو بھی بندوں کو سال بھر تک جن اچھائیوں اور برائیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ شب برات میں مقدر ہو جاتی ہیں اور جو بندہ اس شب میں بیدار رہتا ہے اور دعائے خضر پڑھ کر دعا کرتا ہے اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے"۔

مجلس برخاست ہوگئی امامؑ گھر تشریف لے گئے، رات ہوگئی، اندھیرا چھا گیا لوگ سونے لگے تو کمیل بن زیادہ اٹھے اور حضرت علیؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت ان کے دل میں ایک سوال تھا۔

دروازہ کھٹکھٹایا...... امامؑ نے پوچھا کیوں آئے ہو؟...... کمیل نے ادب کے ساتھ عرض کی "اے امیرالمومنین دعائے خضر کے لیے" امامؑ نے محبت سے فرمایا "بیٹھ جاؤ کمیل" پھر فرمایا "جب تم اس دعا کو یاد کرلینا تو ہر شب جمعہ اسکو پڑھنا"...... لکھو! امامؑ نے دعا کو پڑھنا شروع کیا جسے آج ملیونوں انسان پڑھتے اور اب وہ دعائے کمیل کے نام سے مشہور ہوگئی ہے۔

جب تمہیں فرصت ملے، جمعرات کا سورج غروب ہوجائے، آسمان پر ستارے چمکنے لگیں تو اس وقت دعائے کمیل پڑھنا اس سے تمہارے دل میں ایمان ضوفشاں ہو جائے گا اور وہ تمہاری زندگی میں تمہارے راستے کو روشن کردے گی جیسا کہ شہید کمیل کے راستے کو منور کردیا تھا۔

حجاج بن یوسف ثقفی

محراب میں حضرتؑ کے شہادت پانے اور معاویہ کے خلیفہ بننے کے بعد اسلامی ممالک پر ظالم حاکموں نے تسلط جمایا، کوفہ تو اس زمانہ میں جہنم کی زندگی گزار رہا تھا۔ حاکموں کا سارا زور اہل بیتؑ کے شیعوں کو پراگندہ کرنے اسیر کرنے اور قتل کرنے پر صرف ہورہا تھا، کوفہ پر زیاد بن ابیہ حاکم رہا اسکے بعد اس کا بیٹا عبیداللہ بن زیاد آیا کہ جس نے نواسۂ رسولؐ اور آپؐ کے اہلِ بیتؑ و اصحاب میں سے ستر کو تہ تیغ کردیا۔

پھر حجاج بن یوسف ثقفی آیا تو اس نے ظلم کی انتہا کردی اور شہر کوفہ و بصرہ وغیرہ پر رعب

جما لیا۔ حجاج بنی امیہ کے بادشاہوں کو خوش کرنے کے لیے کسی بھی کام سے درگزر نہیں کرتا تھا۔ مردوں، عورتوں اور بچوں سے قید خانے بھر دیئے تھے، ہزاروں نیک انسانوں کو سولی پر چڑھا دیا تھا، اسکے قید خانہ پر چھت بھی نہیں تھی کہ جس سے قیدی گرمی کے زمانہ میں آفتاب کی تمازت سے اور سردی کے موسم میں سردی و بارش سے محفوظ رہتے، کچھ دنوں کے بعد قیدیوں کے چہرے حبشیوں کی مانند کالے ہو جاتے تھے۔

ایک روز ایک عورت اپنے بیٹے سے ملاقات کیلئے آئی، قید میں اسکے بیٹے کو کئی ماہ گزر گئے تھے، کسی نے اس سے ملاقات نہیں کی تھی۔ جب ماں نے بیٹے کو دیکھا تو کہا" یہ تو میرا بیٹا نہیں ہے، میرا بیٹا تو گورا ہے، یہ تو کوئی حبشی جوان ہے جسے میں نہیں پہچانتی ہوں۔

جوان نے ماں کو یاد دلایا کچھ علامتیں دکھائیں تو ماں کا روتے روتے دم گھٹ گیا اور سکتہ طاری ہو گیا اور وہیں دم توڑ دیا۔

انقلاب

منصب کے اعتبار سے حجاج بن یوسف اہل بیتؑ اور ان کے شیعوں کا سب سے بڑا دشمن تھا، شیعوں سے اس نے قید خانوں کو بھر دیا جبکہ آل محمدؐ کی محبت کے علاوہ ان کی کوئی خطا نہ تھی۔ لوگ حجاج کے ظلم سے عاجز آ چکے تھے، لہٰذا انہوں نے عبدالملک سے اس کی معزولی کا مطالبہ کیا، لیکن اس نے انکار کر دیا کیونکہ حجاج آگ اور لوہے سے بنی امیہ کے پائے مضبوط کرتا تھا۔ حجاج ایک خبیث آدمی تھا لوگوں کو خونریزی اور زمینوں پر قبضہ جمانے کے لیے روانہ کرتا تھا زبردستی جنگی لشکر میں لوگوں کو بھیجتا تا کہ ایک تیر سے دو شکار ہو سکیں یا تو مفتوحہ ملکوں سے مال غنیمت حاصل ہو یا مخالفوں سے نجات ملے۔

عبدالرحمٰن بن اشعث

حجاج نے عبدالرحمٰن بن اشعث کو ترک کے علاقوں کو فتح کرنے کے لیے بھیجا ان علاقوں پر رتبیل کی حکومت تھی۔

عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ شہروں پر قبضہ کرتا چلا گیا، بعض معرکوں میں کامیابی ملی تو اس نے حجاج کو خط لکھ کر فتح یابی کی اطلاع دی اور لکھا مسلمان سپاہیوں کی استراحت کیلئے جنگ بند کر دی ہے، مستقبل میں اس سرزمین کو فتح کرنے کے لیے نئے منصوبے اور تحقیق کی راہ کھل گئی ہے۔

سب و شتم سے بھرا ہوا حجاج کا خط آیا، لکھا تھا، از سر نو جنگ آغاز کرو اور ترک کے زیادہ تر شہروں کو فتح کر لو۔ عبدالرحمٰن اور ان کے ساتھی حجاج کے مقصد کو سمجھ گئے کہ وہ مسلمانوں کو سرحدوں سے باہر ہونے والی جنگوں میں تباہ کرنا چاہتا ہے اس کا مقصد اسلام نہیں ہے بلکہ وہ مالِ غنیمت سمیٹنا چاہتا ہے اور اس طرح مسلمانوں کو مشغول رکھنا چاہتا ہے جو اس کی سیاست کے خلاف ہیں۔ لہٰذا اپنی مشکل کو حل کرنے کے لیے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا، مسلمان و غیر مسلم سب ہی حجاج کے ظلم کا نشانہ بنے ہوئے تھے اس لیے سب نے متفقہ طور پر حجاج کی معزولی اور عبدالملک کے خلع خلافت کا نعرہ بلند کر دیا۔

عبدالرحمٰن انقلاب کا نعرہ بلند کر کے اپنے لشکر سمیت لوٹ آیا، بہت سے لوگ اسکے ہمراہ ہو لیے ان میں قارئین قرآن یعنی جو لوگ تفسیر اور قرآن پڑھاتے تھے وہ پیش پیش تھے، عبدالرحمٰن کے ساتھ شورش میں شریک ہونے والے زیادہ تر قاری تھے لہٰذا ان کا بڑا لشکر بن گیا اور اس لشکر کے سپہ سالار کمیل بن زیاد مقرر ہوئے چونکہ کوفہ میں بہت زیادہ ظلم ہوتا تھا اس لیے کوفہ والوں نے انقلاب کی تائید کی۔ یہاں تک کہ انقلابیوں کی تعداد ایک لاکھ ہو

گئی، ان میں قاری، عابد، شعراء، فقہا اور عام لوگ بھی شامل تھے، نصف تعداد ان غلاموں کی تھی جو قومی تعصب وسیاست کا شکار تھے۔

بنی امیہ عربوں کو فضیلت دیتے تھے۔ غیر عرب لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھتے اور ان پر ظلم کرتے تھے۔ ان ہی انقلابیوں میں سے ایک سعید بن جبیر تھے، تابعین میں وہ سب سے بڑے فقیہ تھے، ان کو فقیہ الفقہا کہا جاتا تھا، انقلابیوں میں ان کی شمولیت نے عبدالملک اور حجاج کے خلاف جوش وخروش پیدا کر دیا تھا۔ شعراء عبدالرحمٰن کو اس بات پر ابھار رہے تھے کہ ظلم وستم کے چنگل سے آزاد ہو گئے۔ عبدالملک نے عبدالرحمٰن سے مذاکرہ کیلئے ایک نمائندہ بھیجا اور ان کی بعض شرطوں جیسے حجاج کی معزولی کو قبول کر لیا۔ جو لوگ فتح یابی، آزادی اور ظلم سے رہائی کا ذائقہ چکھ چکے تھے انہوں نے عبدالملک کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور یہ مطالبہ کیا کہ عبدالملک خلافت سے دست بردار ہو جائے کیونکہ اسی نے حجاج اور حجاج جیسوں کو مسلط کیا ہے۔ عبدالملک نے حجاج کی مدد کیلئے فوجی مدد بھیج دی دوسری طرف خراسان کی فوج بھی حجاج کے لشکر میں شامل ہو گئی۔

دیر جماجم

دیر جماجم کے علاقہ میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور گھمسان کا رن پڑا اور اس میں حجاج فتح یاب ہو گیا، عبدالرحمٰن کے ہمنوا متفرق ہو گئے۔

بعض بھاگ نکلے، بعض شہید ہو گئے، عبدالرحمٰن نے ترک کے بادشاہ رتبیل کے پاس پناہ لے لی۔ انقلاب میں شریک ہونے والے بعض لوگ جیسے سعید بن جبیر اور قاریوں کے لشکر کے سردار کمیل بن زیاد روپوش ہو گئے۔ حجاج نے باقی بچ جانے والے انقلابیوں کو پکڑ کر موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا جبکہ وہ خوف زدہ زندگی بسر کر رہے تھے۔

کہ حجاج انہیں تھوڑی دیر بعد قتل کر دے گا، حضرت علیؑ پہلے ہی انہیں اس کی خبر دے چکے ہیں۔ کمیل نے بغیر کسی خوف کے حجاج کو مخاطب کر کے کہا "مجھے میرے مولا امیر المومنین علیؑ نے خبر دی ہے کہ تو تو میرا قاتل ہے اے دشمن خدا تجھے جو فیصلہ کرنا ہے کر گزر...... لیکن یہ سمجھ لے کہ قتل کے بعد حساب بھی ہوگا۔ ایسی بات ہر وہ مومن کہتا ہے جو خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا ہے، وہ مومن جو اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ موت ہی آخر منزل ہے پھر خداوند عالم کا ارشاد ہے" راہ خدا میں قتل ہو جانے والوں کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس رزق پاتے ہیں"۔

حجاج نے آپ کی ثابت قدمی کا امتحان لینا چاہا اور کہا "علیؑ پر تبراء کہو! تا کہ قتل سے بچ جاؤ"۔ کمیل نے کہا" مجھے علیؑ کے دین سے افضل دین بتا دو"...... حجاج خاموش ہو گیا وہ کمیل کو علی ابن ابی طالبؑ کے بارے میں کیا بتائے، علی وہ ہے جس نے زوجہ رسولؐ حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے اسلام کا اعلان کیا، مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہیں"۔

حجاج نے جلاد کی طرف اشارہ کیا، جلاد تلوار لیکر بڑھا، کمیل نے خانہ خدا کعبہ کی طرف رخ کیا اور اس دعا کو پڑھنے لگے جو حضرت علیؑ نے انہیں تعلیم دی تھی مگر جلاد نے مہلت نہ دی، کمیل کی اس گردن پر تلوار چلائی جو غیر خدا کے سامنے نہیں جھکی تھی، اپنی عمر کے نوے سال پورے کر کے ضعیف العمر نے جام شہادت نوش کیا۔

حجاج بہتے ہوئے خون سے لذت اندوز ہونے لگا کیونکہ حجاج سنگدل، خونخوار آدمی تھا وہ خون اور قتل کے منظر کو لذیذ کھانوں اور مشروبات پر ترجیح دیتا تھا، بہت بے رحم تھا اس نے ہزاروں لوگوں کو قتل کیا، ہزاروں عورتوں کو سزا دی اور ہزاروں بچوں کو قید خانہ میں ڈالا۔

آج نجف اشرف کے علاقہ میں زائر وادی اسلام میں ٹیلے پر ایک ضریح دیکھتا ہے

جس پر گنبد بنا ہوا ہے جسکے اندر بہترین خوشبو پھیلی ہوئی ہے اور ہر ہفتہ شب جمعہ کو دلوں کو منور کرنے والے، خاکسار بنانے والے بہترین کلمات بلند ہوتے ہیں جو ستاروں سے بھرے آسمان تک پہنچتے ہیں اس سے لوگوں کو اس شہید کی یاد آ جاتی ہے جس نے اپنا نام دعا سے مقترن کر دیا ہے تاکہ رہتی دنیا تک باقی رہے۔

دعائے کمیل بن زیادؓ

مشہور دعاؤں میں سے ایک ہے، علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ "بہترین دعا ہے اس کو دعائے خضر بھی کہتے ہیں، اس کو امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے کمیل کو تعلیم دی تھی، کمیل آپؑ کے خاص اصحاب میں سے تھے، یہ دعا نصف شعبان کی شب اور شب جمعہ میں پڑھی جاتی ہے، دشمنوں کے شر سے بچنے اور رزق کی ترقی اور گناہوں کی بخشش کیلئے خاص اثر رکھتی ہے، سید و شیخ دونوں نے اسے نقل کیا ہے ہم اسے مصباح المتہجد سے نقل کر رہے ہیں"۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے اللہ! میں تجھ سے تیری رحمت کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں جو ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے اور تیری اس قدرت کا واسطہ دے کر جس سے تو ہر چیز پر غالب ہے اور جس کے سامنے ہر چیز سر جھکائے ہوئے ہے اور جسکے سامنے ہر شے پست ہے، تیری طاقت کا واسطہ دیکر کہ جس سے تو ہر چیز پر غالب ہے، تیری عزت کا واسطہ دیکر کہ جس کے سامنے کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی، اور تیری عظمت کا واسطہ دیکر کہ جس سے ہر چیز بھری ہوئی ہے اور تیری بادشاہت کا واسطہ دے کر کہ جس کی حاکمیت ہر چیز پر ہے، اور تیری ذات کا واسطہ دیکر جو ہر شے کے فنا ہونے کے بعد باقی رہے گی اور تیرے اسماء کا واسطہ دے کر کہ ہر چیز کے جز جز میں ہے، تیرے علم کا واسطہ دے کر جو کہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور تیری ذات کے نور

کا واسطہ دے کر جس نے ہر چیز کو منور کر دیا ہے، اے نور! اے پاک و پاکیزہ! اے سب سے اوّل، اے سب سے آخر، اے اللہ میرے ان گناہوں کو بخش دے جو گناہوں سے بچانے والے ملکہ کو ختم کر دیتے ہیں، اے اللہ میرے ان گناہوں کو معاف کر دے جن سے عذاب نازل ہوتا ہے، پروردگارا میرے ان گناہوں سے درگزر فرما جو میں نے کیا ہے اور ہر خطا کو معاف فرما جو میں نے کی ہے، اے اللہ میں تیرے ذکر کے ذریعہ تیرا تقرب چاہتا ہوں اور تیری ہی ذات سے شفاعت چاہتا ہوں، اور تیری بخشش وجود کے ذریعہ تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنے قرب سے سرفراز فرما، اور اپنے شکر کی توفیق مرحمت فرما! اپنے ذکر سے غافل نہ ہونے دے، اے اللہ میں تجھ سے فروتنی اور خاکسارانہ طریقہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما اور اپنی تقسیم سے راضی اور قناعت پسند بنا اور ہر حال میں مجھے خاکسار قرار دے، اے اللہ میں تجھ سے اس شخص کی طرح سوال کرتا ہوں جس کی حاجت شدت اختیار کر چکی ہے اور جو شدائد کے وقت اپنی حاجت تیرے پاس لایا ہے اور جو کچھ تیرے قبضہ قدرت میں ہے اس سے پوری آس لگائے ہوئے ہے، اے اللہ تیری سلطنت عظیم ہے، تیرا مرتبہ بلند ہے، تیری تدبیر پوشیدہ، تیرا امر آشکار ہے، تیرا قہر غالب ہے، تیری قدرت نافذ ہے، تیری حکومت سے فرار ممکن نہیں ہے، پالنے والے تیرے سوا نہ میرے گناہوں کو کوئی بخشنے والا ہے نہ میری برائیوں پر کوئی پردہ ڈالنے والا ہے اور نہ میرے کسی برے عمل کو اچھائی سے بدلنے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو پاک ہے، میں تیری حمد کرتا ہوں، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، اور اپنی جہالت کی وجہ سے بہک گیا اور تیرا کرم جو مجھ پر بہت پہلے سے تھا اس سے مجھے سکون ملا، بارالہا اے میرے مولا بے شمار برائیاں ہیں جن پر تو نے پردہ ڈال رکھا ہے اور کتنی شدید بلاؤں کو تو نے دفع کیا ہے اور کتنی

لغزشوں سے تو نے بچایا ہے اور کتنے ناگوار حوادث سے تو نے محفوظ رکھا ہے، مجھے کتنی ہی ایسی اچھی باتوں میں مشہور کر رکھا ہے جسکا میں اہل نہ تھا اے اللہ میری مصیبت بہت بڑی ہے اور میری زبوں حالی حد سے بڑھ گئی ہے، میرے اعمال نے مجھے عاجز کر دیا ہے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی پڑ گئی ہے، لمبی تمناؤں نے مجھے میرے فائدے کے کام نہ کرنے دیئے اور دنیا نے مجھے اپنی چال بازیوں سے دھوکہ دیا اور نفس نے حیلے بہانے سے لگائے رکھا، اے مولا، میں تجھ سے تیری عزت کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں کہ تیری بارگاہ تک میری دعا کی رسائی میں میرے بداعمال مانع نہ ہوں اور میرے ان پوشیدہ رازوں کو آشکار کر کے رسوا نہ فرما، جو تجھ پر عیاں ہیں جو اپنی دائمی کوتاہی اور جہالت سے اپنی خواہشات کی کثرت اور غفلت سے جو میں نے اپنی تنہائیوں میں بداعمال کیئے اور برائی کی ہے، ان کی سزا دینے میں تعجیل نہ فرما، اے اللہ تجھے تیری عزت کا واسطہ ہر حال میں مجھ پر مہربان ہو جا اور تمام امور میں مجھ پر کرم فرما، معبود، مولا میرا کون ہے کہ جس سے میں اپنی مشکل کشائی کی درخواست کروں اور اپنے امر میں کرم فرمائی کا سوال کروں، میرے معبود و مولا تو نے میرے لیے جو حکم دیا تھا اس سلسلہ میں اپنی خواہش نفسی کی پیروی کی اور اپنے دشمن کی زرق و برق سے اسکو محفوظ نہ رکھا نتیجہ میں اس دشمن نے میری خواہش کی کمزوری سے مجھے فریب دیا اور اس سلسلہ میں قضا و قدر نے اسکا ساتھ دیا اور اس سے جو کیفیت مجھ پر طاری ہوئی اس سے میں نے تیری قائم کی ہوئی پابندیوں کو توڑ دیا اور تیرے احکام کی مخالفت کی ان تمام چیزوں میں تیری بارگاہ میں جواب دہ ہوں اور مجھے کسی احتجاج کا حق نہیں ہے، تیرے حکم کا مجھ پر جاری ہونا اور بلاؤں کا نازل ہونا ضروری ہو گیا، معبود! اپنی کوتاہی اور اپنے نفس پر ظلم کے بعد معذرت خواہ ہوں، شرمندہ سر جھکائے جرم کی معافی کیلئے اور گناہوں کی مغفرت

کے واسطے توبہ کی غرض سے آیا ہوں مجھے اپنے گناہوں کا اقرار اور اپنی خطاؤں کا اعتراف ہے جو کچھ مجھ سے سرزد ہوا ہے اس سے فرار ممکن نہیں ہے اور نہ ہی کوئی پناہ گاہ ہے جہاں پہنچ کر اپنی پریشانی سے بچ سکوں، مگر یہ کہ تو میرا عذر قبول کرلے اور مجھے اپنی وسیع رحمت کے سایہ میں جگہ مرحمت فرمادے۔ اے اللہ میرے عذر کو قبول فرمالے اور میری شدید تکلیف پر رحم فرما، سخت بندشوں سے مجھے نجات عطا فرما، اے رب میرے بدن کی ناتوانی، میری کھال کی فرسودگی اور ہڈیوں کی کمزوریوں پر رحم فرما، اے وہ جس نے میری خلقت اور ذکر کی ابتداء کی اور میری نشوونما اور پرورش کرنے کا اور میری غذا کا آغاز کیا۔

میرے معبود! میرے رب! کیا میں...... اپنے اوپر تیری آگ کا عذاب ہوتے ہوئے دیکھوں جب کہ میرا دل تیری معرفت کا شیدا ہو چکا ہے اور میری زبان پر تیرا ہی ذکر ہے، اور میرا ضمیر تیری محبت سے سرشار ہے، اسکے بعد میں نے صدق دل سے تیرا اقرار کیا اور تیری ربوبیت کے سامنے خشوع کے ساتھ تجھے پکارا ہے، یقیناً تو اس سے بلند و برتر ہے کہ تو اسے برباد کرے کہ جسکو تو نے پالا ہے یا اسے دور بھگا دے جسکو تو نے اپنے تقرب کی نعمت سے نوازا ہے یا اسے بے آسرا کردے جسے تو نے پناہ دی ہے یا اسے مصیبت میں ڈال دے جسکی کفایت کی اور اپنی رحمت میں رکھا ہے، اے میرے آقا میرے معبود، میرے مولاء میں نہیں سمجھتا کہ تو ان چیزوں پر آگ کو مسلط کردے گا کہ جو تیری عظمت کے سامنے سجدہ میں جھک گئے ہیں اور ان زبانوں پر جو صداقت کے ساتھ تیری توحید کا کلمہ پڑھتی ہیں، اور تیرے شکر کی ادائیگی میں حمد وثناء کرتی ہیں اور ان دلوں پر جو تیرے خدا ہونے کو تسلیم کرچکے ہیں اور یہ کیسے مان لوں کہ تو ان ضمیروں پر آگ کو مسلط کردے گا کہ جو تیری معرفت حاصل کرچکے ہیں یہاں تک کہ وہ تیری عظمت کے سامنے جھک گئے ہیں اور ان اعضاء پر جو تیری

سے تیری عبادت وطاعت کی طرف فرصت کے ساتھ بڑھتے ہیں یہ مقام ان کے وطن ہیں اور سچے دل سے تجھ سے استغفار کرتے ہیں، تجھ سے ایسی امید نہیں ہے" کہ ان پر آگ مسلط کرے گا" اور تیرے فضل وکرم کے بارے میں ہمیں ایسی خبر نہیں دی گئی ہے، اے کریم، اے پروردگار تو جانتا ہے کہ میں تو دنیا کی معمولی بلاؤں اور مصیبتوں کو اور اہل دنیا کو دنیا میں جو ناخوشگوار واقعات پیش آتے ہیں "ان ہی کو برداشت نہیں کر پاتا ہوں" جبکہ یہ بلا اور دشواری تھوڑی ہی دیر کی ہوتی ہے اسکا ختم ہونا آسان ہے اور اسکی مدت بہت ہی مختصر ہے تو پھر میں ان مصیبتوں کو کیسے برداشت کروں گا، آخرت میں تو بے پناہ سختیاں ہوں گی انہیں کیسے تحمل کروں گا جبکہ اس آخرت کی بلاء کی مدت دراز اور ہمیشہ رہنے والی ہے اور زد میں آجانے والوں سے گھٹتی نہیں ہے کیونکہ یہ صرف تیرا غضب' انتقام اور تیرا عذاب ہے اور تیرے غضب وغیرہ کے سامنے تو زمین وآسمان بھی نہیں ٹھہر سکتے ہیں، مولا میری کیا حیثیت ہے، میں تو تیرا کمزور، ذلیل وحقیر اور مسکین بندہ ہوں، اے معبود، پروردگار، آقا میں تجھ سے کن چیزوں کی شکایت کروں؟ اور ان میں سے کس کا رونا' روؤں، دردناک عذاب اور اس کی سختی کا یا بڑھتی ہوئی بلاؤں اور ان کی طویل مدت کا اگر عقوبتوں میں تو نے مجھے اپنے دشمنوں کے ساتھ کر دیا ہے اور اپنے مبتلا کردہ لوگوں کے ساتھ قرار دیا ہے اور اپنے اولیاء و دوستوں سے جدا کر دیا ہے، اے میرے معبود آقا مولا اور اے پروردگار میں نے تیرا عذاب پر صبر کیا، لیکن تیرے فراق میں کیسے صبر کروں؟ اور آگ میں کیسے کھڑا ہوں جبکہ مجھے تیرے درگزر کرنے کی اُمید ہے؟ اے میرے مولا تیری عزت کی قسم میں سچی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تو نے مجھے چھوڑ دیا تو میں عذاب والوں کے درمیان رہ کر بھی ضرور فریاد و آہ کروں گا اور یہ فریاد ایسی ہی ہوگی جیسی تیرے کرم کے امیدوار کرتے ہیں اور تجھ سے ایسے ہی مدد طلب

کروں گا جیسی طلب کرنے والے طلب کرتے ہیں اور ایسے آنسو بہاؤں گا جیسے محروم بہاتے ہیں اور میں تجھے ضرور پکاروں گا، مومنوں کے سرپرست تو کہاں ہے، اے عارفوں کی اُمید کے مقصد، اے فریادیوں کے فریادرس، اے سچے لوگوں کے دلوں کے محبوب! اے کائنات کے معبود کیا تجھے پاسکوں گا؟ تیری ذات ہے، اے معبود تیری اس حمد میں جو کہ تو مقام عذاب سے اپنے مسلمان بندہ کی آواز سن رہا ہے جو اپنے جرم کی سزا میں یہاں قید ہے اور اپنی معصیت کی بنا پر اسکے عذاب کا مزہ چکھ رہا ہے اور اپنے کرتوت اور گناہوں کی بنا پر اس کے طبقوں میں قید کر دیا گیا ہے وہ تیری بارگاہ میں اسی طرح گریہ وزاری کر رہا ہے؛ جس طرح تیری رحمت کی اُمید کرتا ہے اور تجھے موحد کی زبان سے پکار رہا ہے، اور تجھ سے تیری ربوبیت کا سہارا چاہتا ہے اے مولا وہ کیسے عذاب میں باقی رہ سکتا ہے جبکہ وہ ماضی کی طرح تیرے حلم کی اُمید رکھتا ہے اور آگ کے شعلے اسے کیسے جلا سکتے ہیں جس کی آواز کو تو سنتا ہے اور اسکے عذاب کی جگہ کو دیکھتا ہے اور اس کی تکلیفیں اسے کیسے پہنچ سکتی ہیں جس کی ناتوانی سے تو واقف ہے اور جہنم کے طبقوں میں وہ کیسے اُبلتا پھرے گا، جبکہ تو اس کی سچائی کو جانتا ہے، اور جہنم کے عذاب کے فرشتے اسے کیسے جھڑکیں گے جبکہ اے پروردگار وہ تجھے پکار رہا ہے؟ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اس عذاب سے نجات پانے کے سلسلہ میں تیرے فضل کا اُمیدوار ہو اور تو اسے اسی میں رہنے دے، تیرے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا تیرے کرم کا یہ طریقہ نہیں ہے اور یہ ایسا برتاؤ نہیں ہے جیسا کہ تو نے اپنے موحد بندوں پر فضل و کرم کیا ہے، مجھے پورا یقین ہے کہ اگر تو نے یہ فیصلہ نہ کیا ہوتا کہ اپنے منکروں کو عذاب کا مزہ چکھائے گا اور اپنے دشمنوں کو ہمیشہ عذاب میں رکھنے کا حکم نہ دیا ہوتو ساری آگ کو ٹھنڈا کر دیتا اور سلامتی بنا دیتا اور پھر کسی کا بھی اس میں قیام نہ ہوتا، لیکن تیرے اسماء مقدس و پاک

ہیں تو نے قسم کھائی ہے کہ جن وانس میں سے جو کافر ہیں ان سے اسے بھرے گا اور اپنے دشمنوں کو ہمیشہ اس میں رکھے گا اور تو نے اے عظیم ثناء والے پہلے ہی کہہ دیا تھا اور بغیر مانگے فیاضی کر کے فرمایا تھا کہ مومن فاسق کے مثل ہے، ہرگز نہیں دونوں مساوی نہیں ہیں، اے میرے معبود مولا، میں تیری اس قدرت کے واسطے سے مانگتا ہوں جو تو نے ظاہر کی ہے اور ان احکام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جو تو کر چکا ہے اور ان میں تغیر نہیں ہو سکتا ہے اور تو اس پر غالب ہے جس پر تو نے یہ نافذ کیے ہیں تو اسی رات میں بلکہ اسی لحہ مجھے معاف کر دے اور میرے ان جرائم کو جو میں نے کیے ہیں اور ان گناہوں کو جن کا میں نے ارتکاب کیا ہے اور جو برائی میں نے چھپائی ہے اور جس جہالت پر میں نے عمل کیا ہے پوشیدہ طریقہ سے عمل کیا ہو یا کھلم کھلا اس عمل کو ظاہر کیا ہو یا مخفی رکھا ہو اور ہر وہ برائی جسکو لکھنے کا تو نے کرام الکاتبین کو حکم دیا ہے، جن کو تو نے میرے اعمال لکھنے پر معین کیا ہے اور میرے اعضاء کے ساتھ میرے اوپر گواہ بنایا ہے اور ان کے علاوہ تو خود میرا نگراں ہے جو ان سے مخفی ہے وہ تجھ پر عیاں ہے اور میرے کچھ اعمال ایسے بھی ہیں کہ جن کو تو نے اپنے رحمت سے پوشیدہ رکھا ہے اور اپنے فضل سے ان کی پردہ پوشی کی ہے اور ہر اس چیز میں میرا حصہ بڑھا دے جو تو نے نازل کی ہے اور ہر اس احسان میں جس سے تو نے نوازا ہے اور ہر اس نیکی میں جسے تو نے پھیلایا ہے اور اس رزق میں جس کو تو نے وسعت دی ہے اور گناہ کی مغفرت میں، اے پروردگار، اے پروردگار، اے پروردگار! اے میرے معبود! اے میرے سردار! اے میری گردن کے مالک، آقا، اے وہ جسکے ہاتھ میں میری پیشانی ہے اے تکلیف اور ضرورت سے باخبر، اے میرے فقر وفاقہ سے واقف، اے پروردگار، اے پروردگار، میں تجھ سے تیرے حق اور تیری قدوسیت، تیرے عظیم صفات اور اسماء حسنہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا

ہوں کہ تو دن رات میں میرے اوقات کو اپنے ذکر سے معمور کر دے، اور اپنی طاعت میں صرف فرما، اور میرے اعمال کو قبول فرما، یہاں تک کہ میرے سارے اعمال اور اوراد ایک ورد بن جائیں اور میں ہمیشہ تیری عبادت میں مشغول رہوں، اے میرے مولا، اے وہ کہ جس پر میرا اعتماد ہے اے وہ جس کے سامنے میں ہر دکھ کو بیان کرتا ہوں، اے پروردگار، اے پروردگار، اے پروردگار اپنی عبادت کے لیے میرے اعضاء کو قوت عطا کر دے اور فرائض کی انجام دہی کیلئے میرے عزم کو محکم بنادے اور اپنے خوف سے بے نیاز نہ کر اور مجھے ہمیشہ اپنی اطاعت میں مشغول رہنے کی توفیق دے یہاں تک کہ میں برق رفتاری سے بڑھوں ان لوگوں کے میدانوں سے ہوتا ہوا جو تیری طرف سبقت کرنے والے ہیں، اور ان لوگوں کے ساتھ جو سابقین میں نمایاں ہیں، اور تیرے قرب کی طرف پورے اشتیاق سے بڑھوں اور تیرے مشتاقوں میں شامل ہو جاؤں اور تیرا وہ قرب حاصل کر لوں جو تیرے مخلص بندے کو حاصل ہے اور اہل یقین کی طرح تجھ سے ڈروں اور تیری بارگاہ میں مومنین کے ساتھ شامل ہو جاؤں بار الہا! جو میرے بارے میں برا ارادہ کرے تو اس سے سمجھ لے اور جو مجھے فریب دینا چاہے تو اس سے نپٹ لے اور مجھے اپنے ان بہترین بندوں میں قرار دے جو تیرے نزدیک کامیاب ہیں، اور اپنی بارگاہ میں منزلت کے لحاظ سے سب سے زیادہ قرب حاصل کرنے والوں میں قرار دے اور قرب حاصل کرنے والوں میں بھی خاصان خدا کا درجہ مرحمت فرما اور یہ بلند مرتبہ تیرے فضل کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہوتا ہے اور مجھ پر اپنی شان کریمی سے کرم فرما اپنی بزرگی سے مجھ پر لطف فرما اور اپنی رحمت سے میری حفاظت فرما اور میری زبان پر اپنا ذکر جاری فرما اور میرے دل کو اپنی محبت سے سرشار کر دے اور میری دعاؤں کو مقبول فرما کہ میرے اوپر احسان فرما، میری خطاؤں کو معاف کر دے اور میری

لغزشوں سے درگزر فرما کیونکہ تو نے اپنے بندوں کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ تجھ سے دعا مانگیں اور پھر ان کی دعا کی قبولیت کی ضمانت لی ہے، پروردگار! میں نے تیرا رُخ کیا ہے اور اے میرے پروردگار تیرے سامنے ہاتھ پھیلایا ہے پس تجھے تیری عزت کی قسم کہ میری دعا کو قبول فرما، میری تمنا پوری کر دے تیرے فضل سے مجھے جو امید ہے اسے منقطع نہ کر جن و انس میں سے جو میرے دشمن ہیں ان سے مجھے محفوظ رکھ، اے جلد راضی ہو جانے والے اسے بخش دے جس کے پاس دعا کے سوا کچھ نہیں ہے، بے شک تو جو چاہتا ہے کرتا ہے، اے وہ کہ جسکا نام ہی دوا ہے اور جسکا ذکر ہی شفا ہے جس کی طاعت ہی بے نیازی ہے پس اس پر رحم فرما جس کی کل پونجی امید ہے جسکا اسلحہ گریہ ہے اے نعمتوں کے مالک اے تکلیفوں کو دور کرنے والے اے اندھیروں میں گھرے ہوئے لوگوں کی روشنی، اے وہ جو سب کچھ جانتا ہے لیکن اسے کوئی نہیں جان سکتا، محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت نازل فرما، میرے ساتھ اپنے شایان شان سلوک فرما اور اپنے رسولؐ پر رحمت نازل فرما اور ان محبوب آئمہؑ پر درود بھیج جو رسول کی آل سے ہیں اور کما حقہ سلام بھیجتا ہے۔